جمیع الحقوق محفوظۃ بحق المؤلف

اسم الکتاب : دعوت الی اللہ

تالیف : .... فضیلۃ الشیخ رضآء اللہ الباجوری

الطبع............................ الاول سنہ ۱۴۴۶ھ ـ بمطابق 2024

تنضید: ابو منقادر ضاء اللہ بن الحاج خان بادشاہ حفظہ اللہ عنہ

النّاشر : ..... مدرسۃ ترتیل القرآن شریف آباد باجوڑ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہ' وَنَسْتَعِیْنُہ' وَنَسْتَغْفِرُہ' ،وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہ' ،وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہ' ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہ' لَاشَرِیْکَ لَہ' ، وَ اَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہ' وَرَسُوْلُہ' ۔اَمَّا بَعْدُ:[1]

حدیثِ شریف میں مذکور ہے کہ میت کو قبر میں دفن کر دینے کے بعد اس کے پاس دو فرشتے ''منکر اور نکیر'' آتے ہیں اور اس سے جو تین سوال پوچھتے ہیں' جن کے صحیح جوابات دینے والا نجات کا مستحق ہوتا ہے،وہ یہ ہیں۔

1مَنْ رَبُّکَ؟ تیرا رب کون ہے؟

2 مَنْ نَّبِیُّکَ؟ تیرا نبی کون ہے؟

3 مَادِیْنُکَ؟ تیرا دین کیا ہے؟

قارئینِ کرام ! یہ کس قدر عجیب امتحان ہے کہ امتحان گاہ میں داخل ہونے سے ہزارہا برس پہلے ہی سوالات بتا دیئے گئے ہیں تا کہ تیاری میں آسانی رہے۔ مگر صاحبو ! زیادہ خوش فہمی کا شکار بھی نہ ہو جانا۔

در حقیقت یہ امتحان ہمارے سکولوں کالجوں کے امتحانات سے یکسر مختلف ہے۔ان سوالات کے جوابات صرف زبانی رٹنے سے یاد نہیں ہوتے بلکہ عملی زندگی میں اپنانے سے ازبر ہوتے ہیں' ورنہ جس نے ان سوالات کے مدعا پر کبھی غور نہیں کیا' ان کے مطلوب پر عمل نہیں کیا' اللہ تعالیٰ کے احکامات' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور دینِ اسلام کی تعلیمات کو نہیں اپنایا، بلکہ صرف برائے نام ہی مسلمان رہا، اس سے جب یہی سوالات پوچھے جائیں گے تو جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے، وہ کہے گا۔ ((ھَیْھَاتَ ھَیْھَاتَ لَا اَدْرِیْ'')) افسوس صد افسوس کہ میں نہیں جانتا۔''

اور اس جواب والے شخص کا نتیجہ کیا ہوگا؟فیل یا پاس؟اس کا اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں۔اس کے بر عکس جس شخص نے اس دنیاوی زندگی میں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دین کی تعلیمات کو عملی طور پر اپنایا ہوا ہے'اس سے جب یہی سوالات پوچھے جائیں گے تو وہ فرفر یہ جواب دیتا جائیگا: رَبِّیَ اللّٰہُ میرا رب اللہ ہے۔ نَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ صلی اللّٰہ علیہ وسلم میرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دِیْنِیَ اَلْاِسْلَامُ میرا دین اسلام ہے۔

ان صحیح صحیح جوابات والے شخص کے ہائی فرسٹ ڈویژن کے ساتھ پاس ہونے میں کسے شک ہو سکتا ہے؟اور یہی نجاح وفلاح مسلمان کا مطلوب ومقصود ہے۔زیرِ نظر کتاب کا نصفِ اول- تین اہم اصول--انہی تین سوالوں کے تفصیلی جوابات پر مشتمل ہے، جبکہ نصفِ ثانی- مختصر مسائلِ نماز---کا موضوع نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس میں اسلام کے ایک اہم ستون''نماز'' کے ضروری مسائل کا مختصر ذکر ہے۔ نماز اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے اہم رکن ہے اور اس کی اہمیت یہی کیا کم ہے کہ پتّا پانی کرنے والے روزِ محشر میں سب سے پہلے اسی کے بارے میں باز پرس ہو گی۔ روزِ محشر کہ جان گداز بود اولین پرسش نماز بود

ارکانِ ایمانا یمان کے چھ ارکان ہیں

1۔اللہ پر ایمان لانا۔ 2 ۔ اس کے فرشتوں پر ایمان لانا۔

3۔اس کی کتابوں پر ایمان لانا۔ 4۔اس کے رسولوں پر ایمان لانا۔۔

5۔روزِ قیامت پر ایمان لانا۔ 6۔اچھی وبُری تقدیر پر ایمان لانا۔

دلائل ارکانِ ایمان

ایمان کے اِن چھ ارکان میں سے پہلے پانچ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی ہے { :لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ } (البقرۃ : ۱۷۷)''

نیکی یہ نہیں کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ پر اور یوم آخرت اور فرشتوں پر اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں پر ایمان ویقین رکھے۔''اور چھٹے رکن'' تقدیرِ خیر وشر'' یعنی اچھی وبری تقدیر کی دلیل یہ فرمانِ الٰہی ہے

{اِنَّاکُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ} :"(القمر:۴۹)"

ہم نے ہر چیز ایک تقدیر وانداز ے کے ساتھ پیدا کی ہے

پہلا رسالہ تین اہم اصولِ دین تمہید

قارئینِ کرام!اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے، یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجیئے کہ ہم پر درج ذیل چار مسائل کا علم حاصل کرنا نہایت ضروری وواجب ہے: **پہلا مسئلہ۔ حصولِ علم ومعرفت**

اللہ تعالیٰ، اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دینِ اسلام کا دلائل کے ساتھ علم ومعرفت حاصل کرنا۔

دوسرا مسئلہ۔ عمل

حاصل کردہ علمِ دین پر عمل پیرا ہونا۔

تیسرا مسئلہ۔ دعوت

اِس (دینِ اسلام) کی طرف دعوت دینا۔

چوتھا مسئلہ۔ صبر واستقامت

دعوتِ دین میں پیش آمدہ مشکلات ومصائب پر صبر واستقامت اختیار کرنا،اور ان مسائل کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی ہے۔(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔وَالْعَصْرِ۔اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔)(سورۃ العصر)"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔زمانے کی قسم،انسان درحقیقت خسارے میں ہے۔سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔"امام شافعی رحمہ اللہ کا اِس سورۃ العصر کے متعلق ارشاد ہے۔

"لَوْ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ حُجَّةً عَلٰی خَلْقِهٖ اِلَّا هٰذِهِ السُّوْرَةَ لَکَفَتْهُمْ"

اگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بطورِ حجّت صرف اسی ایک سورت کو نازل فرماتا تو یہ ان کی ہدایت کے لیے کافی ہوتی۔"

امام بخاری رحمہ ' اللہ نے بخاری شریف (کتاب العلم) میں ایک باب کی ابتداء یوں کی ہے۔ بَابٌ اَلْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ لِقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالیٰ {فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ} (محمد:۱۹) فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ (قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ)" قول و عمل سے قبل حصولِ علم کا بیان، اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: " جان لیجیئے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیئے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس میں قول و عمل سے پہلے علم کا ذکر کیا ہے۔" (بخاری، کتاب العلم، ص۲۰، دارالسلام) قارئینِ کرام! اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ مندرجہ ذیل تین مسائل کا علم حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا بھی ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے

پہلا مسئلہ۔اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالی نے ہمیں پیدا کیا، رزق عطا فرمایا اور یوں ہی ہمیں بے کار نہیں چھوڑا بلکہ ہماری طرف اپنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا ۔جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی وہ جنتی ہوگا اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے سرتابی و سرکشی کی وہ جہنمی ہو گیا۔اور اسکی دلیل یہ ارشادِ الٰہی ہے۔

{اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِداً عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً ٭ فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنَاہُ اَخْذاً وَّبِیْلاً} (المزمل: ۱۵تا۱۶)"تم لوگوں کے پاس ہم نے اُسی طرح ایک رسول گواہ بنا کر بھیجا جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا (پھر دیکھ لو جب) فرعوننے اُس رسول کی بات نہ مانی تو ہم نے اس کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا

۔"**دوسرا مسئلہ۔ترکِ شرک** اللہ تعالیٰ کو یہ بات قطعًا ناگوار ہے کہ اُس کی عبادت میں اس کے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک کیا جائے، نہ کسی مقرّب فرشتے کو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے کسی نبی کو،اور اس کی دلیل یہ ارشادِ الٰہی ہے

:{وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَداً} (الجنّ: ۱۸)

"اور یہ کہ مسجدیں اللہ کے لیے ہیں،لہٰذا (ان میں) اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ پکارو۔"

تیسرا مسئلہ۔ مشرکین سے لاتعلقی

جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت ویکتائی کو بھی تسلیم کیا، اس کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ ایسے لوگوں سے راہ ورسم اور رشتہ وناطہ رکھے جو اللہ تعالی اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی رکھتے ہوں، خواہ وہ دنیوی رشتہ کے اعتبار سے کتنے ہی قریبی کیوں نہ ہوں۔ اور اس بات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے

(لَا تَجِدُ قَوْماً یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّاللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْکَانُوْٓا اٰبَآءَ ھُمْ اَوْاَبْنَآءَ ھُمْ اَوْاِخْوَانَھُمْ اَوْعَشِیْرَتَھُمْ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَ ھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ وَیُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَاالْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْاعَنْہُ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ} (المجادلۃ :۲۲)

"تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور روزآخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ اُن لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی ہے خواہ وہ اُن کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے یا اُن کے بھائی یا اُن کے اہلِ خاندان۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان (کے قلب کو) اپنے فیض سے قوت بخشی ہے اور وہ ان کو ایسی جنّتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، وہ اللہ کی جماعت کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو' اللہ کی جماعت والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔" قارئینِ کرام! اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف آپ کی راہنمائی کرے، یہ بات بھی بخوبی سمجھ لیں کہ آپ پورے اخلاص کے ساتھ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، یہی حنیفیّت اور ملت ودینِ ابراہیمی ہے۔ اور اسی کا اللہ تعالی نے تمام لوگوں کو حکم دیا ہے۔ اور اسی غرض کے لیے جنّ و انس کو پیدافرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشادِالٰہی ہے (:وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِ نْسَ اِلَّالِیَعْبُدُوْنِ٥) (الذاریات: ٥٦) "میں نے جنّ اور انسانوں کو اِس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری بندگی کریں۔

"یَعْبُدُوْنَ کا معنٰی ومفہوم یہ ہے کہ" :

میری وحدانیّت ویکتائی کو دل وجان سے قبول کریں" اللہ تعالیٰ نے جن امور کا حکم دیا ہے، ان میں سے سب سے ارفع واعلی چیز "توحید" ہے، جو ہر قسم کی عبادات صرف اللہ واحد کے لیے بجالانے کا دوسرا نام ہے۔ اور جن امور سے اللہ تعالی نے منع فرمایا

ہے، ان میں سے سب سے بڑا شرک ہے۔ جو غیر اللہ کو اپنی نداء و دعاء میں اس کے ساتھ شامل کر لینے کا دوسرا نام ہے۔ اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانِ گرامی ہے {وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا} (سورة النسآء :٣٦)

اور تم سب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔

اصولِ دین

اگر آپ سے یہ پوچھا جائے کہ وہ کون سے تین اصول ہیں جن کی معرفت حاصل کرنا ہر انسان پر واجب و ضروری ہے ؟ تو کہہ دیجیئے1۔ بندے کا اپنے رب کی معرفت حاصل کرنا۔ (معرفتِ الٰہی)2۔ اپنے دین کی معرفت حاصل کرنا۔ (معرفتِ دین)3۔ اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل کرنا۔ (معرفتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

پہلا اصول۔ معرفتِ الٰہی

اگر آپ سے استفسار کیا جائے کہ آپ کا رب کون ہے ؟ تو آپ کہہ دیجیے کہ میرا رب اللہ ہے، جس نے اپنے فضل و کرم سے میری اور تمام جہانوں کی تخلیق و پرورش کی۔ وہی میرا معبود ہے اس کے سوا میرا دوسرا کوئی معبود نہیں، اور اس کی ربوبیت و پروردگاری کی دلیل یہ ارشادِ گرامی ہے :

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ} (الفاتحة :١) "

ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے اور پالنے والا ہے۔" اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات کے سوا ہر چیز عالَم (جہان) ہے اور میں اس عالَم کا ایک فرد ہوں۔ اگر آپ سے یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے اپنے رب کو کس چیز کے ذریعے پہچانا ؟ تو کہہ دیجیے کہ اس کی آیات (نشانیوں) اور مخلوقات کے ذریعے سے پہچانا ہے۔ اور اس کی نشانیوں میں سے دن' رات' سورج اور چاند کا وجود ہے، اور اس کی مخلوقات میں ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان ہیں اور جو کچھ اِن سب کے اندر اور ان کے مابین ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی دلیل، اُس کا یہ ارشاد ہے : وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (حمٓ السجدة :٣٧)"

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں یہ دن اور رات اور سورج اور چاند۔ سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اگر فی الواقع تم اسی کی عبادت کرنے والے ہو۔" اور اس کی مخلوقات کی دلیل اس کا یہ فرمان ہے: {اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّاسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ' یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُه ' حَثِیْثًا وَالْقَمَرَوَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ 'اَلَالَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ' تَبٰرَکَ اللّٰهُ رَبُّالْعٰلَمِیْنَ) (الاعراف:۵۴)"

در حقیقت تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر اپنے عرشِ بریں پر جلوہ فرما ہوا، جو رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے اور پھر دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے۔ جس نے سورج' چاند اور ستارے پیدا کیے، سب اس کے فرمان کے تابع ہیں۔ خبر دار رہو! اسی کی سب مخلوق ہے اور اسی کا حکم جاری ہے ۔ بڑا بابرکت ہے اللہ سارے جہانوں کا مالک و پرودگار۔" ربِ کائنات ہی لائقِ عبادت اور معبودِ برحق ہے۔ اس کی دلیل یہ ارشاد الٰہی ہے: (یٰۤاَیُّهَاالنَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًاوَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَالسَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًالَّکُمْ ' فَلَا تَجْعَلُوْالِلّٰهِ اَنْدَادًاوَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝)البقرۃ :۲۱-۲۲)"
لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے اُس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں اُن سب کا خالق ہے۔ عجب نہیں کہ تم (دوزخ سے) بچ جاؤ۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش بچھایا، آسمان کی چھت بنائی، اوپر سے پانی برسایا اور اُس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لیے رزق بہم پہنچایا پس جب تم یہ جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ کا مدِّ مقابل نہ ٹھہراؤ۔" امام ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: اَلْخَالِقُ لِهٰذِهِ الْاَشْیَاءِ هُوَ الْمُسْتَحَقُّ لِلْعِبَادَةِ"[1] ان تمام مذکورہ اشیاء کا خالق (پیدا کرنے والا) ہی ہر قسم کی عبادت کا صحیح حقدار ہے۔"

---

[1] تفسیر ابن کثیر ۱/۵۷ طبع مصر

دعوت کے منہج کو چھوڑنے کے نقصانات .1 دعوت کے منہج کو چھوڑنا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا موجب ہے:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَا تَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِیبَنَّ الَّذِینَ ظَلَمُوا مِنْکُمْ خَاصَّةً﴾ [الأنفال : ۲۵]" اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص کر صرف ان ہی لوگوں پر واقع نہیں ہو گا جنہوں نے ظلم کیا۔" سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: أَنَّ النَّبِیَّ صلي الله عليه وسلم دَخَلَ عَلَیْهَا فَزِعًا یَقُوْلُ: ((لَا إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَیْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، فُتِحَ الْیَوْمَ مِنْ رَدْمِ یَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهِ))، وَحَلَّقَ بِإِصْبَعَیْهِ الْإِبْهَامِ وَالَّتِیْ تَلِیْهَا فَقَالَتْ زَیْنَبُ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنُهْلَكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ؟ قَالَ: ((نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ))۔"[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) ان کے ہاں گھبرائے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا: لاالٰہ الااللہ! عربوں کی اس برائی سے ہلاکت ہو گی جو بالکل قریب آگئی ہے۔ آج کے روز یاجوج وماجوج کی دیوار میں اس قدر سوراخ ہو گیا ہے۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی سے حلقہ بنایا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ہلاک کردیے

[1] صحیح البخاری: ۳۵۹۸،۳۳۴۶۔ صحیح مسلم: ۲۸۸۰.

جائیں گے جبکہ ہم میں نیک لوگ بھی موجود ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں، جب خباثت زیادہ پھیل جائے گی۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یقیناً اللہ تعالیٰ اہل زمین پر اپنی سختیاں اتارتا ہے، حالانکہ ان میں نیک لوگ بھی موجود ہوتے ہیں، وہ بھی دوسروں کی ہلاکت کے ساتھ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا((يَا عَائِشَةُ، إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ إِذَا أَنْزَلَ سَطْوَتَهُ عَلٰى أَهْلِ نِقْمَتِهِ فَوَافٰى ذَالِكَ آجَالَ قَوْمٍ صَالِحِيْنَ، فَأُهْلِكُوا بِهَلَاكِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ وَأَعْمَالِهِمْ))"[1] اے عائشہ! بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ جب ان لوگوں پر اپنی سزا اتارتا ہے کہ جن کو سزا دینا ہوتی ہے تو وہ نیک لوگوں کا وقت بھی لے آتی ہے، سو وہ بھی ان کی ہلاکت کے ساتھ ہی ہلاک ہو جاتے ہیں، پھر وہ اپنی نیتوں اور عملوں پر اٹھائے جائیں گے۔

.2 "دعوت کے منہج کو چھوڑنا پورے معاشرے کی تباہی کا موجب ہے:

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَثَلُ القَائِمِ عَلٰى حُدُودِ اللّٰهِ وَالوَاقِعِ فِيهَا، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا عَلٰى سَفِينَةٍ، فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا، فَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ المَاءِ مَرُّوا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِي نَصِيبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَإِنْ يَتْرُكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِيعًا، وَإِنْ

[1] شعب الإيمان للبيهقي: ۷۱۹۳۔ صحيح الجامع: ۱۷۱۰۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة: ۱۶۲۲.

أَخَذُوا عَلٰى أَيْدِيهِمْ نَجَوْا، وَنَجَوْا جَمِيعًا))"[1] اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدود پر قائم ہو اور جو ان میں مبتلا ہو گیا ہو، ان لوگوں کی سی ہے جنہوں نے ایک کشتی کو قرعہ اندازی کے ذریعے تقسیم کر لیا۔ بعض لوگوں کے حصے میں اوپر والا طبقہ آیا جبکہ کچھ لوگوں نے نچلا حصہ لے لیا۔ اب نچلے حصے والوں کو جب پانی کی ضرورت ہوتی تو وہ اوپر والوں کے پاس سے گزرتے۔ انہوں نے خیال کیا کہ اگر ہم اپنے نچلے حصے ہی میں سوراخ کر لیں تو اچھا ہو گا، اس سے ہم اوپر والوں کے لیے اذیت کا باعث نہیں بنیں گے۔

اس صورتِ حال میں اگراوپر والے نیچے والوں کوان کے ارادے کے مطابق چھوڑ دیں توسب ہلاک ہو جائیں گے اور اگر وہ ان کا ہاتھ پکڑ لیں تو وہ بھی بچ جائیں گے اور دوسرے بھی محفوظ رہیں گے۔

.3"دعوت کے منہج کو چھوڑنا اللہ تعالیٰ کی لعنت کا موجب ہے:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:﴿لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ (78) كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾ [المائدۃ: ۷۸، ۷۹]"بنی اسرائیل کے کافروں پر داؤد (علیہ السلام) اور عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کی زبانی لعنت کی گئی، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے اور حد سے آگے بڑھ جاتے تھے۔ آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے؛ جو وہ کرتے تھے، روکتے نہیں تھے، یقیناوہ نہایت برا تھا جو کچھ بھی یہ کرتے تھے۔

.4"دعوت کے منہج کو چھوڑنا موت سے قبل عذاب کا باعث ہے:

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] صحیح الجامع: ۲۰۷۔ سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ:۶۹ .

((مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُونُ فِي قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي، يَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوا عَلَيْهِ، فَلَا يُغَيِّرُوا، إِلَّا أَصَابَهُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَمُوتُوا))"[1] جو بھی آدمی ایسی قوم میں موجود ہو کہ جن میں نافرمانی کے کام کیے جاتے ہوں اور وہ انہیں روکنے کی قدرت تو رکھتے ہوں لیکن روکتے نہ ہوں، تو اللہ تعالیٰ ان کی موت سے پہلے پہلے ان سب پر عذاب بھیج کر ہی رہتا ہے۔

.5"دعوت کے منہج کو چھوڑنا عبرت کا نشان بننے کا باعث ہے:

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:مُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَوا عَنِ الْمُنْكَرِ وَإِلَّا كُنْتُمْ أَنْتُمُ الْمَوعِظَاتُ۔"[2]نیکی کا حکم دیا کرو اور برائی سے روکا کرو، ورنہ تم ایسے ہو جاؤ گے کہ لوگ تمہیں دیکھ کر نصیحت پکڑیں گے۔

.6"دعوت کے منہج کو چھوڑنا ہر قسم کی خیر سے محرومی کا باعث ہے:

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں":ایسے شخص میں کیا دِینداری اور کونسی خیر و بھلائی رہ جاتی ہے جو اللہ کے محارم کو پامال ہوتا دیکھے، اس کی حدود کو ضائع ہوتا دیکھے، دِین سے لوگوں کی بیزاری اور سنتِ رسول سے رُوگردانی دیکھے لیکن اس کا دِل ٹھنڈا رہے اور اس کی زبان خاموش رہے۔ ایسا شخص گونگا شیطان ہوتا ہے، جس طرح کہ باطل کے حق میں بات کرنے والا؛ بولنے والا شیطان ہوتا ہے، دِین کے لیے آفت اور آزمائش

[1] صحیح ابن حبان: ۳۰۰۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۳۸۲۔ سنن ابن ماجہ: ۴۰۰۹. [2] الخلال فی الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر: ۴۴.

ایسے ہی لوگ بنتے ہیں۔[1]"

7.[دعوت کے منہج کو چھوڑنا دِل کو محبت الٰہی اور غیرت سے خالی کر دیتا ہے

:امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ": جب دِل سے غیرت چلی جاتی ہے تو اس سے محبت بھی چلی جاتی ہے بلکہ اس سے دِین بھی رخصت ہو جاتا ہے۔ غیرت ہی جہاد اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بنیاد ہے، اگر یہ دِل سے رخصت ہو جائے تو نہ ہی جہاد ہوتا ہے اور نہ ہی امر بالمعروف کا فریضہ ادا ہوتا ہے۔[2]"

---

[1] روضۃ المحبین: ۱/۲۷۴. [2] حاجۃ البشر للأمر بالمعروف: ۱۳۴.

گھریلو افراد کی تربیت و دعوت کا میدان

انسان پر اپنی ذات کی تربیت کے بعد سب سے اوّلیں ذِمہ داری اپنے گھر والوں کی اصلاح و تربیت کی عائد ہوتی ہے، کیونکہ وہ روزِ قیامت ان کے بارے میں جوابدہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اس کا تاکیدی حکم فرمایا ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴾ [التحریم: ٦) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچالو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں' اس آگ پر سخت دل اور بہت مضبوط فرشتے مقرّر ہیں' جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انہیں حکم دے' اور جس کام کا انہیں حکم دیا جاتا ہے اسے وہ فوراً بجالاتے ہیں۔'' سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((اَلرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْؤلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا))''[2] آدمی اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اور اس کی ذمہ داری کے متعلق اس سے

[2] صحیح البخاری: ۸۹۳۔ صحیح مسلم: ۱۸۲۹.

سوال کیا جائے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے متعلق پوچھا جائے گا۔" یعنی اگر بیوی بچوں میں کوئی شرعی کوتاہی اس بناء پر ہوئی کہ گھر کے سر براہ نے ان کی دِینی و اخلاقی تربیت ہی نہیں کی تھی، تو ان کا وبال اس پر بھی آئے گا، لہٰذا اس میدانِ دعوت کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے اور باہر کے میدان میں دعوت کے لیے نکلنے سے پہلے گھر کے میدان میں وقت لگانا چاہیے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقتاً فوقتاً گھر والوں کو تبلیغ کرتے ہی رہتے تھے، جیسا کہ سیدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات بیدار ہوئے تو فرمایا ((سُبْحَانَ اللّٰهِ، مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ، وَمَاذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ، أَيْقِظُوا صَوَاحِبَاتِ الْحُجَرِ، فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ))"[1]

سبحان اللہ ! آج رات کتنے فتنے نازل کیے گئے اور کتنے خزانے کھولے گئے۔ ان حجروں میں سونے والیوں کو جگاؤ، کیونکہ دنیا میں کپڑے پہننے والی بہت سی ایسی عورتیں ہوں گی جو آخرت میں برہنہ ہوں گی۔" جو شخص اپنی اہلیہ کی دِینی تربیت کرتا ہے یا جو عورت اپنے خاوند کو دِین کی راہ پر چلاتی ہے تو اس کی فضیلت یوں بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى، ثُمَّ أَيْقَظَ امْرَأَتَهٗ فَصَلَّتْ، فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ، وَرَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ، ثُمَّ أَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَصَلّٰى، فَإِنْ أَبٰى نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ))"[2] اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جس نے رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھی، پھر

[1] صحیح البخاری: ۱۱۵۔ [2] سنن النسائی: ۱۶۱۰۔ سنن أبی داود: ۱۳۰۸۔ سنن ابن ماجہ: ۱۳۳۶۔

اپنی بیوی کو جگایا، تو اس نے بھی نماز پڑھی، اور اگر اُس نے (اُٹھنے سے) انکار کیا تو اس نے اُس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اور (اسی طرح) اللہ تعالیٰ اس عورت پر بھی رحم فرمائے جس نے رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھی، پھر اپنے خاوند کو جگایا، تو اس نے بھی نماز پڑھی، اور اگر اس نے (اُٹھنے سے) انکار کیا تو اس نے اُس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔" اور اسی طرح جس شخص نے اپنی اولاد کی دِینی تربیت کی ہو گی وہ درحقیقت اپنی آخرت سنوار لے گا اور وہ اولاد اس کے لیے صدقہ جاریہ بن جائے گی، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ أَنّٰى لِي هٰذِهٖ؟ فَيَقُولُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ))"[1]

یقینا اللہ تعالیٰ نیک آدمی کا جنت میں ایک درجہ بلند فرما دیتا ہے، تو وہ آدمی کہتا ہے: اے میرے پروردگار! یہ درجہ مجھے کیسے ملا؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تیرے لیے تیری اولاد کے استغفار کرنے کی وجہ سے۔"

نورِ توحید پہلا مطلب.... توحید کا مفہوم

:اللہ تبارک وتعالیٰ کے تنہا لائق عبادت ہونے، عظمت وجلال اور صفات کمال میں واحد اور بے مثال ہونے اور اسمائے حسنیٰ میں منفرد اور نادرۂ روزگار ہونے کا علم رکھنے اور پختہ اعتقاد کے ساتھ اعتراف کرنے کا نام توحید مطلق ہے۔[1] ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ﴾ (البقرہ:۱۶۳) "اور تمہارا معبود ایک معبود ہے جس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔" علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات، اپنے اسماء، اپنی صفات اور افعال میں تنہا اور اکیلا ہے، چنانچہ نہ تو اس کی ذات میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہم نام ہے، نہ ہمسر، نہ ہی کوئی اس کے مثل و مشابہ اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی خالق اور مدبر ہے۔ جب بات ایسی ہے تو وہی اس بات کا حقیقی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے کسی کو شریک نہ کیا جائے۔[2] "

دوسرا مطلب.... توحید کے اثبات میں روشن دلائل

دعوت الی اللہ

:توحید کے اثبات پر کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں روشن براہین اور بے شمار واضح دلائل

[1] دیکھئے: القول السدید فی مقاصد التوحید للسعدی، ص: ۱۸۔ [2] تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ۶۰۔

ہیں، لیکن ان میں سے چند دلائل بطورِ نمونہ درج ذیل ہیں: ۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ () مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ () إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ﴾ (الذاریات: ۵۶ تا ۵۸) "اور میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے، میں ان سے کوئی روزی نہیں چاہتا اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں بے شک اللہ تعالیٰ ہی روزی رساں قوت والا مضبوط ہے۔" مفہوم یہ ہے کہ میں نے جن وانس کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری توحید کا اقرار کریں۔[1]

۲۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ﴾ (النحل: ۳۶) "اور ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا (یہ حکم دے کر) کہ میری عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو تو ان میں سے کچھ لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی اور کچھ لوگوں پر گمراہی ثابت ہو گئی۔" ان آیات میں اللہ عزوجل اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ اس کی حجت تمام اُمتوں پر قائم ہو چکی ہے اور کوئی بھی اگلی یا پچھلی اُمت نہیں ہے مگر اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک رسول مبعوث فرمایا ہے اور وہ سارے انبیاء ورسل ایک دعوت اور ایک دین پر متفق ہیں، اور وہ ہے تنہا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا جس کا کوئی شریک نہیں، پھر انبیاء کی دعوت کو تسلیم کرنے کے اعتبار

[1] الجامع لأحکام القرآن الکریم للقرطبی: ۱۷/ ۵۷۔

سے امتیں دو حصوں میں تقسیم ہو گئیں۔ ایک وہ جن کو اللہ نے ہدایت عطا فرمائی، چنانچہ ان اُمتوں نے رسولوں کی اتباع کی اور دوسرے وہ جن پر گمراہی ثابت ہو گئی، چنانچہ انھوں نے راہِ ہلاکت کی پیروی کی۔[1]

۳۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (الانبیاء: ۲۵) "اور ہم نے آپ سے قبل کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ میرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، لہٰذا میری ہی عبادت کرو۔" چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تمام رسولوں کی رسالت کا نچوڑ اور خلاصہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کا حکم دینا اور اس بات کی وضاحت کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی معبودِ حقیقی ہے اور اس کے علاوہ کی عبادت باطل ہے۔ [2] اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ﴾ (الزخرف: ۴۵) "اور آپ ہمارے ان رسولوں سے پوچھئے جنھیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا کہ کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ اور معبود مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے؟" ۴۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: ﴿وَقَضَى

رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾الاسراء:۲۳ "اور تمہارے رب نے صاف صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان (حسن سلوک) کرو۔"

[1] دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ۳۹۳۔ [2] جامع البیان عن تأویل آی القرآن للطبری، ۱۸/ ۴۲۷، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ۴۷۰۔

پس اللہ تعالیٰ نے توحید کا فیصلہ کرتے ہوئے، وصیت کرتے ہوئے، حکم دیتے ہوئے اور تاکیدی طور پر لازم کرتے ہوئے فرمایا: ( ) اور تمہارے رب نے دینی طور پر فیصلہ کر دیا ہے اور شرعاً لازم کر دیا ہے کہ ( ) تم زمین اور آسمان میں رہنے والوں میں سے، خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ کسی کی عبادت نہ کرو ( ) سوائے اسی (اللہ) کے، کیونکہ وہ تنہا، اکیلا، منفرد اور بے نیاز ہے۔[1] (يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ) (الاعراف:۵۹) "اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔" مطلب یہ ہے کہ تم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو، کیونکہ وہی خالق، رازق اور تمام معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے اور اس کے سوا جو بھی ہے وہ مخلوق اور محتاج ہے، اسے کسی معاملہ کا کوئی اختیار نہیں۔[2] ۶۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ﴾(البینہ:۵) "اور انھیں صرف اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اسی کے لیے دین کو خالص کر کے۔" ۷۔ اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: (قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ () لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾(الانعام:۱۶۳،۱۶۲) "آپ کہہ دیجیے کہ بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری

[1] دیکھئے: جامع البیان عن تأویل آی القرآن للطبری، ۱۷/ ۴۱۳۔ وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/ ۳۴۔ وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ۴۰۷۔ [2] دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ۲۵۵۔

موت اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہان کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلمان (تابع فرمان) ہوں۔" اللہ عزوجل نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ مشرکین سے کہہ دیں کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور اس میں مَیں جن چیزوں سے دوچار ہوں اور ان تمام میں اللہ جو کچھ بھی مجھ پر جاری کرے اور جو کچھ بھی میرے نوشتۂ تقدیر میں مقدر کرے، سب کچھ اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک عبادت نہیں، جیسا کہ اس کی بادشاہت اور اس کی تدبیر میں اس کا کوئی ساجھی وشریک نہیں، اسی بات کا مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے اور میں اس اُمت میں اپنے رب کا سب سے پہلا اقراری، یقین کرنے والا اور تابع فرمان ہوں۔[1] ۸۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: ((يَا مُعَاذُ! هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلىٰ عِبَادِهٖ؟)) ''....اے معاذ! کیا تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟'' انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا: '' اللہ اور اس کے رسول اس کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔'' تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((حَقُّ اللّٰهِ عَلىٰ عِبَادِهٖ أَنْ يَّعْبُدُوْهُ

وَلَا یُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا۔)) ''اللہ کا اپنے بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کریں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر چلے اور فرمایا : ((یَا مَعَاذُ! ہَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ إِذَا فَعَلُوْہُ۔)) ''اے معاذ! کیا تم جانتے ہو بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے، جب وہ ایسا کر لیں؟'' کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: '' اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔'' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ((حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ أَنْ لاَّ یُعَذِّبَ

[1] دیکھئے: جامع البیان عن تأویل آی القرآن للطبری: ۱۲/ ۲۸۳۔ وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ۲۴۵۔

مَنْ لاَّ یُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا۔)) ''....بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ اللہ اس شخص کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کرے۔[1]''یہ عظیم حدیث اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ اللہ کا حق اپنے بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عبادتیں مشروع قرار دی ہیں اور اس کے ساتھ اس کے علاوہ کسی کو شریک نہ کریں، نیز بندوں کا حق اللہ عزوجل پر یہ ہے کہ وہ اس شخص کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کچھ شریک نہ کرے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جس ثواب کے عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے، وہ ان کا اللہ تعالیٰ پر حق ہے اور یہ وہ حق ہے جو اللہ تعالیٰ کے قول حق اور سچے وعدہ کے بموجب ثابت ہوا ہے جس میں نہ تو خبر کے جھوٹ ہونے کا کوئی امکان ہے اور نہ ہی وعدہ خلافی کا کوئی اندیشہ، بلکہ یہ وہ حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر از روئے فضل و کرم اپنی ذات پر واجب کر لیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی ذات پر اپنے مومن بندوں کے لیے ایک حق اسی طرح واجب کر لیا ہے جس طرح اپنی ذات پر ظلم کو حرام کر لیا ہے، اسے کسی مخلوق نے اللہ پر لازم نہیں کیا ہے، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوقات پر قیاس کیا جاسکتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور عدل کے فیصلہ سے اپنی ذات پر رحمت لکھ لی ہے اور اپنے آپ پر ظلم کو حرام کر لیا ہے۔[2] ۹۔ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے....)): فَإِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلٰہَ إِلاَّ اللّٰہُ، یَبْتَغِي

[1] متفق علیہ : صحیح بخاری کتاب اللباس، باب ارداف الرجل خلف الرجل: ۷/ ۸۹۔ حدیث نمبر: ۵۹۶۷۔ ومسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنتہ قطعًا: ۱/ ۵۸، حدیث نمبر: ۳۰۔ مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں۔ حدیث نمبر: ۲۸۵۶ و۶۵۰۰۔ [2] دیکھئے: المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم للقرطبیّ: ۱/۲۰۳۔ وشرح النووی علی مسلم: ۱/ ۳۴۵۔ ومجموع فتاویٰ ابن تیمیۃ: ۱/۲۱۳۔

بِذٰلِکَ وَجْہَ اللّٰہِ۔.... ''[1] ((بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو آگ پر حرام قرار دیا ہے جو لاالٰہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہو اور اس سے اللہ کی رضا چاہتا ہو۔''

[1] متفق علیہ : بخاری، کتاب الصلاۃ، باب المساجد فی البیوت: ۱/ ۱۲۵، ح: ۴۲۵۔ ومسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب الرخصۃ فی التخلف عن الجماعۃ بعذر: ۱/ ۴۵۵، ح: ۳۳۔

انسان اپنے اعمال کا مر ہون منت ہے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے اثرات اس کی زندگی میں ظاہر ہوتے ہیں، خواہ اس کا یہ عمل اچھا ہو یا برا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ (فصلت :۴۶) جو نیک کام کرے گا تو اپنے لیے اور جو بُرے کرے گا تو ان کا ضرر اسی کو ہو گا اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔ لیکن ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نیک عمل پر اچھا بدلہ دیتے ہیں، فرمایا: ﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ۔لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ﴾ (الجاثیہ: ۴۴-۴۵) جس شخص نے کفر کیا تو اس کے کفر کا نقصان اُسی کو ہے اور جس نے نیک عمل کیے تو ایسے لوگ اپنے ہی لیے آرام گاہ درست کرتے ہیں۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن کو اللہ اپنے فضل سے بدلہ دے گا بے شک وہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ انسان کی طبیعت میں تو اسلام اور اطاعت و فرمانبرداری ہے، جس سے اسے روحانی تسکین بھی حاصل ہوتی ہے جب کہ نافرمانی کے کام شیطان کی اغواکاری اور بہکاوا ہے۔ سب لوگ اللہ تعالیٰ کی ابتدائی تخلیق میں اہل ایمان اور اعمالِ صالحہ کے پیکر اور اطاعت گزار

تھے۔ مگر شیاطین نے انہیں سر کشی میں مبتلا کیا، آپس میں اختلاف کرنے لگے اور راہیں الگ ہو گئیں، فرمایا: ﴿قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْم بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلاَ تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِيْنَ﴾ (الاعراف:۱۶-۱۷) (پھر) شیطان نے کہا کہ تو نے مجھے ملعون کیا ہی ہے میں بھی تیرے سیدھے رستے پر ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے بیٹھوں گا۔ پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے (غرض کہ ہر طرف سے) آؤں گا (اور ان کی راہ ماروں گا) اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔ اتنا تو علم ہو گیا کہ نافرمانی کی جملہ اقسام شیطانی ہتھکنڈے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ شیطان کن راستوں اور حیلوں سے حملہ آور ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جب بیماری کی تشخیص ہو جائے تو اس کے لیے دوا کا تجویز کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس طرح جب گناہ کے اسباب معلوم ہو جائیں تو ان کا تدارک اور مداوا آسان ہو جاتا ہے۔ ذیل میں کچھ ان اسباب کا بیان ہے جن کی وجہ سے انسان سے گناہ سر زد ہو جاتے ہیں

۱۔ غیر اللہ کے ساتھ دل لگانا، اور اس کی محبت کو دل میں جگہ دینا؛ یہ آخر کار شرک کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔

۲۔ قوت غضب وغصہ کی پیروی: جس کے نتیجہ میں ظلم رونما ہوتا ہے، اور اس کی آخری حد کسی کو قتل کر دینا ہے۔

۳۔ قوتِ شہوت کی پیروی: جس کی وجہ سے فحاشی کا ارتکاب کیا جاتا ہے، اور اس کی آخری حد زنا میں واقع ہونا ہے، العیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں اسباب کو ایک آیت میں جمع کیا ہے، فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهاً آخَرَ وَلَا

يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَاماً﴾ (الفرقان: ٦٨) "اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو نہیں پکارتے، اور نہ ہی کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں، جس کا قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہو، اور نہ ہی وہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ اپنے گناہ کو پالے گا۔" یہ تینوں گناہ ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ اور کسی بھی قوم کو اللہ تعالیٰ نے گناہ کے بغیر ہلاک نہیں کیا؛ سو جب گناہ حد سے بڑھ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا عذاب دینے کا وعدہ سچ ثابت ہونے کا وقت آجاتا ہے۔ سو اسی لیے کئی اقوام کو چیخ سے، کئی ایک کو تند آندھی سے، بعض کو غرق کر کے، اور بعض پر آسمانوں سے پتھر برسا کر ہلاک کیا۔ ان کے علوم، جیسے پتھر تراش کر گھر بنانا، زمین کے نیچے پانی اور اس کے میٹھے یا کڑوا ہونے کا پتہ لگانا، کیمیا گری ان سے چھین لیے گئے؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوْا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ) (النمل: ٥٢) "یہ ان کے گھر ہیں خالی پڑے ہوئے، ان کے گناہ کرنے کی وجہ سے، بے شک اس میں اہل علم کے لیے نشانیاں ہیں۔" اعاذنا اللہ من شرور المعاصی؛ آمین.....!

گناہوں کی اقسام

ہمیں اس بارے میں لازمی معلوم ہونا چاہیے کہ انسانی اخلاقیات اور اوصاف مختلف قسم کے ہیں، لیکن گناہ کے کاموں کا خلاصہ چار صفات میں ہے: ☆

ربوبیت کی صفات:

اس کی وجہ سے تکبر اور فخر پیدا ہوتا ہے، اور انسان اپنی تعریف، مدح اور عزت کو پسند کرتا ہے۔ اور دوسروں پر غالب رہنا چاہتا ہے۔ یہ انتہائی ہلاکت خیز گناہ ہیں جن سے لوگ غافل ہیں اور بعض لوگ تو سرے سے ان باتوں کو گناہ سمجھتے ہی نہیں۔ ☆

شیطانی صفات:

ان کی وجہ سے حسد، بغض، کینہ، مکاری، حیلہ بازی، دھوکہ دہی، فریب، نفاق اور فساد جیسی برائیاں جنم لیتی ہیں۔

حیوانی صفات:

ان کی وجہ سے ہر قسم کا شر، اور اپنی شہوت پوری کرنے کی حرص جنم لیتی ہے۔ زنا، اغلام بازی، چوری اور حقوق کا مارنا ان ہی صفاتِ رذیلہ کی بنا پر ہوتا ہے۔ ☆

درندگی کی صفات:

ان کی وجہ سے غصہ، حقد، قتل، مار دھاڑ اور لوٹ مار جنم لیتے ہیں۔ یہ صفات انسانی فطرت میں بتدریج پروان چڑھتی ہیں۔ سب سے پہلے حیوانی صفات غالب آتی ہیں، پھر اس کے بعد درندہ صفات اور اس کے بعد شیطانی صفات اور اس کے بعد ربوبیت کی صفات۔ یہی تمام گناہوں کی جڑ اور منبع ہیں۔ اور تمام تر گناہ اسی منبع سے تمام انسانی اعضا میں پھوٹتے ہیں۔ ان میں سے بعض گناہ دل میں گھر کر جاتے ہیں، جیسے کفر، بدعت، نفاق اور پوشیدہ برائیاں۔ بعض گناہ آنکھوں میں ہوتے ہیں، اور بعض گناہ زبان میں، بعض پیٹ، شرمگاہ، ہاتھوں اور بعض پاؤں میں ہوتے ہیں۔ اور بعض گناہ سارے بدن میں ہوتے ہیں۔ یہ بات انتہائی واضح ہے جس کی تفصیل بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر ان میں سے کچھ گناہ ایسے ہوتے ہیں جن کا تعلق انسانوں سے ہوتا ہے، اور کچھ کا تعلق اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہوتا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " اللہ کے ہاں دیوان (لوگوں کے نامہ اعمال کے دفتر) تین طرح کے ہیں: ایک دیوان وہ ہے جس میں سے اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کی پروا نہیں کرتے، اور دوسرا دیوان وہ ہے جس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ بھی نہیں بخشے گا۔ اور تیسرا دیوان وہ ہے جس میں کچھ بھی نہیں چھوڑے گا۔ ") مسند احمد حدیث: ۲۴۰)وہ دیوان جسے اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کریں گے، وہ شرک کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ (المائدہ: ۷۲) "اور بے شک جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا، اللہ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔" وہ دیوان جس کی اللہ تعالیٰ ذرا بھر بھی پروا نہیں کرتے وہ انسان کا اپنے نفس پر ایسا ظلم ہے جس کا تعلق انسان اور اس کے رب کے درمیان ہو۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اس سے صرف نظر کرتے ہوئے اسے معاف کر دے۔ اور تیسرا دیوان جس میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑے گا وہ لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے، اس کا بدلہ لازمی طور پر چکایا جائے گا۔" دیکھئے: مختصر منہاج القاصدین ۲۹۶****

انسان کے نفس پر گناہوں کے اثرات

دل کا اطمینان، گھر میں سکون و راحت، آپس میں پیار و محبت، صحت و عافیت اور ذہنی سکون وہ نعمتیں ہیں جن کا شمار اور صحیح قدر و قیمت کا اندازہ لگانا ہر ایک کے لیے ناممکن ہے۔ نیک اعمال کرنے سے ان نعمتوں کو بقاء اور دوام ملتا ہے، اور گناہ کرنے پر یہ نعمتیں سلب کر لی جاتی ہیں۔ انسان کا گناہ خواہ اس کی ذات تک محدود ہو، یا دوسرے لوگ بھی اس میں شامل ہوں، ہر حال میں جس طرح نیک اعمال کے نتائج و اثرات ظاہر ہوتے ہیں، ایسے ہی بد اعمال کے بھی نتائج اور اثرات ہیں، اور ان پر جزا و سزا مرتب ہوتے ہیں۔ ان میں بعض اثرات اس دنیا کی زندگی میں ہی ظاہر ہو جاتے ہیں، اور بعض کو آخرت تک کے لیے مؤخر کر دیا جاتا ہے۔ کبھی تو ہم ان

اثرات کو دیکھ کر سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ہمارے فلاں عمل کا نتیجہ ہے، اور کبھی کام کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اسے عادت کے مطابق معمول کا حصہ سمجھ کر ٹال دیتے ہیں، یا اس کا سامنا کرتے ہیں۔ اگر ہمیں سمجھ آجائے تو یہ اللہ کا ایک بہت بڑا فضل ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے، وہ ہمیں توبہ کی طرف ہدایت دینا چاہتا ہے۔ اور اگر اس کی وجوہات کو نہ سمجھ پائیں، اور نہ ہی سمجھنے کی کوشش کریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے دلوں کو تالے لگ چکے ہیں۔ بہر حال اسے سمجھنے کے لیے ہی آئندہ سطور تحریر کی جارہی ہیں، اللہ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ بہت سارے لوگ جو دل کی سختی، برکت کے خاتمہ، شیطانی وسوسوں، دنیا میں مشغولیت اور آخرت سے غفلت کی شکایت کرتے ہیں، اصل میں یہ سب گناہ ہی کی وجہ سے تو ہے، اور ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو بھول گئے ہیں:

(وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلاً عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ﴾ (ابراہیم: ۴۲) "

اور آپ اللہ تعالیٰ کو اس چیز سے غافل نہ سمجھیں جو کچھ یہ ظالم لوگ کرتے ہیں، بے شک ہم انہیں اس دن تک مہلت دیتے ہیں جب آنکھیں پھٹی ہوئی رہ جائیں گی۔" گناہ اور برائیاں ایسی مہلک بیماریاں ہیں جن سے معاشرے اور قومیں ہلاک و برباد ہو جاتے ہیں اور منکرات و معاصی یا برائیوں کے راستے بند کرنے اور ان کا خاتمہ کرنے میں کمی و کوتاہی برتنا اللہ کے عذاب و عقاب کے نازل ہونے کا اہم سبب ہے، چنانچہ ام المومنین ام الحکم زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ کلمات نکل رہے تھے: ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ مِثْلَ هٰذِهِ، وَحَلَّقَ بِاِصْبَعِهِ الْاِبْهَامِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ، قَالَ نَعَمْ، اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ)) [بخاری ۳۱۶۸ مسلم ۲۸۸۰] "اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، ہلاکت ہے عربوں کے لیے اس شر سے جو قریب آگیا ہے، آگے فرمایا: آج یاجوج ماجوج کی دیوار سے اتنا سا سوراخ کر دیا گیا ہے، اور سوراخ کی مقدار بتانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے اور انگشت شہادت کو باہم ملا کر گول دائرہ بنایا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے جبکہ ہمارے مابین بکثرت نیک و صالح لوگ موجود ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں، جب "خبث" کی کثرت ہو گی۔" خبث سے مراد: " فسق و فجور اور گناہوں کی کثرت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: " اللہ تعالیٰ کچھ خاص لوگوں کے گناہوں کی سزا عامۃ الناس کو نہیں دیتا، یہاں تک کہ وہ اپنے مابین منکرات اور برائیاں دیکھیں اور وہ اس سے منع کرنے کی طاقت بھی رکھتے ہوں؛ مگر اس کے باوجود وہ اس سے نہ روکیں، اور نہ ہی اس کا سد باب کریں؛ اگر ایسا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ پھر خاص و عام سب کو عذاب دیتا ہے۔" [مسند أحمد ۱۷۷۵۶، صحیح] نیز: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: " جب کسی قوم میں گناہوں کا ارتکاب ہو اور وہ ان کا سد باب کرنے کی طاقت بھی رکھتے ہوں مگر ایسا نہ کریں تو پھر قریب ہے کہ اللہ تمام لوگوں کو عمومی عذاب میں مبتلا کر دے

گا۔ [ابوداؤد ۴۳۳۸/ صحیح] سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعض علاقوں کے گورنروں کو خط لکھا جس میں حمد و ثنا کے بعد لکھا " کسی قوم میں اگر برائی عام ہو جائے اور اس کے نیک لوگ دوسروں کو منع نہ کریں تو اللہ انہیں اپنی طرف سے کسی عذاب میں مبتلا کر دے گا یا اپنے بندوں میں سے جس کے ہاتھوں چاہے لوگوں کو مبتلائے عذاب کر دے گا اور جب تک باطل پرستوں کی سرکوبی اور حرمتوں کے ساتھ کھیلنے والوں کا قلع قمع کرنے والے موجود رہیں گے، لوگ عذابوں اور سزاؤں سے محفوظ رہیں گے۔" دین میں کمزوری دکھانا، اور آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے منع نہ کرنا لعنت کے استحقاق اور ارحم الراحمین کی رحمت سے دوری کے بڑے اسباب میں سے ہے۔ لوگ اپنے اعمال کے انجام سے غافل ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اپنے علم اور بصر سے ہر ایک چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ذیل میں چند ایک گناہوں کے اثرات تحریر کیے جا رہے ہیں تاکہ انسان انہیں سمجھ کر اپنے نفس کا محاسبہ اور پھر گناہ سے توبہ کرے۔

۱۔ جرم کا ارتکاب:

گناہ کا اثر ایک تو وہ بڑا فرق ہے جو اللہ کے ہاں نیک اور بد کے درمیان ہے، خود لوگوں کی نظروں میں بھی یہ فرق کسی بیان کا محتاج نہیں۔ ہر مذہب اور معاشرہ کے لوگ نیک و کار کی تعریف اور بدکار کی مذمت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ الجاثیہ: ۲۱ "کیا وہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں جنہوں نے گناہ کمائے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی مانند کر دیں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، ان کی زندگی اور موت برابر ہو؟ سو بہت ہی بری بات ہے جس کا وہ فیصلہ کرتے ہیں۔" ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ مجرمین کی صف میں شمار کرتے ہیں، اگر توبہ نہ کی تو روزِ محشر انجام بھی مجرموں کے ساتھ ہوگا، فرمایا:
﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ﴾ (القلم: ۳۵) "کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح کر دیں۔"

۲۔ خواہش نفس کا غلبہ

نفس پرستی کے سامنے عاجزی، قوت ارادی اور عزیمت کا خاتمہ اور حوصلوں کی پستی گناہ کے اثرات میں سے ہے۔ یہ اس لیے برا ہے کہ خواہش پرست اور حیوان کے درمیان کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ دونوں ہی اپنی خواہش کے لیے جاتے ہیں۔ گناہ اس وقت تک صادر نہیں ہوتا جب تک غفلت اور شہوت کا غلبہ نہ ہو جائے۔ کیوں کہ شہوت پرستی ہی تمام برائیوں کی جڑ اور بنیاد ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ

عَیْنَاکَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیَاةِ الدُّنْیَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ہَوَاہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطاً﴾ (الکھف: ۲۸) ’’اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رکھا کریں جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے ہیں، اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں؛ خبردار آپ کی نگاہیں ان سے نہ ہٹنے پائیں کہ دنیوی زندگی کی زینت میں لگ جاؤ۔ اور اس کا کہنا بھی نہ مانیے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے، اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہوا ہے، اور جس کا معاملہ حد سے گزر چکا ہے۔‘‘

۳۔ بندے اور رب کے درمیان پردہ:

مومن کے لیے دنیا اور آخرت کی سب سے بڑی خوشی آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، اسی لیے دنیا میں وہ محنت کرتا ہے، اور آخرت میں اس کا مشتاق اور طلب گار رہے گا؛ مگر گناہ گار کو یہ دیدار الٰہی نصیب نہیں ہو گا جب تک وہ سچی توبہ نہ کرلے: ﴿کَلَّآ اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ (الانشقاق: ۱۵) ’’ہرگز نہیں، بے شک آج کے دن وہ اپنے رب سے پردہ میں رہیں گے۔‘‘

۴۔ دل میں خوف اور بے چینی:

﴿سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ﴾ (آل عمران: ۱۵۰) ’’

ہم عنقریب ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے جنہوں نے کفر کیا۔‘‘

۵۔ معاشی پریشانیاں:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَةً ضَنْکاً﴾ (طٰہٰ: ۱۲۴) ’’اور جو کوئی میری یاد سے روگردانی کرے گا، پس بے شک اس کے لیے زندگی بہت تنگ کر دی جائے گی۔‘‘

۶۔ دل کی سختی اور اندھیرا:

ایمان اور اطاعت اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ وہ نور ہیں جن سے مومن اس دنیا میں بھی استفادہ کرتا ہے، اور آخرت میں بھی پل صراط پار کرنے کے لیے یہ نور کام آئے گا: ﴿وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قَاسِيَةً﴾ (المائدہ: ۱۳'') اور ہم نے ان کے دلوں کو بہت سخت کر دیا۔''

۷۔ گناہ کا زنگ:

جس طرح لوہا اگر نمی میں پڑا رہے تو اسے زنگ لگ جاتا ہے، ایسے ہی انسان کے دل پر گناہ کرتے رہنے سے اس کا زنگ لگ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿كَلَّا بَلْ سكتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (المطففین: ۱۴) ''ہر گز نہیں، ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ لگ چکا ہے۔'' اس کا علاج اللہ تعالیٰ کی یاد اور کثرت سے اس کا ذکر، توبہ واستغفار ہے۔ انھی امور سے یہ زنگ ختم ہوتا ہے دل میں چمک اور نور پیدا ہوتے ہیں۔

۸۔ دلوں کا پردہ:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا﴾ (الانعام: ۲۵) ''اور ہم نے اُن کے دلوں پر تو پردے ڈال دیے ہیں کہ اُن کو سمجھ نہ سکیں اور کانوں میں بوجھ پیدا کر دیا ہے (کہ سن نہ سکیں) اور اگر یہ تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی تو اُن پر ایمان نہ لائیں۔'' یہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان گناہ میں منہمک ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں، جس کی وجہ سے خیر وشر کی معرفت کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ ہدایت کی راہیں بند ہو جاتی ہیں، کبھی انسان اس چیز کو خود بھی محسوس کرتا ہے، اور شعوری یا لاشعوری طور پر اس کا اقرار بھی کرتا ہے؛ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ﴾ (البقرہ: ۸۸) ''اور وہ کہنے لگے ہمارے دلوں پر پردے ہیں۔ اس کا علاج اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور وفکر اور کثرت سے قرآن کی تلاوت، اس کے ترجمہ اور معانی کو سمجھنا، اور پھر اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کرنا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيَاتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا﴾ (الکہف: ۵۷) ''اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جسے اس کے رب کے کلام سے سمجھایا گیا تو اُس نے اس سے منہ پھیر لیا اور جو اعمال وہ آگے کر چکا اُسے بھول گیا، ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں کہ اُسے

سمجھ نہ سکیں اور کانوں میں بوجھ (پیدا کر دیا ہے کہ سن نہ سکیں) اور اگر تم ان کو راستے کی طرف بلاؤ تو کبھی راستے پر نہ آئیں گے۔"

۹۔ چہرے کی سیاہی:

چہرہ کی رونق وتابانی، جاذبیت وکشش، درخشندگی وتازگی، نور وجمال اور اس کے نورانی آثار اللہ تعالیٰ کی ان بڑی نعمتوں میں سے ہیں جن کا الفاظ میں بیان کرنا میرے بس میں نہیں۔ ایسا ہزار بار مشاہدہ میں آتا ہے کہ کسی انسان کو ایک نظر دیکھنے سے ہی خیر اور بھلائی کی توقع کی جاتی ہے، اور کتنے چہرے نظر پڑتے ہی برائی اور شر کے آثار جھلکتے نظر آتے ہیں۔ جب انسان گناہوں میں مگن ہو جاتا ہے تو یہ تمام نعمتیں ختم کر دی جاتی ہیں، چہرہ بے رونق وبے نور ہی نہیں ہوتا بلکہ سیاہ پڑ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ﴾ (آل عمران:۱۰۶) "سو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوئے انہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا۔"

۱۰۔ دنیا میں سخت پکڑ اور آزمائش سے دوچار ہونا:

اس میں کوئی شک نہیں کہ گنہگار جب توبہ نہیں کرتا تو اللہ اسے اپنی نصرت وحمایت سے بری کر دیتے ہیں؛ انسان ہر طرح آزمائشوں اور پریشانیوں کا شکار ہو جاتا ہے، اور شیطان اسے مختلف مصیبتوں میں ڈال دیتا ہے۔ فرمایا: (فَلْيَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ (النور:۶۳) "جو لوگ آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔"

۱۱۔ آخرت میں عذاب:

مومن وکافر اور ان کے سواء جتنی بھی آخرت پر ایمان رکھنے والی قومیں اور مذاہب ہیں، خواہ وہ اسے تناسخ اَرواح کا نام دیں یا اگلے جنم، موت کے بعد دوبارہ زندگی سے تعبیر کریں یا کچھ بھی کہہ لیں، ان میں سے ہر ایک کا عقیدہ ہے کہ جو بھی اور جیسا بھی عمل اس دنیا میں کر لیا جائے گا آخرت میں اس کے مطابق بدلہ ملے گا۔ یہ معاملہ نیکی، بدی اور خیر وشر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی﴾ (طه:۴۸) "بے شک ہماری طرف یہ وحی آئی ہے کہ جو جھٹلائے اور منہ پھیرے اُس کے لیے عذاب (تیار) ہے۔" اور فرمایا: ﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ

﴿خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ (التغابن: ۱۰) "اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی اہلِ دوزخ ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔"

۱۲۔ گناہ سے نعمتیں ختم اور آزمائشیں شروع ہو جاتی ہیں:

گناہ کرنے سے انسان پر نعمتیں ختم اور آزمائشیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ﴾ (الشوریٰ: ۳۰) "اور تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا بدلہ ہے، اور وہ بہت سی باتوں سے در گزر فرمالیتا ہے۔"

۱۳۔ قبول حق کی توفیق کا سلب ہونا:

اپنی خواہش نفس کی وجہ سے حق بات کا رد کرنا ایسا معاملہ ہے جس کے بارے میں روزِ قیامت ضرور پوچھ گچھ ہو گی۔ اور حق اسی وقت رد کیا جاتا ہے جب انسان کا دل خواہشات سے بھر گیا ہو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ (الانعام: ۱۱۰) "اور ہم اُن کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے (تو) جیسے یہ اس (قرآن) پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے؛ اور ان کو چھوڑ دیں گے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

"۱۴۔ نفسیاتی اور جسمانی امراض:

ان کے ساتھ دل کی تنگی اور گمراہی اور بد بختی کا لازم ہونا: گناہ کے سب سے خطرناک آثار میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے نتیجہ میں بہت ہی بُرے اور خطرناک قسم کے روحانی اور بدنی امراض جنم لیتے ہیں۔ اور انسان نفسیاتی دباؤ کا شکار رہنے لگتا ہے جس کی وجہ سے انسان تنگی، سستی اور عاجزی محسوس کرتا ہے۔ اور اس کے سامنے خیر کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں، شر کے دروازے کھل جاتے ہیں، اور انسان اب اس حالت سے اگر نکلنا بھی چاہے تو اس کا کوئی راستہ نہیں پاتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَمَنْ يُّرِدْ أَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقاً حَرَجاً كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (الانعام: ۱۲۵) "اور جسے چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے، اس طرح اللہ اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے، عذاب بھیجتا ہے۔"

۱۵۔ نعمتوں کا زوال:

جیسا کہ شکر ادا کرنے سے نعمتیں بڑھتی ہیں اور انہیں دوام نصیب ہوتا ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور ناشکری کرنے سے یہ نعمتیں ختم ہو جاتی ہیں، اور ان کا وجود باقی نہیں رہتا؛ فرمان الٰہی ہے: ﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ﴾ (ابراہیم: ۷) "اگر تم میری شکر گزاری کرو گے، میں تمہیں اور زیادہ دوں گا، اور اگر میری نعمتوں کا کفر کرو گے تو جان لو کہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔"

۱۶۔ مخلوق کے دل میں نفرت و بغض اور جہنم کے عذاب کا استحقاق:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْراً وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرّاً وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَآءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ، أَنْتُمْ شُهَدَآءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ۔)) [متفق علیہ) جس کے لیے تم بھلائی کی تعریف کرو، اس کے لیے جنت واجب ہو گئی، اور جس کی تم برائی بیان کرو، اس کے لیے جہنم واجب ہو گئی۔ تم اس زمین میں اللہ کے گواہ ہو، تم اس زمین میں اللہ کے گواہ ہو، تم اس زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔"

۱۷۔ اللہ کا غضب اور ایمان کا نقصان:

﴿فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَىٰ غَضَبٍ﴾ (البقرۃ: ۹۰) "وہ غضب پر اللہ کا غضب کما لائے۔

۱۸۔ گناہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں انسان کی ذلت کا باعث بنتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ ﴾ (الحج: ۱۸) اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کر دیں اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔"

۱۹۔ گناہ سے ذلت انسان کا مقدر بن جاتی ہے:

گناہ سے ذلت انسان کا مقدر بن جاتی ہے، کیوں کہ ہر قسم کی عزت وعظمت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (منافقون:۸) "حالانکہ عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی اور مومنوں کی لیکن منافق نہیں جانتے۔"

۲۰۔ ملائکہ اور مرسلین کی دعاؤں سے محرومی کا اصل سبب گناہ ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿الَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ...﴾ (الغافر:۷) "فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں، اور جو اس عرش کے ارد گرد ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ بیان کرتے ہیں اور اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور مومنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں...

"۔۲۱۔ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان کو بھلا دیتے ہیں:

گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان کو بھلا دیتے ہیں جس کی وجہ سے انسان ہر قسم کی خیر و برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔ فرمایا: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ (الحشر:۱۹) "اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے اللہ کو بھلایا، اللہ نے ان کے لیے اپنے نفسوں کو بھلا دیا؛ سو یہی لوگ پکے فاسق ہیں۔"

۲۲۔ گناہ کی وجہ سے انسان کا حقیر ہو جانا:

گناہ کی وجہ سے انسان کا نفس حقیر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا﴾ (الشمس ۹۱۰) "وہ کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اسے گناہوں میں ملوث کیا۔"

۲۳۔ اعضا کی خیانت اور ان کی مدد سے محرومی:

عین ضرورت کے وقت انسان کے اعضا کی خیانت اور ان کی مدد سے محرومی؛ فرمایا: ﴿فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْئِدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (الاحقاف:۲۶)

اور انہیں ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور دل کچھ بھی کام نہ آئے ، جبکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرنے لگے ، اور جس چیز کا مذاق اڑایا کرتے تھے ، وہی ان پر الٹ گئی۔"

۲۴۔ دنیا میں رزق میں تنگی اور بے اطمینانی و بے چینی اور آخرت میں برا انجام یعنی اندھا کر کے اٹھایا جانا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَعْمٰی٥ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا٥ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰی﴾(طہ ۱۲۴ ۱۲۶) " اور جو کوئی میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی، اور ہم اسے قیامت والے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے کیوں اندھا اٹھایا ہے، حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا۔ (جواب میں) کہا جائے گا: ایسے ہی تیرے پاس میری آیات بھی پہنچی تھیں، تو نے ان کو بھلا دیا تھا، پس اسی طرح آج تجھے بھلا دیا جائے گا۔"

۲۵۔ اعمال صالحہ پر مقرر فرشتوں کی صحبت سے محرومی

:اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ دو ملائکہ مقرر کر رکھے ہیں جو انسان کے اعمال کو لکھ کر محفوظ کرتے ہیں؛ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ٥ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ (الانفطار ۱۱۔۱۲) "عالی قدر لکھنے والے۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں۔" جو نیکو کار لوگ ہوتے ہیں انہیں یہ فرشتے خوش خبریاں سناتے ہیں، اور بدکار و بدبخت لوگ اس سے محروم رہتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾(فصلت:۳۰ ") بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، اور پھر وہ اس پر ڈٹ گئے ، ان پر ملائکہ نازل ہوں گے ، نہ ہی تم گھبراؤ اور نہ غم کھاؤ، اور تمہیں اس جنت کی خوشخبری ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)) :إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ مِنْهُ الْمَلَكُ مِنْ نَتْنِ رِیْحِهِ۔)) [ترمذی/ حسن "[جب انسان جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو کی وجہ سے ساتھ والا فرشتہ دور ہٹ جاتا ہے۔"

۲۶۔ علم سے محرومی:

چونکہ علم ایک ایسا نور ہے جسے اللہ تعالیٰ انسان کے دلوں میں ڈالتے ہیں اور گناہ اس نور کو بجھا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَیُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴾ (البقرہ:۲۸۲) "اللہ سے ڈرو اللہ تمہیں علم عطا کریں گے

،اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے جاننے والے ہیں۔"جب تقویٰ کی جگہ نافرمانی اور گناہ لے لیں تو علم اٹھ جاتا اور جہالت باقی رہ جاتی ہے۔ امام شافعی نے اپنے مشہور قصیدہ میں اسی چیز کو نقل کیا ہے؛فرمایا ((شكوت إلى وكيع سوء حفظي فأرشدني إلى ترك المعاصي وأخبرني بأن العلم نور ونور الله لا يعطى لعاصي۔)) "میں نے وکیع (بن جراح امام شافعی کے استاد) کے پاس حافظہ خراب ہونے کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے ہدایت کی کہ معاصی ترک کر دی جائیں اور انہوں نے مجھے بتایا کہ علم ایک نور ہے۔ اور اللہ کا نور گنہگار کو نہیں دیا جاتا۔

۲۷۔ وحشت اور خوف کا طاری رہنا:

عام لوگوں سے بھی انسان کو ایک خوف سا رہتا ہے، اور خاص کر اہل خیر اور اہل علم سے انسان کو بہت خوف محسوس ہوتا ہے، اور انسان ان کی صحبت کی برکت سے محروم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (النور:۵۰) "کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا (یہ) شک میں ہیں یا ان کو یہ خوف ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے حق میں ظلم کریں گے؟ (نہیں) بلکہ یہ خود ظالم ہیں۔"

۲۸۔ کاموں میں رکاوٹ:

جب بھی وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے سامنے تمام تر راہیں بند پاتا ہے، یا وہ کام اس کے لیے اتنا دشوار ہو جاتا ہے کہ وہ اسے بجالانے سے محروم رہتا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے پرہیزگار انسان کے لیے تمام تر راہیں آسان سے آسان تر ہوتی جاتی ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ٥ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ٥ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی﴾ (اللیل۸۱۰) "اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا رہا۔ اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا۔ اسے ہم سختی میں پہنچائیں گے۔"

۲۹۔ بصیرت سے محرومی:

گناہوں کے سبب انسان کی بصیرت ختم ہو جاتی ہے۔ دیکھتے بوجھتے بھی اسے کسی چیز کی کچھ سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ﴾ (الحج:۴۶ "بے شک ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہیں، لیکن ان کے دل اندھے ہیں، جو سینوں میں ہیں۔"

۳۰۔اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور پکڑ کا شکار ہونا

:اللہ تعالیٰ کی تدبیر اوراس کی پکڑ کا شکار ہو کر عذاب میں مبتلا ہونا,فرمایا: ﴿ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ﴾ (آل عمران:۵۴)''وہ چال چلے اور اللہ بھی چال چلااور اللہ خوب چال چلنے والا ہے۔''

۳۱۔گناہ آپس میں جڑے ہوتے ہیں:

گناہ آپس میں ایک دوسرے کو جنم دیتے ہیں,ایک سے دوسرے کی پیوندکاری روبہ عمل میں آتی ہے اور آخر کار انسان پر ان گناہوں کاترک کر دینابہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔فرمایا: ﴿ وَجَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ﴾ (الشوری:۴۰)''اور بُرائی کا بدلا تو اسی طرح کی بُرائی ہے۔''

۳۲۔گناہ سے بدن اور دل کمزور ہو جاتے ہیں:

گناہ سے انسان کا بدن اور دل کمزور ہو جاتے ہیں۔ مومن کی تمام تر قوت اس کے دل میں ہوتی ہے۔ جتنااس کا دل مضبوط ہو گا اس کا بدن بھی اتنا ہی قوی ہو گا۔ گنہگار اور فاجر اس کا بدن خواہ کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو وہ ضرورت کے وقت سب سے بڑھ کر کمزور اور بزدل ہوتا ہے؛فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾(الاعراف:۱۰۰) ''کیاان لوگوں کو جو اہلِ زمین کے (مر جانے کے) بعد زمین کے مالک ہوتے ہیں یہ امر موجب ہدایت نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے سبب ان پر مصیبت ڈال دیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیں کہ کچھ سن ہی نہ سکیں۔''

روئے زمین پر گناہ کے اثرات

یہی نہیں کہ انسان کے گناہ کی نحوست و شامت اس کے نفس و جان تک محدود ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی باقی مخلوق بھی ان گناہوں کی وجہ سے متاثر ہوتی ہے۔ذیل میں کچھ امور ایسے دیے جارہے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ باقی مخلوقات پر بھی انسانی گناہوں کی وجہ سے کتنی تنگی آتی ہے۔

۱۔ امن اور پر کشائش زندگی کا خاتمہ، خوف اور بھوک کا مسلط ہونا

:اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَداً مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴾ (النحل:۱۱۱) "اللہ تعالیٰ نے اس بستی کی مثال بیان کی ہے جو پورے امن واطمینان سے تھی، اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر طرف سے چلی آتی تھی، پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھوک اور ڈر کا مزہ چکھایا، جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا۔"

۲۔ زمین اور سمندر میں تباہی اور امن وسکون کا خاتمہ

: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِيْ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْ النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ (الروم:۴۱) "خشکی اور سمندر میں لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے فساد پھیل گیا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھادے، بہت ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں۔" اب چشم فلک نے حال ہی میں سمندر کا فساد سونامی اور کارٹینا کی شکل میں دیکھا، اور خشکی کا فساد پاکستان، کشمیر، ترکی اور دیگر ممالک میں زلزلوں کی صورت میں دیکھ رہے ہیں۔ لیکن وہ آنکھ کہاں گئی جو ان واقعات سے عبرت حاصل کر کے اصلاح احوال کی طرف توجہ دے؟

۳۔ اللہ تعالیٰ کا غضب اور اجتماعی ہلاکتیں:

ایسا اس وقت ہوتا ہے جب نیک لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کردیں، اپنے نفس کی اصلاح میں لگے رہیں، اور دوسروں کو بھول جائیں، یا ان سے غفلت برتیں۔ فرمایا: ﴿ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى اَنْ يَّأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتاً وَّهُمْ نَائِمُوْنَ ۔ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى اَنْ يَّأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۔ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلاَ يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ ﴾ (الاعراف:۹۷۔۹۹) کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ اُن پر ہمارا عذاب رات کو واقع ہو اور وہ (بے خبر) سو رہے ہوں۔ اور کیا اہلِ شہر اس سے نڈر ہیں کہ اُن پر ہمارا عذاب دن چڑھے آ نازل ہو اور وہ کھیل رہے ہوں۔ کیا یہ لوگ اللہ کے داؤ کا ڈر نہیں رکھتے (سن لو کہ) اللہ کے داؤ سے وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہیں۔

۴۔آبادیوں کی تباہی وبربادی:

﴿وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيْراً﴾ (الاسراء:۱۶)

"اور جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہاں کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، اور وہ اس بستی میں کھلی نافرمانی کرنے لگتے ہیں؛ تو ان پر عذاب کی بات ثابت ہو جاتی ہے، پھر ہم اسے تباہ وبرباد کر دیتے ہیں۔"

۵۔عام عذاب:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام لوگوں نیک اور بد کے لیے برابر کا عذاب جس سے کوئی بھی بچ نہیں پاتا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ (الانفال:۲۵)"اور اس دن کے فتنہ سے بچو جس کا شر صرف ظالم لوگوں کے ساتھ خاص نہیں ہوگا، اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ بہت سخت سزا دینے والے ہیں۔" سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں)): إِنَّ الْحَبَارَى لَتَمُوْتُ فِي وَكْرِهَا بِظُلْمِ الظَّالِمِ ....)) [الجواب الکافی لابن قیم "[گنہگار کے گناہ کی وجہ سے پرندے اپنے گھونسلوں میں ہلاک ہوتے ہیں۔"امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :((إِنَّ الضَّبَّ لَيَمُوْتُ هُزَالاً فِيْ حُجْرِهِ بِذَنْبِ ابْنِ آدَمَ۔))[النهاية في غريب الحديث والاثر ۳/۱۵۰) "بے شک گوہ اپنے سوراخ میں ابن آدم کے گناہ سے دبلا ہو کر مر جاتی ہے۔"اس سے مراد یہ ہے کہ ان گناہوں کی وجہ سے بارش روک لی جاتی ہے، اور رزق تنگ کر دیا جاتا ہے۔****

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

میں ایک آسٹریلین نو مسلم ہوں۔ عیسائیت میں میرا نام ڈیرل چیمپئن (Daryl Champion) رکھا گیا تھا۔ میں نے یکم جون 1984ء بمطابق 3 ربیع الآخر 1404ھ کو سڈنی (Sydney) کی ایک مسجد میں اسلام قبول کیا۔ قبول اسلام کے بعد میں نے سڈنی کی تمام مساجد کا دورہ کیا اور سڈنی میں جس قدر ممکن تھا میں نے اسلام کی امتیازی خصوصیات کا بنظر غائر مطالعہ کیا۔ میرا موجودہ نام قمر القلب ہے اور والدین مجھے ڈیرل چیمپئن کے نام ہی سے یاد کرتے ہیں۔ میں یوسف اسلام (سابق کیٹ سیٹونز Cat Stevens) نامی مشہور موسیقار) نہیں ہوں مگر میرا پیغام یوسف اسلام کے پیغام جیسا ہی ہے۔ میں بھی موسیقاروں کے ایک گروہ کے ساتھ مینجر کی حیثیت سے تین سال وابستہ رہا ہوں بلکہ یہی وابستگی 1983ء کے آغاز میں مجھے جنوبی آسٹریلیا کے دار الحکومت اور میرے آبائی شہر ایڈیلیڈ (Adelaide) سے سڈنی لے آئی۔ میں نے ذرائع ابلاغ میں چار سال کام کیا اور دو سال ایک صحافی کی حیثیت سے گزارے۔ تقریباً تین سال میں نے ایک کاروباری ادارے میں سٹورمین کے طور پر بھی کام کیا۔ اب میں معاشی طور پر بے

روزگار ہوں اور اسلامی تاریخ اور دیگر کئی مضامین آج کل میرے زیرِ مطالعہ ہیں۔آپ کو میرے قبول اسلام کی داستان سے دلچسپی ہے تو یہ عرض کر دوں کہ میں نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ اپنے اندر اسے دریافت کیا ہے۔ یہ مقررہ وقت پر اللہ کے فضل و کرم سے بغیر کسی دیر کے بہت جلد مجھے نصیب ہو گیا۔ مجھے اسلام تو قبول کرنا ہی تھا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب میں مسلمان ہی ہوں اور ان شاء اللہ میری طرح کئی اور لوگ بھی آئندہ مسلمان ہوتے رہیں گے۔ مسلمانوں کو عمل سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ قرآن حکیم کی عظیم الشان آیات کی رہنمائی میں انسان بہتر زندگی بسر کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے مسلمانوں کو متحد اور منظّم ہونا ہوگا۔ فرقوں سے بالاتر ہونا پڑے گا، پرانی عداوتیں تاریخ کی گرد میں دفن کر کے تمام تر توجہ ایک سنہرے مستقبل کی تعمیر پر صرف کرنا ہوگی کہ یہی اللہ کا منشا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ بچپن میں جب میں والدین کے ساتھ کار کی پچھلی نشست پر بیٹھ کر ایڈیلیڈ کی گلیوں میں نکلتا تھا تو شہر کی مسجدوں کے ستاروں سے آراستہ گنبد اور مینار بڑے شوق سے دیکھتا تھا اور اس وقت بھی میرے دل میں ان مساجد کو اندر سے دیکھنے کی تڑپ موجود تھی۔ مجھے کان کنی کے اعتبار سے مشہور بروکن ہل (Broken Hill) کے صحرائی قصبے میں اپنے پرائمری سکول کے مطالعاتی دورے کے دوران میں ایک مسجد کو اندر سے دیکھنا بھی یاد ہے، اس وقت میری عمر 12 سال تھی۔ یہ بظاہر چھوٹی مگر خوب صورت مسجد تقریباً ایک صدی قبل افغان شُتر بانوں [1] نے بنائی تھی اور اس میں آکر مجھے ایسا سکون محسوس ہوا جو مجھے عیسائیوں کے کلیسا میں کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں ہائی سکول میں تھا تو میرے دل میں قرآن حکیم پڑھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ یہ خواہش مجھے عجیب سی لگی کیونکہ میری پرورش عیسائیت پر ہوئی تھی مگر میں نے کبھی بائبل نہیں پڑھی تھی۔ میں کبھی بھی ایک مخلص عیسائی نہ بن سکا۔ پھر 12 ماہ بعد میں نے ایک خواب دیکھا اور یقین کیجیے کہ یہ خواب مجھے بالکل حقیقت لگا۔ میں نے دیکھا کہ مجھے ایک ناواقف سپاہی نے قتل کر دیا ہے مگر قتل ہونے سے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی بہت بھاری بوجھ میری پیٹھ سے اتر گیا ہے۔ میں ابھی تک زندہ تھا لیکن میں نے نیچے پڑی ہوئی اپنی لاش دیکھی۔ اس بات کا مجھ پر بڑا اثر ہوا۔ مجھے جسمانی موت کے بعد زندگی کا یقین ہو گیا اور موت کا تمام خوف جاتا رہا۔ میرے خیال میں حقیقت کی جانب میرے سفر کا یہ ایک اور قدم تھا۔ اس خواب کے کچھ ہی عرصہ بعد میں نے دیکھا کہ ایک بہت شدید تاریکی چھا رہی ہے جو آسٹریلیا سمیت پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لینے لگی ہے۔ حقیقتاً وہ تاریکی اتر چکی ہے اور اب وہ مزید گہری ہوگی۔ اس وقت یہ تاریکی طوفانی رات سے پہلے دھندلاہٹ کی طرح ہے۔ میں نے اپنے آپ سے یہ عہد کیا کہ اس تاریکی سے نجات کے لیے کچھ کر کے دکھاؤں گا۔ یہ گزشتہ سال اکتوبر 1983ء کی بات ہے۔ اللہ عزّوجل کے فضل سے میں نے اس عہد کے دو دن بعد ایٹمی اسلحے کے خلاف ایک اجلاس میں شرکت کی تو معلوم ہوا کہ وہاں بیان کردہ حقائق بائبل کی کتاب ''مکاشفہ'' سے لیے گئے تھے۔ اس سے قرآن کے مطالعے کا میرا شوق دوبارہ زندہ ہو گیا۔ مجھے یاد آیا کہ ''دنیا کے خاتمے'' کے حوالے سے مسلمانوں کے بھی کچھ

[1]۔انیسویں صدی کے وسط میں انگریز آسٹریلیا کے اندرونی دشوار گزار صحرائی علاقوں تک رسائی کے لیے بلوچستان سے اونٹ اور افغان شتر سوار وہاں لے گئے تھے۔(م ف(

نظریات ہیں۔اتفاقاً صرف ایک ہفتے بعد میری ایک مسلمان سے پہلی ملاقات ہوئی۔میں روز بروز ان سے اسلام کے بارے میں اپنی معلومات میں اضافہ کرنے لگا۔معلومات جتنی زیادہ ہوتی گئیں، تجسّس بڑھتا گیا اور معلومات کے نئے سے نئے در کھلنے لگے۔ 3 ربیع الآخر 1404ھ کو میں نے باقاعدہ اسلام قبول کرلیا۔میری یہ داستان تبدیلیٔ مذہب کی داستان نہیں بلکہ یوں سمجھیے کہ یہ اسلام کی صورت میں میری اپنی اصل شناخت کی طرف واپسی تھی۔اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب میں بحیثیت مسلمان یہ باتیں کہہ رہا ہوں ۔آسٹریلیا کی مسلم آبادی تقریباً250,000 ہے۔ان میں سے صرف دو سو آسٹریلوی نژاد ہیں۔یوں معلوم ہوتا ہے کہ آسٹریلیا میں اسلام سے دلچسپی بڑھ رہی ہے اور ان شاء اللہ امید ہے کہ آسٹریلیا دنیا کو اس خواب کی حسین تعبیر دے گا جو مقامی مسلمانوں نے دیکھ رکھا ہے۔[1] قمر القلب۔سابق ڈیرل چیمپئن(Qamar Al-Qalb, Formerly Daryl Champion)]

میرا اسلام سے عہد وفا کیسے استوار ہوا؟

میں 1943ء میں دوسری عالمگیر جنگ کے انتہائی شدید لمحات میں جرمنی کے شہر برلن (Berlin) کے ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا۔اسی سال میرا کنبہ سپین چلا گیا جہاں سے 1948ء میں ہم لوگ ارجنٹینا (Argentina) منتقل ہوگئے اور وہاں میں 15 سال رہا۔ میں نے ہائی سکول کی تعلیم ارجنٹینا کے شہر کارڈوبا (قرطبہ) کے کیتھولک لا سیلی (La Salle) سکول میں حاصل کی۔جیسا کہ متوقع تھا میں جلد ہی رومن کیتھولک فرقے کا پرجوش ہمنوا بن گیا۔روزانہ مجھے ایک گھنٹے سے زائد کیتھولک مذہب کی تعلیم دی جاتی اور اکثر دینی اجتماعات میں شرکت کرنی پڑتی۔12 سال کی عمر میں، میں رومن کیتھولک پادری بننے کے خواب دیکھنے لگا۔میں نے خود کو عیسائی مذہب کے لیے مکمل طور پر وقف کر دیا تھا۔

[1]۔یقین انٹرنیشنل، 7 اپریل 1985،ج:33 ش:23،ص:271,270

اللہ تعالیٰ میرے احمقانہ اقدام کو دیکھ رہا تھا اور تقریباً سات سال قبل وہ بھی کیسا یادگار دن تھا جب اس کے فضل و کرم سے قرآن پاک کے سپینی زبان میں ترجمے کا ایک نسخہ میرے ہاتھ لگ گیا۔میرے والد نے اس کے مطالعے پر اعتراض نہ کیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اس سے میں وسیع النظر ہو جاؤں گا اور اپنے معاملات کو بہتر طور پر سمجھ سکوں گا۔انھیں کلام الٰہی کی اس تاثیر کا علم نہ تھا جو میرے ذہن پر مرتب ہونے والی تھی۔میں نے جب یہ کتاب مقدس کھولی تو میں اس وقت ایک انتہا پسند رومن کیتھولک عیسائی تھا اور جب میں نے یہ کتاب بند کی تو میں مکمل طور پر اسلام قبول کر چکا تھا۔صاف ظاہر ہے کہ قرآن حکیم کے مطالعے سے قبل اسلام کے بارے میں میری رائے اچھی نہ تھی۔میں نے محض تجسّس کی بنا پر یہ کتاب پڑھنی شروع کی اور اسے حقارت سے کھولا اور میں نے قرآن کریم کی ایک سورت پڑھی۔توقع تھی کہ اس میں خوفناک غلطیاں، اہانت آمیز کلمات، توہمات اور تضادات نظر آئیں گے۔میرے دل میں تعصب تھا مگر میں ابھی نوجوان تھا، لہٰذا یہ ابھی اتنا سخت نہیں ہوا تھا۔شروع شروع میں تو ہچکچاہٹ،

پھر شوق اور بالآخر حق پر لبیک کہنے کی شدید تڑپ میرے دل میں پیدا ہو گئی، پھر میری زندگی کا بہترین لمحہ آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت سے نوازا۔ شک کی جگہ یقین کامل، تاریکی کی جگہ روشنی اور عیسائیت کی جگہ اسلام مجھے نصیب ہو گیا۔ قرآن کریم کے مبارک صفحات میں مجھے میرے تمام مسائل کا حل، ضروریات کی تکمیل اور شبہات کا ازالہ مل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے نور ہدایت کی طرف اس قدر مائل کر دیا کہ میں مزاحمت نہ کر سکا اور بخوشی اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ اب ہر بات میرے لیے واضح ہو گئی اور میں ہر بات کا اصل مطلب بھی سمجھنے لگ گیا، حتیٰ کہ اپنے آپ کی، کائنات کی اور اللہ تعالیٰ کی پہچان بھی نصیب ہو گئی۔ مجھے بڑی شدت سے یہ احساس تھا کہ میرے نہایت محبوب اساتذہ نے مجھے دھوکا دیا اور ان کی باتیں بے بنیاد اور جھوٹی تھیں، چاہے وہ اس بات سے آگاہ ہوں یا نہ ہوں۔ میرے عقائد و نظریات کی پوری دنیا ایک ہی لمحے میں چکنا چور ہو گئی اور تمام تصورات پر نظر ثانی کرنا پڑی لیکن میرا دل اب تلخی کے بجائے بے پناہ مسرّت سے معمور تھا

کہ آخر کار میں نے اپنے آقا و مولا کو پالیا ہے اور میرا وجود زندگی اور تشکر سے لبریز ہو گیا۔ میں اب بھی نہایت عاجزی سے اُس کے اس بے پایاں کرم کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اس کی مدد کے بغیر میں ہمیشہ جہالت اور حماقت میں غرق رہتا۔ میں خوشی اور جوش و خروش سے لوگوں کو فوراً اپنے جذبات سے آگاہ کرنے لگا۔ اپنے والدین، سکول کے ساتھیوں اور اساتذہ کو بھی اس متاعِ عزیز کے بارے میں بتایا۔ میں چاہتا تھا کہ ہر شخص کو سچائی کا علم ہو جائے اور ہر شخص جہالت اور تعصب سے پاک ہو کر وہی خوشی محسوس کر سکے جو مجھے ملی تھی۔ مجھے ان کے گرد تعصب کا ایک مضبوط حصار نظر آیا۔ میں نے سچائی کے اور ان کے درمیان ایک موٹی دیوار حائل دیکھی۔ میں اس دیوار کو ہٹا نہ سکتا تھا کیونکہ یہ ان کے دلوں میں قائم تھی۔ ان کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت تھے۔ مجھ سے نفرت کا سلوک کیا گیا، مجھ پر ظلم ڈھائے گئے لیکن جفا شعاروں کی یہ نادانی میں سمجھ نہ سکا۔ مجھے یہ یقین ہو گیا کہ ہدایت صرف اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔ جتنا زیادہ میں نے دین سیکھا، میرا دل اتنا ہی زیادہ اللہ کے تشکّر سے لبریز ہوتا گیا کہ اس نے مجھے اسلام کی نعمت بخشی، جو کہ ایک مثالی دین ہے۔ میں نے ہر مذہب کی مقدس کتابیں پڑھی ہیں، مجھے کہیں وہ چیز نہیں ملی جو میں نے اسلام میں پائی ہے اور وہ ہے "تکمیل دین"۔ کسی بھی مقدّس کتاب کے مقابلے میں قرآن کریم سورج کی روشنی کے مانند ہے جبکہ ہر دیگر مقدّس کتاب کی روشنی دیا سلائی کی سی ہے۔ مجھے پختہ یقین ہے کہ کوئی بھی شخص جو کلامِ الٰہی کو پڑھتا ہے اور جس کا ذہن سچائی کے لیے مکمل طور پر بند نہیں ہو گیا، وہ مسلمان ہو جائے گا بشر طیکہ اللہ اسے ہدایت سے نوازدے تو اسلام قبول کر کے وہ تاریکی سے روشنی میں آجائے گا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلص متلاشیانِ حق کو ہدایت کا نور عطا کر دے۔ اسلام کے بازو انھیں امت کی آغوش میں لینے کے لیے کھلے ہیں جس کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا)): كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ"((تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی اصلاح) کے لیے پیدا کی گئی ہے۔[1]"

[1]۔آل عمران 110:3

"تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو ساری کائنات کا مالک ہے۔][1]" سیف الدین ڈرک والٹر موسگ، یو ایس اے (Saifuddin Dirk Walter Mosig, U.S.A)]

میں نے اسلام کا اقرار کیوں کیا؟

میں افریقہ کی اس سر زمین کا احسان مند ہوں جو آفتاب کی کرنوں، ہوا میں سر سراتے پام کے درختوں اور منطقۂ حارہ کے ماہتاب کی سر زمین ہے جہاں ریتلی زمین پر ننگے پاؤں کی چاپ اور لوگوں کے مسرت بھرے قہقہے ہمیشہ سنائی دیتے رہتے ہیں۔ جب میں پہلی دفعہ اس سر زمین کے اجنبیوں کو فراخ دلی سے خوش آمدید کہنے والے ساحل پر اترا تو میں ایک عام سا انگریز نوجوان تھا جو وقتی خوشیوں میں مگن اور آنے والی زندگی کے تصور سے عاری تھا مگر پانچ سال بعد جب میں تیسری دفعہ برطانیہ واپس گیا تو افریقہ اور وہاں کے لوگوں سے حقیقی خوشی کا راز مجھے مل چکا تھا۔ میرا ایمان یہ ہے کہ حقیقی خوشی کا دوسرا نام اسلام ہے جو کہ واحد سچا دین ہے۔ یہ واحد ایسا دین ہے جسے ایک ذی شعور انسان قبول کر سکتا ہے اور اس پر ایمان ہی دکھی انسانیت کا مُداوا اور ان کو ہدایت کی روشنی فراہم کر سکتا ہے۔ میں افریقہ میں اپنے پہلے سفر کے دوران میں یورپی لوگوں کا سیاہ فام لوگوں سے غیر انسانی سلوک دیکھ کر شرمندہ ہوا کہ وہاں عیسائیت کا نظریۂ اخوت بالکل پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ میں اس ناخوشگوار صدمے پر غور کیے بغیر نہ رہ سکا جس کا سامنا مقامی سیاہ فام باشندوں کو عیسائیت قبول کرنے کے بعد مسیحی مشن کی پناہ گاہ سے نکل کر اپنے سفید فام عیسائی ''بھائیوں'' میں آکر ہوتا تھا۔ اس احترام، ہمدردی اور دلداری کے بجائے، جس کا ہر انسان مستحق ہوتا ہے اور جس پر عیسائیت کی تعلیم میں بہت زور دیا جاتا ہے، ان نئے عیسائیوں کو اپنے ہم مذہبوں (سفید فام

[1]-اسلام، دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن، ص: 133-135

عیسائیوں) سے نفرت و عداوت ملتی تھی اور گورے آباد کاروں سے ان کی دوری اپنے غیر عیسائی ہم وطنوں سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔ اس کے بالکل برعکس افریقی مسلمانوں میں ایک ہی کنبے کے افراد جیسی موانست دیکھ کر ''ملتِ اسلامیہ'' کی یہ خاص اصطلاح میری نظر میں ایک نئی اہمیت اختیار کر گئی۔ میں سوچنے لگا کہ وہ کون سی چیز ہے جس نے اس ملت کو اتنا متحد و منظم کر رکھا ہے جبکہ ہم عیسائی اپنے زبردست نظریات کے باوجود ایک دوسرے سے اجنبی اور ہر وقت آپس میں لڑنے کو تیار رہتے ہیں۔ افسوس! اس وقت تک میں نے قرآن عظیم کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ یہ درحقیقت وہ وحی الٰہی ہے جو پتھر دل انسان کی آنکھوں میں بھی عقیدت و تشکر کے آنسو بھر دیتی ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اسلامی دنیا کیلئے روشنی کا مینار بن کر آپ کے پیروکاروں کو صراطِ مستقیم پر چلنا سکھاتا ہے۔ میری پرورش عیسائی عقائد کے مطابق ہوئی تھی۔ میں عیسائی مذہب کا باقاعدہ رکن تھا اور عیسائیت کے مذہبی اجتماعات میں حاضر ہوتا تھا۔ میں آنکھیں بند کر کے نظریۂ تثلیث، نظریہ کفارہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا قائل تھا۔ مگر جب میں نے اس معاملے پر ذرا سا غور کیا تو مجھے احساس ہوا کہ میں ان عقائد و نظریات پر ایمان نہیں لا سکتا اور انھیں پیغامِ ربانی نہیں سمجھ سکتا۔ اور جب میں نے دیکھا کہ عیسائیت کے پیروکار محض زبانی جمع خرچ اور بے بنیاد دعووں ہی سے کام چلا رہے تھے اور مذہبی و معاشی اصولوں کے درمیان جہاں بھی تصادم ہوتا تھا وہاں معاشی مفادات کو ترجیح دی جاتی تھی اور جہاں مذہب اور مالی منافع میں تصادم ہوتا وہاں مذہب کو فوراً پس پشت ڈال دیا جاتا۔ یہ دیکھ کر مجھے ایک ایسے مذہب کی ضرورت محسوس ہوئی جس کو میں پورے خلوص کے ساتھ قبول کر سکوں۔ آپ شاید میری اس خوشی کا اندازہ نہ کر سکیں جب میں

نے یہ دیکھا کہ اسلام کے بارے میں جو کچھ بھی میں نے پڑھا تھا وہ میرے خیالات کے عین مطابق تھا اور اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں میرے تمام سوالات کے تسلی بخش جوابات موجود تھے۔ قرآن حکیم کی ہر ہر سورت نے حق کو مجھ پر پہلے سے کہیں زیادہ واضح کر دیا اور میں نے اللہ کریم کا شکر ادا کیا کہ اس نے میری تسلیم و رضا کو قبول فرمالیا۔[1]

میں اسلام تک کیسے پہنچا؟

سلیم آر ڈی گرے فرتھ (Salim R.De Grey Firth)

میرے قبولِ اسلام کا سبب قرآن حکیم یا اسلامی لٹریچر کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں۔ اسلامی ممالک سے کبھی سابقہ پڑا نہ دوستوں یا رشتے داروں کے کسی ایسے تجربے کی کوئی مثال میرے سامنے تھی۔ بچپن میں، میں بائبل کے عہد نامۂ قدیم کی رو سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ کون سے موقع پر میں نے پہلے پہل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا۔ بائبل کے عہد نامۂ قدیم میں مذکور انبیاء علیہم السلام اور اللہ کی مطیع قوموں نے سچے دین کی ایک روایت قائم کی تھی اور وہی روایت بعد ازاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو منتقل کی۔ لیکن [2] Reformation یعنی تحریک اصلاح دین مسیح کے بعد سے پروٹسٹنٹ عیسائیت کی تاریخ مسیحی تفرقہ بازی اور دوسرے مذاہب کی روایات سے نفرت کی تاریخ ہے، جیسا کہ یہ اسلام کی ہمیشہ مخالف رہی اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی ماننے سے انکار کیا ہے۔ اگرچہ تحریک اصلاح دین کا بانی لوتھر (Luther) جس نے سب سے پہلے پروٹسٹنٹ تحریک کو سیاسی طور پر موثر بنایا وہ یقیناً اسلام کی تعلیمات سے متأثر تھا۔ مجھے یہ احساس تھا کہ نہ صرف دین اسلام بلکہ اسلامی تہذیب و تمدن بھی یورپی عیسائیوں کی نظر میں قابل ترجیح ہے اور کئی معروف یورپی شخصیات نے اسلامی اداروں کو بہتر سمجھ کر خفیہ طور پر اس کی نقل کرنے کی کوشش کی ہے، جیسا کہ سینٹ تھامس ایکویناس (St.Thomas Aquinas) جو روم کے کیتھولک مذہب کا داعی و محافظ تھا، اس نے ابن رشد اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

[1]۔اسلامک ریویو، ستمبر:1933ء، ج:21، ش:9، ص:287-285 [2] ۔ سولہویں صدی عیسوی کا مذہبی انقلاب جس میں رومی کیتھولک کلیسا میں پھوٹ پڑ گئی تھی اور اس میں سے پروٹسٹنٹ کلیسا الگ ہو گیا تھا۔ (م ف(

جیسے عرب مفکرین کی تحریروں سے بہت استفادہ کیا۔ علاوہ ازیں ہمارے اپنے شاہ چارلس (Charles) دوم نے (17 ویں صدی کے انگریزوں کی معیّت میں) جو انقلابی پالیسیاں تجرباتی سائنس اور مذہبی رواداری کے حوالے سے وضع کیں وہ بھی یقیناً اس نے عربوں سے لیں، وہ اسی لیے سلطنت مغلیہ اور فرانسیسی بوربون (Bourbon) بادشاہت کا مداح تھا۔ اس کے دور سے یورپ (یورپی نژاد امریکہ اور یورپی روس کو بھی میں اس میں شمار کرتا ہوں) صنعتی انقلاب، سرمایہ دارانہ تہذیب کے کمالات اور فلسفیانہ الحاد کی مسلسل روایت کو فروغ دے کر دنیا کے پیچھے چلنے کے بجائے قائد بن گیا ہے۔ مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ جو روایات یورپ نے قائم کیں ان میں سے زیادہ تر قابلِ تقلید نہیں۔ یورپی سلطنتیں دنیا بھر میں پھیل چکی ہیں اور محکوم قوموں کے تمدن اور روایات سے سفید فام (گورے) حاکم وحشیانہ سلوک کر رہے ہیں۔ یورپ کی پہلی سلطنت روم کی تھی جو تباہی سے دوچار ہوئی۔ بعد میں یورپی سلطنتوں نے احمق بن کر سلطنت روم کی نقالی کرنے کی کوشش کی۔ اگر سلطنت برطانیہ نے بھی سلطنت روم کی شکل اختیار کر لی تو یہ اس کی بدبختی کی علامت ہو گی۔ کچھ یورپی سلطنتوں نے پروٹسٹنٹ مذہب کی تبلیغ واشاعت کا کام بھی اپنے زیر نگیں ملکوں میں جاری کیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ اس سے اتحاد کے بجائے انتشار پیدا ہوا۔ وسعت نظر کی جگہ تنگ نظری نے لے لی اور بیرون ملک

نوآبادیاں قائم کرنے والے ملک اپنے اندرونی معاملات کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق نہ ڈھال سکے۔1936-40ء کے عرصے میں اتفاقاً چند مسلمانوں سے میری ملاقات ہوئی تو میں ان کے دین اسلام اور تمام نئے وپرانے، سماجی و علمی اور سائنسی مسائل کو دین کی مدد سے نمٹانے کی صلاحیت پر ان کا اعتماد دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ 1942ء میں میں نے اسلام کا تھوڑا بہت مطالعہ شروع کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ میں نے جس دین کے بارے میں شک کیا تھا وہ دین واضح طور پر میری توقعات کے عین مطابق نکلا۔ گو اسلام وسیع الظرف اور کشادگی کا حامل ہے اور یہ ایک ایسی زبردست روایت کا حامل ہے جس میں دوسری روایات بھی باقی رہ سکتی ہیں اور ترقی بھی کر سکتی ہیں۔ اس دین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف نبی تسلیم کیا ہے بلکہ انھیں کلمتہ اللہ اور روح اللہ بھی

کہا ہے۔ علاوہ ازیں اگرچہ مسلمانوں میں بھی کچھ نہ کچھ اختلافات موجود ہیں لیکن یہ اختلافات پروٹسٹنٹ عیسائیت کے اختلافات جیسے نہیں ہیں۔ اسلام کے بنیادی اصولوں اور حقیقی اخوت میں کوئی اختلافات موجود نہیں ہیں۔ اتنا تو مجھے اسلام کے باہر رہ کر بھی پتہ چل گیا تھا۔ اکتوبر 1943ء میں مجھے ووکنگ (Woking) کی مسجد میں امام صاحب سے ملاقات کا موقع ملا۔ ان سے تین ملاقاتوں ہی سے ہم دونوں پر یہ بات واضح ہو گئی کہ مجھے اسلام قبول کر لینا چاہیے۔ یوں میں 8 دسمبر 1943ء کو عید الاضحیٰ کے دن اسلام کی دولت سے مالامال ہو گیا۔ میں جانتا ہوں کہ یہ میری زندگی کا اہم ترین قدم ہے۔ میں اسلام کا عالم و فاضل ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ میں مذاہب کے تقابلی مطالعے سے اسلام تک پہنچا جس میں میری دلچسپی ہمیشہ رہے گی لیکن پہلے مجھے ایک اچھے مسلمان کی سی زندگی بسر کرنے کا طریقہ سیکھنا ہے اور قرآن حکیم کی چند سورتیں حفظ کرنی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اسلام کے بغیر سلطنت برطانیہ کے اہم مسائل کبھی حل نہیں ہو سکیں گے۔][1] تھامس ایس ٹفٹن، بی اے — کینٹب(Thomas S.Tufton, B.A. Cantab)][

میرا قبول اسلام[

ڈاکٹر عمر آنجہانی بیرن کرسچین اہرنفیلز (Baron Christian Ehrenfels) کے اکلوتے صاحبزادے تھے جنھوں نے آسٹریا میں جدید ساختی نفسیات "جیسٹالٹ (Gestalt) " کی بنیاد رکھی۔ رالف فرائی ہر فون اہرنفیلز (Rolf Freiherr Von Ehrenfels) ڈاکٹر عمر) کو بچپن ہی سے مشرقی تہذیب و تمدن بالخصوص اسلامی تہذیب و تمدن سے دلچسپی تھی۔ ان کی بہن آسٹریا کی شاعرہ اما فون بوڈمرشاف (Imma Von Bodmershof) نے اپنی کتاب ("Contribution to Islamic Literature" مطبوعہ لاہور، 1953ء) میں اپنے بھائی کے حوالے سے اس دور کا ذکر کیا ہے۔ عہد جوانی میں اہرنفیلز نے ریاست ہائے بلقان اور ترکی

[1]۔ اسلامک ریویو، جون:1944ء، ج:32، ش:6، ص:194-196

کا دورہ کیا جہاں (عیسائی ہونے کے باوجود) انھوں نے مسجدوں میں جا کر عبادات میں شمولیت کی اور ترکی، البانیہ، یونان اور یوگوسلاویہ کے مسلمانوں کی مہمان نوازی سے مستفید ہوئے۔ رفتہ رفتہ اسلام سے آپ کی دلچسپی بڑھتی گئی اور 1927ء میں آپ نے اسلام قبول کر کے اپنا نام عمر رکھ لیا۔ 1932ء میں آپ نے برصغیر پاک و ہند کا دورہ کیا اور خواتین کے سماجی اور تاریخی مسائل میں گہری دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ آسٹریا واپس جا کر بیرن عمر نے ہندوستان کے مادری نسب کے حامل قبائل کے تہذیبی مسائل میں

تخصص کیا اور اینتھروپولوجی (Anthropology) (بشریات) کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کے سلسلہ کتب میں اس موضوع پر آپ کی پہلی کتاب دسمبر 1941ء میں شائع کی۔ جب آسٹریا پر 1938ء میں جرمنوں نے حملہ کیا تو بیرن عمر ہندوستان آکر حیدرآباد دکن میں کام کرنے لگے۔ مرتب[1] اسلام کی وہ امتیازی اور نمایاں خصوصیات جن سے میں سب سے زیادہ متاثر ہوا وہ درج ذیل ہیں: ☆ میرے خیال میں سلسلۂ انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے وحی کا تسلسل یہ ظاہر کرتا ہے کہ تمام بڑے مذاہب کا منبع اور ماخذ ایک ہی ہے۔ امن و سکون کے متلاشی لوگوں کو سیدھی راہ دکھانے والے تمام انبیاء علیہم السلام نے ایک ہی بنیادی الوہی تعلیم کی شہادت دی ہے۔ ☆ اسلام کا اصل مفہوم ابدی قانون الٰہی کی اطاعت سے امن وسلامتی کا حصول ہے۔ ☆ کرہ ارض پر تاریخی اعتبار سے اسلام ہی آخری بڑا عالمی مذہب ہے۔ ☆ نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسلام اور سلسلۂ انبیائے کرام علیہم السلام کے آخری نبی ہیں۔ ☆ اسلام قبول کر لینے سے سابقہ آسمانی مذاہب کی تردید نہیں ہوتی جس طرح کہ ابتدا میں ہندو، بدھ مت کو ہندومت کا تسلسل سمجھ کر قبول کر لیتے تھے۔ یہ تو بہت بعد میں ہوا کہ ہندومت کے مفکّرین نے بدھ مت کو الحاد قرار دے کر مسترد کر دیا۔ مذاہب کی یہ تفریق انسانوں نے بنا رکھی ہے جبکہ قرآن حکیم کی تعلیمات بنیادی وحدت کے تصور پر زور دیتی ہیں۔ اس وحدت کی

[1]۔ اسلام، دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن، ص: 123-124

گواہی دینا تمام بنی نوع انسان کے لیے ایک ہی روحانیت کو تسلیم کرنا ہے۔ ☆ اللہ کے سائے تلے عالمگیر اخوت انسانی کا اسلامی تصور نسل پرستی اور فرقہ بندی کے اختلافات سے بالاتر ہے، وہ فرقہ بندی خواہ لسانی، تاریخی، روایت پرستی کی ہو یا مذہبی نوعیّت کی۔ ☆ اللہ تعالیٰ کا اسلامی تصور اس کا "رحمٰن" و "رحیم" ہونا ہے جو ماں اور باپ دونوں کی محبت کا احاطہ کرتا ہے۔ "الرحمٰن" اور "الرحیم" دونوں کا مادہ "رحم" ہے۔ لفظ "رحم" ماں کی علامت ہے، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اطاعت گزاروں سے یہ ناقابلِ فراموش الفاظ کہے: "جنت ماں کے قدموں میں ہے[1]" ڈاکٹر عمر رالف کیرن اہرنفیلز، پروفیسر بشریات، آسٹریا (Dr.Umar Rolf Caron Ehrenfels, Professor of Anthropology, Austria)]

میں مسلمان کیوں ہوا؟

انسانی روح کی گہرائیوں میں لامحدود قوت کے مالک اللہ تعالیٰ کے وجود کا شعور موجود ہے۔ ہمارے مذہبی نظریات کا دارومدار کم وبیش ہماری تعلیم وتربیت پر ہے۔ میرے ساتھ بھی بالکل یہی معاملہ ہوا۔ میرے والدین کٹر رومن کیتھولک تھے اور انھوں نے اسی انداز میں میری تعلیم وتربیت کا اہتمام بھی کیا۔ ان کا ارادہ مجھے پادری بنانے کا تھا مگر قدرت کو کچھ اور منظور تھا کہ میں مشرق بعید کے ملک جاوا (Java) [2] چلا گیا اور وہاں جا کر بذات خود مشاہدے کا موقع نصیب ہوا کہ مسلمان

[1]۔ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ موضوع ہے دیکھیں سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ:2/59، حدیث:593،البتہ اس کا مفہوم ایک حسن حدیث میں پایا جاتا ہے، حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جہاد میں شریک ہونے کے متعلق مشورہ کرنے کے لیے آئے توآپ نے پوچھا: ''کیا تیری والدہ ہے؟'' انھوں نے اثبات میں جواب دیا توآپ نے فرمایا: ''اپنی والدہ کی خدمت کرتا رہ، بلاشبہ اس کے دونوں پاؤں کے نیچے جنت ہے۔'' (سنن النسائی، الجہاد، باب الرخصۃ فی التخلف لمن لہ والدۃ، حدیث:3106 وسنن ابن ماجہ، الجہاد، باب الرجل یغزو ولہ أبوان، حدیث: 2781) [2] ۔ جاوا ماضی کے جزائر شرق الہند اور موجودہ انڈونیشیا کا سب سے گنجان جزیرہ ہے۔ انڈونیشیا کا دارالحکومت جکارتہ اسی جزیرے میں واقع ہے۔ (م ف(

کس قدر محبت اور وفاداری سے دین اسلام پر عمل پیرا ہیں۔ اس مشاہدے نے میری آنکھیں کھول دیں کیونکہ مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے پادریوں کے تمام تر الزامات کے باوجود مسلمان کافر یا بے دین نہیں اور اسلام، جس کو ہمارے پادری غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں، اس میں کوئی مذموم عمل نہیں ہے۔ ایک مخلص متلاشی حق ہونے کے باعث میں نے آج سے 6 سال پہلے اسلام کو جھوٹے اور بے بنیاد الزامات اور شکوک سے بچا کر اسے اس کا صحیح مقام دلانے کا کار خیر شروع کیا۔ اس مقصد کے لیے میں نے لندن، پیرس اور برلن کی طرح ہالینڈ میں بھی ایک مسجد تعمیر کرنے کے لیے کچھ مہربان، سخی اور معزز دوستوں سے تعاون حاصل کیا۔ رفتہ رفتہ مجھے یہ احساس ہوا کہ اسلام کے دفاع کے لیے جدوجہد جاری رکھنا ضروری ہے۔ اس عرصے میں، میں نے اپنے بعض سچے مسلمان دوستوں سے اسلام کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کر لی تھیں اور قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ میرا دین ہمیشہ سے اسلام ہی تھا۔ اسلام کے متعلق میرے موجودہ اقرار سے صرف اتنا فرق پڑا ہے کہ اب میں علانیہ ایک مسلمان بن گیا ہوں اور میں اس پر بہت خوش ہوں۔ اب مجھے یہ احساس ہوا ہے کہ میں ان مسلمان بھائیوں میں شامل ہو گیا ہوں جو انسانیت کو فلاح و نجات دلانے کی غرض سے اللہ کی عظمت کے علم بردار ہیں۔ مجھے یہ محسوس کر کے بہت دکھ ہوتا ہے کہ میں نے اس سے پہلے اسلام کیوں نہیں قبول کیا تھا۔ میں اپنی بات اس عہد پر ختم کرتا ہوں کہ آج سے میری زندگی کائنات کے مذاہب میں سے بہترین دین اسلام کے لیے وقف ہے۔ [جے ایل سی ایچ فان بیٹم، محمد علی (J.L.Ch.Van Beetem, Muhammad Ali)] محمد علی 1879ء میں پیدا ہوئے اور بری و بحری فوج میں خدمات سرانجام دینے کے بعد 1919ء میں بطور فرسٹ لیفٹیننٹ ریٹائر ہوئے۔[1]

[1]۔ اسلامک ریویو، ستمبر 1931ء، ج:19، ش:9، ص:304

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

اس مختصر مضمون میں، میں مختصراً وہ حالات وواقعات بیان کرنے کی کوشش کروں گا جو بالآخر میرے قبول اسلام کا سبب بنے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ حالات وواقعات میرے مسلمان اور غیر مسلم قارئین کے لیے دلچسپ ثابت ہوں گے۔ میری پرورش بچپن ہی سے مذہبی ماحول میں ہوئی۔ میرے والدین کا ارادہ مجھے پادری بنانے کا تھا مگر اللہ کی مرضی کچھ اور تھی اور میں نے پادری بننے کی بجائے اپنا موجودہ پیشہ اپنا لیا، لہٰذا کم از کم میرے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ میں نے حقائق کا مکمل علم حاصل کیے بغیر اپنا مذہب تبدیل کیا ہے۔ میری تعلیم اور ذریعۂ معاش نے میرے لیے دوسری مصروفیات پیدا کر دیں، لہٰذا مجھے پہلے کی نسبت اب

مذہب کے مطالعہ اور دیگر امور کے لیے کم وقت میسر ہونے لگا اور نتیجہ یہ ہوا کہ جوں جوں وقت گزرتا گیا، میں اپنے بچپن کے دور کے مذہبی اثرات سے آزاد ہونے لگا۔ میں آزاد ذہن سے سوچنے لگا اور بالآخر مجھے محسوس ہوا کہ مجھے اس مذہب کے بنیادی اصولوں سے بھی اختلاف ہے جسے میں نے اب تک جوں کا توں قبول کر رکھا ہے، پھر بھی میں اپنے دینی فرائض ادا کرتا رہا۔ اسی دوران میں جنگِ عظیم چھڑ گئی اور مجھے اپنی رجمنٹ کے ساتھ مشرق وسطیٰ میں متعین کر دیا گیا۔ تقریباً 4 سال کے اس عرصے میں خوش قسمتی سے میں نے قاہرہ میں بہت سے دوست بنا لیے اور ان خیر خواہ لوگوں سے بحث و تمحیص کے نتیجے میں مجھے ان سے قرآن حکیم کی بعض عبارات کی تشریح سننے کا موقع ملا۔ اس طرح میرے ذہن میں اس نظریۂ حیات کی تخم ریزی ہو گئی جسے چند سال بعد مجھے اپنے دین کے طور پر اپنانا تھا۔ سول ملازمت میں واپس آنے کے بعد میں پھر مطالعہ اور اپنے پیشے سے متعلق کام میں لگ گیا، اس لیے مذہبی معاملات میں تحقیق و مطالعہ کے لیے مجھے بہت کم وقت مل سکا۔ بالآخر جب

مجھے وقت ملا تو معلوم ہوا کہ اب میں عیسائیت کی تعلیمات سے وابستگی برقرار نہیں رکھ سکتا، چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے چرچ جانا چھوڑ دیا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ فی الحال اس سے منسلک رہنا منافقت ہو گا۔ کچھ عرصہ بعد مجھے اپنے مصری دوستوں سے بات چیت یاد آئی، لہٰذا معلومات میں مزید اضافے کے لیے میں نے خاصا وقت قرآن حکیم کے ایک انگریزی ترجمے کے مطالعے کے لیے وقف کر دیا اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ارشادات میں نے بار بار پڑھے تو میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ اسلام کی صورت میں بالآخر مجھے وہ سچا دین مل ہی گیا جس کی مجھے ایک عرصے سے تلاش تھی۔ اس احساس نے زندگی کے بارے میں میرا نقطۂ نظر یکسر بدل دیا۔ مجھے یوں لگا جیسے مسلسل تاریک اور دھندلی راہوں میں بھٹکنے کے بعد بالآخر میں ایک کشادہ اور روشن شاہراہ پر آ گیا ہوں۔ تھوڑے ہی عرصے بعد میں نے ووکنگ (Woking) کی مسجد میں جا کر امام صاحب مولانا عبدالمجید صاحب سے مشورہ کیا۔ میں ان کے قیمتی مشورے اور مدد کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ ان سے مشورہ کرنے کے بعد میں اسلام کی پاکیزہ برادری کا رکن بن گیا (الحمدللہ) یہ کہنا ضروری نہیں کہ قبول اسلام کے بعد مجھے ایک مقصد حیات مل گیا جس نے میری زندگی بدل کر رکھ دی۔ یہاں میں اسلام کے بنیادی اصولوں پر بحث نہیں کرنا چاہتا کیونکہ یہ کام اہل علم کو زیب دیتا ہے تاہم ایک بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اسلام اور عیسائیت دونوں پر عمل ہوتے دیکھا ہے اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ جہاں ایک عیسائی اتوار کے دن چرچ میں حاضری دے کر محض ایک سامع کی حیثیت سے پادری کا وعظ سننے کے بعد یہ سمجھتا ہے کہ اس کا اگلے اتوار تک کے لیے دینی فریضہ ادا ہو گیا، وہاں مسلمان روزانہ گھر میں یا مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے اللہ عزوجل کے حضور پیش ہوتے ہیں اور جمعہ میں بھی نماز باجماعت کے باوجود ہر نمازی کی انفرادی عبادت ہی شمار ہوتی ہے۔ اس طرح ہر مسلمان کسی درمیانی واسطے اور رسمی تکلّفات کے بغیر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔

میں یہ کہنا چاہوں گا کہ مجھے یقین ہے کہ اگر اس ملک اور دوسرے مغربی ممالک کے لوگوں کو اسلام کا پورا مفہوم سمجھایا جائے تو اسلام کی صفوں میں روز بروز اضافہ ہو گا۔ بدنصیبی صرف یہ ہے کہ آزاد خیال مغربی مفکرین اور دیگر لوگوں کے ذہن میں اسلام کا بہت غلط تصور پایا جاتا ہے اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو محض تبدیلیٔ مذہب کی جرأت نہ کر سکنے کے باعث اپنے دین پر قائم ہیں اور اپنے مذہب کے اصولوں سے اختلافات کے باوجود اسلام قبول نہیں کر رہے۔ ایک عام خیال یہ بھی ہے کہ اسلام صرف دیار

مشرق کے لوگوں کے لیے مخصوص ہے اور مغربی معاشرے کی روزمرہ زندگی کے لیے موزوں نہیں ہے۔ بلاشبہ یہ ایک غلط خیال ہے مگر یہ اکثر لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہے اور ہمیں اس کی عملی طور پر تردید کرنی چاہیے۔ وہ اس طرح کہ اسلام سے ناواقف لوگوں کو اس دولت سے سرفراز کرنے کی خاطر اس حقیقت کی تشہیر کی جائے کہ مجھ جیسے لوگ بھی اسلام قبول کر چکے ہیں اور مزید لوگ بھی اسلام قبول کر رہے ہیں۔ اس طرح ہمارے آیندہ مشرف بہ اسلام ہونے والے اسلامی بھائیوں کو اعتماد اور حوصلہ دیا جا سکتا ہے۔ اگر ہمیں دین اسلام کی موثر طور پر اشاعت کرنی ہے تو اس بات اور اس قسم کے دوسرے حقائق کا اظہار اس جریدے کے علاوہ دوسرے ذرائع ابلاغ سے بھی ہونا چاہیے۔ میرے اسلامی بھائیو اور بہنو! ہمیں اس خوابِ غفلت سے بیدار ہونا چاہیے جس میں ہم نے اپنے آپ کو مبتلا کر رکھا ہے۔ ہمیں حجروں سے نکل کر اسلام کی روشنی دنیا بھر کے بے خبر اور بے علم انسانوں تک پہنچانی چاہیے اور ہماری کوششوں کے آغاز کے لیے لندن سے بہتر مرکز اور کون سا ہو سکتا ہے کہ لندن برطانیہ کے قلب میں واقع ہے جہاں سے دین اسلام پوری مغربی دنیا میں پھیل سکتا ہے۔ اس لیے میرے خیال کے مطابق یہ ضروری ہے کہ صرف اسی مقصد کی خاطر وسطی لندن میں اسلام کے شایان شان ایک عمارت حاصل کی جائے جہاں سب مسلمان اکٹھے ہو سکیں اور اس کے علاوہ تشہیر کے ذریعے سے غیر مسلموں کو متوجہ کر کے فاضل علمائے دین کے خطبات سننے اور مسلمانوں کو عبادت میں مشغول دیکھنے کے لیے بلایا جائے۔ اس طرح مسلمانوں کی عبادت کے بارے میں ان لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ اس قسم کی کوشش کے بغیر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہو سکے گا کیونکہ ہم اور کسی طرح ان لوگوں سے رابطہ نہیں کر سکتے جو اپنے عقائد سے بدظن ہو چکے ہیں اور ہدایت کے منتظر ہیں۔ بلاشبہ ایسے لاکھوں لوگوں کی ایک مثال تو میں خود ہوں جو اپنے مذہب سے بدظن ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوا ہوں۔ علاوہ ازیں اسلام کا وقار، تشخص اور امتیازی خصوصیات کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے۔ سلطنت برطانیہ کا دارالحکومت اور دنیا کا مرکز لندن اسلام کے شایانِ شان یادگار عمارت سے محروم رہے؟ یہ ناقابل یقین ہے[1]! واکر ایچ ولیمز (Walker H.Williams)]

نماز کی کشش نے مجھے حلقہ بگوش اسلام کر دیا

جناب عبدالسلام ہینکن قبول اسلام سے پہلے ولیم ہینکن کہلاتے تھے۔ وہ اوائل جوانی ہی میں مراکش کے ایک بزرگ احمد انس کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ ان کے بقول مسیحیت کے عقائد ایک گورکھ دھندا ہیں جبکہ اسلام کا عقیدہ سادہ، سچا اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ اپریل 2005ء میں عبدالسلام صاحب لاہور آئے تو جناب انیس الرحمٰن نے ہفت روزہ ندائے ملت کے لیے ان کا ایک ایمان افروز انٹرویو لیا جو "ندائے ملت" کے شکریے کے ساتھ شامل کتاب کیا جا رہا ہے۔] (محسن فارانی) سوال۔ آپ کو اسلام کی جانب کس چیز نے مائل کیا؟ جواب۔ میرا نام عبدالسلام ہینکن ہے۔ میں 1961ء میں برطانیہ کے ایک قصبے گرِمزبی

میں ایک پروٹسٹنٹ عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا۔ میرے والد ولیم پیننکن کا انتقال اس وقت ہوا جب میں ابھی عمر کے ابتدائی حصے میں تھا۔ ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہونے کے باوجود میں اپنے آبائی مذہب کے افکار سے مطمئن نہیں تھا کیونکہ جو سوالات میرے دماغ میں تھے ان کے

[1]۔اسلامک ریویو، نومبر 1933ء، ج:21، ش: 11، ص:365-368

جواب مجھے تسلی بخش اور عقلی طور پر اپنے پروٹسٹنٹ عیسائی مذہب میں نہیں ملتے تھے، اس لیے میں نے ان سوالات کے جواب حاصل کرنے کے لیے باقاعدگی سے تقریباً ہر مذہب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مغرب میں حقیقتاً مذہب نہیں ہے، عیسائیت کے نام پر بت پرستی ہے یا مکمل طور پر لادینی اور مادہ پرستی۔ ایسے ماحول میں انسان کے دماغ میں کئی قسم کے سوالات جنم لیتے ہیں جبکہ ایک پیدائشی مسلمان اس قسم کی صورتحال سے دوچار نہیں ہوتا۔ سوال۔ برطانیہ میں تو اسلامک سینٹرز ہیں، وہاں سے آپ کو رہنمائی نہیں ملی؟ جواب۔ میرے قصبے ڈاور میں مسلمان نہیں تھے جبکہ لندن میں موجود اسلامی سینٹر میرے علم میں نہیں تھا۔ سوال۔ آپ نے کن مذاہب کا مطالعہ کیا؟ جواب۔ عیسائیت میں کیتھولک مسلک کا مطالعہ کیا۔ اس کے علاوہ یہودیت کا مطالعہ کیا جبکہ ہندوازم، تاؤازم اور بدھ مت کا لٹریچر بھی پڑھا۔ سوال۔ لیکن اگر آپ یہودیت پر ایمان لے آتے تو پھر بھی آپ یہودی مذہب اختیار نہیں کر سکتے تھے کیونکہ یہودیوں کے عقیدے کے مطابق یہودی ہونے کے لیے یہودی ماں کے بطن سے پیدا ہونا ضروری ہے، ایسی صورت میں آپ کیا کرتے؟ جواب۔ ایسا نہیں ہے۔ یہودیوں کے ہاں بھی بہت سے فرقے ہیں، تاہم ایک طرح سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہودی دو طرح کے ہیں: ایک وہ جنھیں آرتھوڈکس یہودی کہا جاتا ہے، یہ بہت بنیاد پرست قسم کے یہودی ہیں۔ یہ تو کسی صورت مجھے قبول نہیں کر سکتے تھے مگر ان کے علاوہ لبرل قسم کے یہودی بھی ہیں، اُن کے ہاں یہودی افکار پیدائشی طور پر غیر یہودی بھی اختیار کر سکتا ہے۔ سوال۔ یہودیت میں آپ کو کوئی کشش نظر آئی؟ جواب۔ بالکل نہیں، یہودیت میں بھی بے شمار چیزیں غیر منطقی ہیں، میں اس سے بھی مطمئن نہ ہو سکا۔ سوال۔ مذہب کی جستجو کرتے ہوئے اسلام کے بارے میں آپ کو شروع میں کیا معلومات حاصل ہوئیں؟

جواب۔ شروع میں اسلام کے بارے میں مجھے کوئی خاص بات میسر نہ آ سکی، اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا تعلق جس علاقے سے ہے وہاں مسلمانوں کی آبادی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کے علاوہ مغربی مستشرقین نے جس طرح کی تحقیق اسلام کے بارے میں کی ہے اُس سے انسان مسلمان ہونے کے بجائے اسلام سے دور چلا جاتا ہے۔ یہ تمام تحقیق زیادہ تر ایک مخصوص نقطہ نظر کے تحت کی گئی ہے، اس لیے برطانیہ میں رہتے ہوئے مجھے اتفاقاً ایسا کوئی ادارہ یا کتابیں میسر نہ آ سکیں جو اسلام کے صحیح تعارف کا سبب بنتیں ۔ سوال۔ اگر برطانیہ میں رہ کر اسلام کے بارے میں آپ کو صحیح تعارف میسر نہ آ سکا تو پھر کس طرح آپ کو اس دین کے بارے میں صحیح آگاہی ہوئی؟ جواب۔ میں انسان اور اس کی زندگی کا اصل مقصد جاننا چاہتا تھا۔ اس غرض کی خاطر میں مذاہبِ عالم کا مطالعہ

کرتا رہا اور اسی جستجو میں مجھے سفر بھی اختیار کرنا پڑا۔ میں چار مغربی ممالک کے علاوہ ایک مسلمان ملک یعنی مراکش تک جا پہنچا۔ میرے اس سفر کا دورانیہ تقریباً ایک سال بنتا ہے۔ یہ جستجو مجھے مراکش کے شہر فاس میں لے آئی۔ میں فاس کی تاریخی مسجد جامعہ قرویّین کے سامنے کھڑا تھا، نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ میں نے مسلمانوں کو نماز ادا کرتے دیکھا تو میرا بھی دل چاہا کہ میں بھی اِن کی طرح یہ عبادت کروں۔ اسی دوران نماز کا وقت ختم ہوا اور بہت سے لوگوں کی طرح ایک شخص مسجد سے باہر آیا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ کیا میں بھی اس طرح عبادت کر سکتا ہوں تو اُس نے جواب دیا کہ اس طرح نماز ادا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر اس سے پہلے آپ اس دین کے بارے میں تو کچھ جان لیں جس دین میں یہ طریقۂ عبادت ہے۔ مجھے اس کی بات معقول نظر آئی اور میں اس کے ساتھ اس کے ایک دوست کے گھر گیا جہاں انھوں نے مجھے اسلام کے بارے میں بہت سی معلومات مہیا کیں۔ اس طرح مجھ میں اسلام کے بارے میں اور بہت کچھ جاننے کا تجسّس پیدا ہوا۔ میں اُن سے اور دیگر علماء سے اسلام کے بارے میں بہت سوالات کرتا جن کا مجھے تسلی بخش جواب دیا جاتا، یوں میں چار دنوں کے اندر مسلمان ہو گیا۔ سوال۔ اسلام سے متعلق کس چیز نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا یا کس خاص بات کی وجہ سے آپ نے مسلمان ہونے کا ارادہ کیا؟ جواب۔ اس سلسلے میں میرا جواب شاید آپ کے لیے دلچسپ ہو۔ جیسا کہ میں نے شروع میں کہا کہ میں انسان اور اس کی زندگی کے حقیقی مقاصد جاننا چاہتا تھا اور اِن سوالوں کے جواب مجھے کسی مذہب میں عقلی طور پر نہیں مل سکے۔ اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ میرے اسلام لانے کا اصل سبب یہ ہے کہ مجھے انسان اور اُس کی زندگی کے اصل مقاصد جاننے کے لیے جو جوابات دیے گئے وہ سارے کے سارے عقلی اور منطقی تھے۔ یہی ایک بات میرے اسلام لانے کا سبب بنی۔ اگر تمام چیزیں ٹھیک ہوتیں اور ان میں سے ایک بھی بات غیر عقلی ملتی تو شاید میں کبھی مسلمان نہ ہو سکتا مگر تلاش بسیار کے باوجود اسلام میں مجھے کوئی بات غیر عقلی نہ مل سکی جس پر میں قائل ہو گیا کہ یہی وہ دین ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ یوں میں آج سے تقریباً بائیس برس قبل اسلام لے آیا۔ اُس وقت سے لے کر آج تک میں اسلامی تعلیمات کا ایک طالب علم ہی ہوں اور اس عظیم دین کی حقانیت مجھ پر روز بروز کھلتی جا رہی ہے۔ سوال۔ اسلام کی جستجو میں آپ نے مراکش کے علاوہ کسی اور اسلامی ملک کا سفر کیا؟ جواب۔ جی نہیں، ان دنوں میں نے صرف مراکش تک ہی سفر کیا تھا۔ کئی سال بعد میں نے مصر اور ملائشیا وغیرہ کا سفر اختیار کیا۔ سوال۔ اسلام قبول کرنے کے بعد جب آپ واپس برطانیہ گئے تو گھر والوں کی جانب سے کس طرح کا ردِ عمل سامنے آیا؟ جواب۔ تمام گھر والے حیران تھے کہ اتنی بڑی تبدیلی کیسے آ گئی۔ مجھے یاد ہے کہ رمضان کا مہینہ تھا اور میرے دوست مجھے کلب لے جانے کے لیے آئے تو اُس وقت انھیں پتا چلا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ اسلام لانے سے پہلے میں دوستوں کے ساتھ کلب جایا کرتا تھا، شراب نوشی کثرت سے کرتا تھا، اسی کام کے لیے میرے دوست مجھے لینے آئے مگر اس مرتبہ میں الحمد للہ روزے سے تھا اور ماضی کی زندگی سے یکسر کنارہ کش ہو چکا تھا۔ سوال۔ والدہ کی جانب سے کیا ردِ عمل سامنے آیا؟ جواب۔ حقیقت میں میری والدہ نے میرا بہت ساتھ دیا بلکہ جب میں انھیں اسلام کے بارے میں آگاہ

کرتا تو وہ بہت غور سے میری بات سنتیں۔ ان کا اسلام کے بارے میں اپنا بھی مطالعہ تھا، چنانچہ 1997ء میں انھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ملائشیا گئیں کیونکہ میرے والد تو آسٹریلوی انگریز تھے مگر والدہ ڈچ یعنی ہالینڈ کی رہنے والی تھیں اور ہالینڈ کے باشندوں کا نوآبادیاتی دور سے انڈونیشیا اور ملائشیا سے قریبی تعلق ہے۔ میری والدہ اسلام قبول کرنے کے چند ماہ بعد ہی ملائشیا میں انتقال کر گئی تھیں۔ ان کی آخری رسومات مکمل اسلامی طریقے سے ادا کی گئیں کیونکہ ان کا انتقال مسلم ملک میں ہوا تھا، اس لیے میں اسے ان کی خوش قسمتی ہی کہوں گا۔ سوال۔ آپ کے خاندان میں والدہ کے علاوہ اور کون مسلمان ہوا؟ جواب۔ میری والدہ کے مسلمان ہو جانے کے چند ماہ بعد میرا چھوٹا بھائی بھی اسلام لے آیا۔ اس کا نام اب ہاشم ہے۔ سوال۔ دائرہ اسلام میں آنے کے بعد آپ کی برطانیہ میں سماجی سرگرمیاں کیسی رہیں؟ جواب۔ اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے باقاعدگی سے اسلام کا مطالعہ شروع کیا کیونکہ اسلام کے بے شمار وسیع شعبے ہیں۔ میرا یہ مطالعہ بائیس سال سے جاری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں برطانیہ میں مسلمان ہونے والے نئے افراد کی مدد کرتا تھا، انھیں لٹریچر مہیا کرتا اور دیگر معاملات میں ان کی مدد وغیرہ کرتا۔ میں نے برطانیہ میں موجود کئی اسلامی تنظیموں میں کام کیا۔ برطانیہ کی اسلامک پارٹی میں باقاعدہ شمولیت اختیار کر لی۔ میں نے مشہور برطانوی مسلم ڈیوڈ موسیٰ پیڈکاک یا داؤد موسیٰ کے ساتھ مل کر اس پارٹی میں کام کیا۔ اس کے علاوہ میں نے برطانیہ کی یونیورسٹی میں اسلام کے اقتصادی نظام سے متعلق بھی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد عربی زبان سیکھنے مصر کی جامعہ الازہر بھی گیا۔ یہاں سے قبرص کا سفر اختیار کیا اور وہاں کی درس گاہوں میں اسلام کے معاشی نظام سے متعلق علمی آگاہی حاصل کی۔ میں نے اسلامک فاؤنڈیشن (یُوکے) کے جناب خرم مراد اور پروفیسر خورشید احمد سے کئی ملاقاتیں کیں اور ان سے خاصا استفادہ کیا۔ سوال۔ اسلامک پارٹی میں آپ کی خدمات کا شعبہ کون سا تھا؟ جواب۔ میں اسلامک پارٹی کے اقتصادی شعبے کی ترجمانی کے فرائض انجام دیتا رہا۔ سوال۔ مستقبل میں آپ کے کیا منصوبے ہیں؟ جواب۔ میں اسلام کے اقتصادی نظام سے متعلق کام کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ تیسری دنیا خصوصاً مسلم ممالک کو مغربی اقتصادی نظام کے تحت لا کر انھیں تباہی سے دوچار کر دیا گیا ہے۔ سود کی تباہ کاریاں اب ہر جگہ دیکھنے میں آتی ہیں۔ معاشی تعمیر کے نام پر تخریب کاری کی جا رہی ہے۔ اِسی لیے میں نے اس شعبے میں کام کرنے کا عزم کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے اور دیگر مسلمان سکالروں کے تجربات سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے معاشی اور اقتصادی نظام پر کتابیں تالیف کروں تاکہ مسلمانوں کو مغربی اقتصادی نظام کی تباہ کاریوں سے آگاہ کیا جا سکے۔" [عبدالسلام پینکن۔ ڈاور (برطانیہ)]

خواتین اسلام کی دہلیز پر

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

میری پرورش چرچ آف انگلینڈ کے عقائد کے مطابق ہوئی اور مجھے یاد نہیں کہ چرچ آف انگلینڈ میں میری اتوار کی عبادت کبھی خطا ہوئی ہو۔ یہ مخصوص عبادت اب اس ملک میں ایک ادارے کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ علاوہ ازیں یہ وہ دن ہوتا تھا جب انسان کو مسلسل اس عبادت کی تاکید اور اس کے علاوہ کچھ اور نہ کرنے کی تلقین کی جاتی تھی۔ ''اتوار کو شرارتی بننے'' سے یوں سختی سے بار بار منع کیا جاتا تھا جیسے اتوار کو کوئی غلط حرکت کرنا دوسرے دنوں کی نسبت زیادہ بڑا گناہ ہو۔ اتوار کی صبح سب سے پہلا فرض چرچ جانا ہوتا تھا۔ جب میں مسیحی عقائد کے کچھ پہلوؤں پر بحث یا ان کے درست ہونے پر اعتراض کرنے لگی تو میرے سوالات اور دلائل کا کسی نے جواب نہ دیا بلکہ مجھ سے یہ کہا گیا کہ مذہب کے بارے میں ایسی پوچھ گچھ نامناسب ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ بائبل اللہ تعالیٰ نے لکھی ہے تو میں نے پوچھا کہ کیا یہ کتاب اللہ نے خود قلم سے لکھی ہے۔ اگر اس نے خود لکھی ہے، تو اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ کہاں ہے اور کیا کسی نے اسے یہ کتاب لکھتے ہوئے دیکھا ہے؟ ایسے سوالات سے میری نیک سیرت آیا خوف زدہ ہو جاتی تھی۔ میرے لیے ایسے مذہب پر عمل کرنا بے لطف اور انتہائی تکلیف دہ تھا جس کے بنیادی عقائد بھی اس قدر خلاف عقل اور ناقابل عمل ہوں۔ میں نہ صرف اپنے معبود سے محبت کا اظہار کرنا چاہتی تھی، بلکہ اس کے متعلق بھرپور دلچسپی رکھتی تھی اور اس کے بارے میں مزید جاننے کی مشتاق تھی کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ میں یہ نظریہ کبھی قبول نہ کر سکی کہ ایک قادر مطلق اور رحمٰن ورحیم اللہ عزوجل نے دنیا کو گناہوں کی سزا سے بچانے کے لیے اپنے بیٹے کو ذلت اور رسوائی کی موت مرنے دیا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی پر لٹکائے جانے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس عمل کی اجازت دینے والا رب (نعوذ باللہ) قادر مطلق ہو سکتا ہے نہ رحمٰن ورحیم کیونکہ قادر مطلق کو کسی انسان یا دوسری مخلوق کی امداد کی ضرورت نہیں پڑ سکتی اور رحمٰن ورحیم ایک مکمل طور پر معصوم انسان کو دوسرے خطاکار لوگوں کے گناہوں کے کفارے میں جان دیتے دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا۔ علاوہ ازیں اپنے ارد گرد لوگوں کو ذوق وشوق سے گناہ کرتے دیکھ کر بھی پتہ چلتا تھا کہ اس معصوم انسان کی قربانی کے باوجود دنیا گناہوں سے پاک تو نہیں ہو سکی۔ جب اس موضوع پر دوسرے لوگوں سے بات ہوئی تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں کی نصف تعداد جو عیسائی ہونے کے دعویدار ہیں، دراصل ان تمام عقائد پر ایمان نہیں رکھتی جن پر عیسائیت میں ایمان لانا ضروری ہے۔ وہ عقیدہ تبدیل کرنے یا اپنے بارے میں خود سوچنے کی تکلیف سے بچے رہنا چاہتے ہیں، اس لیے انھیں عیسائیت ہی مناسب لگتی ہے۔ اتوار کی سہ پہر کو مجھے عیسائیت کے بارے میں کچھ سوال وجواب سیکھنے پڑتے یا کوئی مذہبی نظم زبانی دہرانی پڑتی تھی۔ اس کی بجائے اگر مجھے اپنے خالق کے بارے میں کوئی نصیحت آموز باتیں بتادی جاتیں تو کتنا اچھا ہوتا، مگر مجھے اس کی بجائے ایک ایسے مذہب کے عقائد طوطے کی طرح رٹوائے جاتے رہے جس پر میرا ایمان ہی نہ تھا۔ مجھے یہ اطمینان تھا کہ ابھی میری مسیحی توثیق کی رسم (Confirmation) [1] عمل میں نہیں آئی کیونکہ یہ عمل میرے لیے خاصا تکلیف دہ ثابت ہوتا۔ اس کے بعد تو عیسائیت سے آسانی سے خلاصی تقریباً ناممکن ہو جاتی۔ مجھے ''عیسیٰ (علیہ السلام) کے جسم اور خون'' جیسے الفاظ کی تکرار بالکل اچھی نہیں لگتی تھی اگرچہ

کیتھولک مذہب کے برعکس پروٹسٹنٹ مذہب میں" جسم اور خون" کے الفاظ اصطلاحاً اور تمثیلاً استعمال ہوتے ہیں۔ اس مذہبی رسم کے خیال سے میں بہت پریشان تھی مگر میں نے خفیہ طور پر یہ تہیہ کر رکھا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے میں اپنی مسیحی توثیق نہیں کراؤں گی کیونکہ مجھے ان رسومات سے نفرت تھی۔ اتوار کی شام مقدس گیتوں پر ختم ہوتی تھی اور اس اجتماعی گلوکاری میں شمولیت لازمی تھی۔ اس کی خلاف ورزی کو سخت نافرمانی سمجھا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ جو بچہ اس میں شامل نہ ہو سکے اسے شام ہوتے ہی فی الفور سو جانا چاہیے۔ اس طرح اتوار کا دن بہت طویل اور مشقت طلب بن جاتا تھا کیونکہ اس دن گفتگو، طرز عمل، مصروفیات، عبادات، غرض سب کچھ مخصوص انداز میں کرنا پڑتا تھا۔ ان تکلفات سے میں اتنی

[1]۔ رومی، یونانی اور انگلستانی کلیساؤں کی ایک مذہبی رسم جس میں بشپ پتسمہ دیتے ہوئے اشخاص کے سروں پر ہاتھ رکھ کر ان کے عیسائی ہونے کی توثیق کرتا ہے اور اس طرح انھیں عیسائی مراعات کا حقدار بناتا ہے۔

بیزار ہو گئی کہ اتوار کے اختتام پر میرا طرز عمل باقی دنوں سے بدتر ہو جاتا۔ مجھے بائبل بالکل اچھی نہیں لگتی تھی۔ اس سے مجھے سکون ملتا نہ تسلی ہوتی اور نہ کسی قسم کا کوئی فائدہ حاصل ہوتا تھا۔ جب میں بڑی ہوئی تو مجھے اس میں اتنے تضادات، غیر معقول قصے کہانیاں اور ناممکن باتیں نظر آنے لگیں کہ اس کے مطالعہ سے راحت اور سکون کی بجائے دکھ اور نفرت کے جذبات دل میں ابھرنے لگے۔ جن لوگوں کو اس کی وضاحت اور ترجمانی کا اہل سمجھا جاتا تھا (مثلاً پادری وغیرہ) وہ میرے سوالات کے جوابات دینے سے قاصر تھے، اس لیے میں سمجھتی تھی کہ اس کتاب کا کیا فائدہ جس میں ایسی کہانیاں، قصے اور خیالی باتیں بھری ہوئی ہیں جن کی وضاحت کوئی نہیں کر سکتا۔ بائبل دراصل درجنوں مختلف مصنفین کی تصنیف ہے۔ سائنس اور علم الارضیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آغازِ تخلیق، کا تذکرہ جس طرح بائبل کے باب پیدائش میں ہے وہ قطعاً ناممکن ہے۔ جب یہ ثبوت بھی فراہم ہو گیا ہے کہ شاہ داود نے مذہبی گیت کبھی نہیں لکھے تھے [1] اور اس طرح کے بعض دوسرے حصے جن لوگوں سے منسوب ہیں انھوں نے یہ تحریریں ہرگز نہیں لکھی تھیں۔ اس طرح بائبل اختراع کرنے میں چونکہ اتنے لوگوں کا ہاتھ ہے تو کس کس کی بات پر یقین کیا جا سکتا ہے۔ بائبل کے برعکس اسلام کی مقدس کتاب قرآن حکیم صرف ایک فرد یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ہم تک پہنچی ہے۔ بائبل کی طرح اس میں کبھی کوئی ردوبدل، تحریف، ترمیم وغیرہ نہیں ہوئی۔ کسی نے اس کی تلخیص پیش کی ہے نہ کوئی خود ساختہ بات اس میں شامل کی گئی ہے، لہٰذا یہ اپنی خالص، غیر متغیر اصل حالت میں آج بھی موجود ہے۔ قرآن حکیم سے اسی بنا پر میں بہت متاثر ہوئی۔ اسلام کے نظریے نے میرے دل کو متاثر کیا، چنانچہ یہی چند وجوہات ہیں جن کی بنا پر میں نے اسلام قبول کیا، جو کہ باعث سکون و فلاح ہے اور تباہی و بربادی سے بچاتا ہے۔ میں نے عیسائیت کو اس لیے چھوڑ دیا کہ اس کے مطالعہ

[1]۔ حضرت داود علیہ السلام پر زبور نازل ہوئی تھی جو سچی آسمانی کتاب تھی، تاہم بائبل میں تحریف کے باعث اس میں شامل زبور یا مزامیر داود کی صحت مشکوک ہے۔ اسی لیے بائبل میں داود علیہ السلام کو ایک نبی کے بجائے محض بادشاہ کہا گیا ہے۔ (م ف (

میں پہلے لفظ سے لے کر آخر تک کوئی ایسی بات نظر نہ آئی جو محرک عمل اور حوصلہ افزا ہو اور سماجی اور اخلاقی رفعت کا احساس دلا سکے۔][1]امینہ اینی سپیجٹ، ایک انگریز خاتون(Ameena Annie spieget, An English Lady)][

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

مجھ سے پوچھا گیا ہے کہ میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟ میرے اسلام لانے کی چند وجوہات درج ذیل ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ مجھے یقین ہے کہ آج کے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل نہیں کر رہے جبکہ انھوں نے میرے ایمان کے مطابق وہی تعلیم دی ہے جو حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم اور دوسرے انبیاء علیہ السلام نے دی اور یہی تعلیم اسلام کی ہے جس کے معنی ہیں کہ (اپنے آپ (اللہ کی رضامندی کے حوالے کر دینااور رنگ و نسل سے بالاتر عالمگیر اخوتِ انسانی کا قیام عمل میں لانا۔ انسانیت کی نجات کے لیے اللہ تعالیٰ کا زمین پر اتر آنے کا عیسائی نظریہ میری سمجھ میں نہیں آسکا۔ یقینا نجات کا احسن طریقہ یہ ہے کہ انسان محنت، لگن اور عبادت سے اپنے آپ کو اللہ کے حضور پیش کرے۔ مزید برآں عیسائی عقائد کے مطابق اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) خدا تھے تو پھر وہ ہمیشہ کیوں کہتے رہے: "اے اللہ! مرضی میری نہیں تیری چلے گی۔" حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بار بار اپنے پیروکاروں کو بتایا کہ میں تو اللہ کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ آپ تو گتھسیمنی[2] (Gethsemane) کے باغ میں ساری ساری رات اللہ سے ہمت اور حوصلہ عطا کرنے کی دعائیں کرتے رہتے تھے اور بعض اوقات بے چین ہو کر پکار اٹھتے: "میرے مالک تو نے مجھے بے یار و مددگار کیوں چھوڑ دیا؟" علاوہ ازیں کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی دائیں جانب تشریف فرما ہیں، یہ کیسے ممکن

---

[1]۔ 'اسلامک ریویو" جون 1991ء ج:7، ش:6، ص:206-204 [2] ۔یروشلم کے قریب وہ باغ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دھوکا دیا گیا تھا۔

ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی خدا ہیں۔ انھیں خدا کہنا سراسر حماقت ہے۔ میرے خیال میں اللہ تعالیٰ سب سے اعلیٰ، پوری کائنات پر محیط اور بہت محبت کرنے والا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے پیغمبر ہیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح لوگوں کو راہِ ہدایت دکھانے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت کی فلاح کے لیے انھی قوانین کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا گیا اور مجھے یقین ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت تمام انبیاء علیہم السلام دین اسلام ہی کی تعلیم دینے کے لیے آئے جس کے معنی ہیں "اپنے آپ کو اللہ کی رضا کے سپرد کر دینا۔" آج اسلام کے ذریعے سے انسان حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کی تعلیمات پر صحیح معنوں میں عمل کر سکتا ہے نہ کہ اس طریقے کے مطابق جس پر دورِ حاضر کے یہود و نصاریٰ کاربند ہیں۔ اسی بنا پر ہم مسلمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اصل تعلیمات پر عمل پیرا ہیں جب کہ وہ لوگ غلط فہمی کی بنا پر گمراہی میں مبتلا ہیں۔ اب بحیثیت مسلمان میرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ میں تمام انبیاء کو محترم سمجھ کر ان سب کے لیے علیہم السلام کہہ سکتی ہوں کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح انھوں نے بھی حق

وقیّوم ربِ کائنات کی رضا کے آگے جھک جانے کا درس دیا اور جارحیت کی بجائے رواداری اور امن کا پیغام دیا۔ ایمان باللہ پر استقامت سکھائی اور یہ یقین دلایا کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ ہماری بھلائی کس بات میں ہے۔ علاوہ ازیں ہمیں بچوں پر شفقت کرنا اور سچائی کے لیے دکھ جھیلنا سکھایا۔ دین سے غفلت اور اس کی تعلیمات پر صحیح معنوں میں عمل نہ کرنے سے قوموں کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے ہیں۔ لوگ صرف اس بات پر دوسروں سے تعصب رکھنے لگے ہیں کہ وہ ان کے انبیاء علیہم لسلام کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے۔ لیکن اسلام میں رواداری جیسی امتیازی خوبیاں ہیں اور اس کی عالمگیر اخوتِ انسانی کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ پس میں کہہ سکتی ہوں کہ میں نے اسلام اس لیے قبول کیا کہ یہ اللہ اور اس کے منصوبۂ ربوبیّت کے بارے میں میرے خیالات کے مطابق ہے۔ یہ واحد دین ہے جسے میں سمجھ سکتی ہوں۔ دراصل یہ اتنا سادہ اور حسین ہے کہ ایک بچہ بھی اسے بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ ربنا لک الحمد][1]آمنہ لی فلیمنگ(Amina Le Fleming)][

میرا انتخاب: اسلام

1928ء میں ایک دن میرے بیٹے نے آبدیدہ ہو کر کہا: ’’میں مزید عیسائی نہیں رہنا چاہتا۔ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ اور امی! آپ بھی میرے ساتھ یہ نیا مذہب اپنالیں۔‘‘ یہ وہ پہلا موقع تھا جب مجھے اسلام سے ناتا جوڑنا پڑا۔ کئی سال بعد میرا رابطہ برلن (Berlin) کی مسجد کے امام صاحب سے ہوا جنھوں نے مجھے اسلام سے متعارف کروایا۔ میں نے یہ تسلیم کر لیا کہ اسلام ہی میرے لیے سچا مذہب ہے۔ میرے لیے 20 سال کی عمر میں بھی عیسائیت کے نظریۂ تثلیث پر ایمان لانا مشکل تھا۔ اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد میں نے رومن کیتھولک رسم کے مطابق پادری کے سامنے اعتراف گناہ، ’’تقدس مآب‘‘ پوپ کے اقتدار اعلیٰ اور بپتسمہ جیسی رسوم کو بھی مسترد کر دیا اور اس طرح میں ایک مسلم خاتون بن گئی۔ میرے آباؤاجداد عیسائیت کے مخلص معتقد تھے۔ میری پرورش اور تربیت عیسائیوں کے دینی تعلیمات کے ایک ادارے میں ہوئی، لہٰذا مجھے زندگی کے بارے میں مذہبی انداز فکر گویا ورثے میں ملا۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ میں خود کو کسی نہ کسی دینی نظام سے وابستہ کر دوں۔ میں واقعی بہت خوش قسمت تھی کہ مجھے دین اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر کے حقیقی سکون مل گیا۔ آج میں ایک خوش بخت دادی اماں ہوں، اس وجہ سے میں یہ دعویٰ کر سکتی ہوں کہ میرا پوتا بھی مسلمان پیدا ہوا۔ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ)‘‘اور اللہ جسے چاہتا سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔][2]‘‘مسز آمنہ موسلر، جرمنی(Mrs. Amina Mosler, Germany)][

[1]۔اسلامک ریویو، اکتوبر 1935ء ج:23، ش:10، ص:362,361 [2] ۔دی مسلم ورلڈ لیگ جرنل، مارچ 1974ء ص:48

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

کئی دوسرے امریکی نو مسلموں کی طرح میں بھی ایک عیسائی پس منظر سے نکل کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئی۔ ان دو مذاہب کے درمیان دراصل کئی باتیں مشترک ہیں جو باہم ملتی جلتی ہیں۔ دونوں مذاہب اپنی اصل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب کرتے ہیں۔ دونوں کا آغاز مشرق وسطیٰ سے ہوا۔ ان دونوں مذاہب کے پیروکاروں نے ابتدا میں بہت مشکلات دیکھیں۔ دونوں مذاہب کا ایک ایک نبی ہے اور ان کی تعلیمات ان مذاہب کی بنیاد ہیں۔ ایک عیسائی کی حیثیت سے مجھے یہ بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) اللہ عزوجل کے بیٹے ہیں۔ ان کی تعلیمات پر یہ عقیدہ حاوی تھا یعنی پیغام سے زیادہ پیغمبر کی اہمیت تھی۔ اسلام میں یہ صورت حال نہیں ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیغام وصول کیا اور اس کی اشاعت کا وسیلہ بن گئے مگر انھوں نے پیغام کی اہمیت کو کم نہ ہونے دیا۔ آپ کی زندگی مثالی ہے اور ہم سب مسلمان اسی طرح اللہ کے پیغام کو اپنی زندگی پر نافذ کرنے کے پابند ہیں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی پر نافذ کیا۔ آپ کا طرز حیات اور مخصوص حالات میں آپ کا طریق کار مسلمانوں کے لیے ایسی مثالیں اور ایسا نمونہ پیش کرتے ہیں جن پر ہم اپنے اعمال کی بنیاد استوار کر سکتے ہیں۔ ہم اس نمونے کی پیروی صرف اللہ کی بہترین طریقے سے اطاعت کرنے کے لیے کرتے ہیں نہ کہ محض پیروی کو مقصد سمجھتے ہیں، مثلاً میں نے اسلام کئی وجوہ کی بنا پر قبول کیا۔ پہلی وجہ قرآن حکیم کی بنیادی صداقت تھی۔ کالج میں جب پہلی بار میں نے قرآن حکیم پڑھا تو اس کے حسنِ بیان اور جامعیت نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اسلام کا ایک امتیازی طرز حیات ہے اور اسلامی طرز حیات کا بہترین نمونہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہے۔ جب میں نے اسلام کا مطالعہ کیا تو آپ کے بارے میں بھی معلومات مجھے مل گئیں۔ تقریباً 4 سال قبل جب میں نے کلمۂ شہادت پڑھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے اسلام کو اللہ کا دین اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دین کا بہترین عملی نمونہ تسلیم کر لیا تھا۔ میں جانتی تھی کہ میرا طرز حیات بدل جائے گا اور میرے دوستوں اور میرے خاندان کی طرف سے میرے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ آگے جو کچھ ہونا تھا اس کے بارے میں میرا اندازہ درست نہ نکلا۔ اس ملک کے بیشتر مسلمان باشندے امریکی نژاد نہیں ہیں۔ کئی ایسے خوش نصیب ہیں جو بعض ایسے معاشروں میں رہ کر آئے ہیں جو اگر مکمل طور پر اسلامی نہ تھے تو کم از کم اسلام سے انھیں واقفیت تو تھی جیسا کہ ہم سب کو علم ہے کہ امریکہ میں اسلام سے اتنی واقفیت نہیں ہے۔ جب میں مسلمان ہوئی تو یہ توقع نہ تھی کہ مجھے فوراً اپنے دین میں مہارت حاصل ہو جائے گی لیکن اب شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جب کوئی غیر مسلم اس دین کے حوالے سے مجھ سے سوال جواب کا تقاضا نہ کرتا ہو۔ یہ توقع نہ تھی کہ مجھے یوں ہراساں کیا جائے گا مگر اب انتہا پسند عیسائی باقاعدہ مجھے مخاطب کر کے آزردہ باتیں کرتے ہیں اور کئی دوسری باتوں کے علاوہ جہنم میں جانے کی بددعا بھی دیتے ہیں۔ مجھے اس قدر تعصب کی امید نہ تھی، پھر بھی تنگ نظر لوگ جو حجاب کے

باعث میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتے، مجھ سے اکثر گستاخانہ اور تعصب کا سلوک کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اسلام قبول کرنیوالے افراد میتھوڈسٹ[1] سے پریسبیٹیرین [2] (Presbyterian) فرقہ اختیار کرنے والوں سے کہیں زیادہ مشکلات میں مبتلا ہوتے ہیں۔ کچھ دن ایسے ہوتے ہیں جب مسلمان کے طور پر رہنا آسان ہو جاتا ہے اور یہ آسانی ان دنوں ہوتی ہے جن دنوں میں مسجد جا کر دوسرے مسلمان بھائیوں سے ملتی ہوں اور مجھے پتہ چلتا ہے کہ صرف میں ہی اسلام کی خاطر مشکلات کا سامنا کرنے والی نہیں ہوں بلکہ میرے علاوہ کئی لوگ اور بھی ہیں۔ مسجد کے ماحول میں روزمرہ کی زندگی کی ان مشکلات کو بھلا دینا آسان ہو جاتا ہے۔ لیکن کچھ دن ایسے بھی ہوتے ہیں جب اسلام سے وابستہ رہنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ مجھے قوت اور صبر عطا فرمائے۔ مجھے یہ توقع نہ تھی کہ غیر مسلم مجھ

---

[1]۔ پروٹسٹنٹ مسیحی فرقہ جو قربت الٰہی اور خدمت خلق پر زور دیتا ہے۔ یہ 1791ء میں کلیسائے انگلستان (چرچ آف انگلینڈ) سے الگ ہوا اور امریکہ میں خاصا پھولا پھلا۔ (م ف) [2] ۔ مسیحی فرقہ جس کے تمام عہدیدار مساوی مرتبہ رکھتے ہیں، بالخصوص نیشنل چرچ آف سکاٹ لینڈ۔

سے نہ صرف اسلام کے بنیادی اصولوں کے بارے میں بلکہ فروعات اور جزئیات کے بارے میں بھی بار بار پوچھیں گے۔ میں ان سوالوں کا جواب دیتے دیتے اُکتا جاتی ہوں کہ میں حجاب کیوں پہنتی ہوں؟ شراب کیوں نہیں پیتی؟ یا رائی (Rye) کے خصوصی لنچ کے ساتھ خنزیر کا گوشت کیوں نہیں کھاتی؟ مجھے یاد ہے کہ جب مورمن (Mormon) فرقے سے تعلق رکھنے والے میرے افسر نے مجھ سے پوچھا کہ میں کون سے چرچ سے وابستہ ہوں تو مجھے کتنا پریشان ہونا پڑا۔ اس کے بعد دو گھنٹے ہماری گفتگو ہوئی، اس کا موضوع اسلام کی مبادیات بھی تھیں اور کچھ ایسے مسائل بھی تھے جن پر بحث کے لیے میں اس وقت تیار نہ تھی۔ ایسے دنوں کے بعد کبھی کبھی مجھے اپنے آپ پر ترس آنے لگتا ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو ہمیشہ مجھے اسلام کے ابتدائی دنوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کی مشکلات یاد آجاتی ہیں۔ جس ہمت کا مظاہرہ آپ نے کیا اور جو صبر اور حکمت اللہ تعالیٰ نے ایسے مواقع پر آپ کو عطا کی اس کے خیال سے مجھے تسکین ملتی ہے۔ جہاں اس وقت امریکہ کا ایک اسلامی ریاست بننا بہت مشکل نظر آتا ہے وہاں اتنا ضرور ہے کہ مسلمانوں کی تعداد یہاں بڑھ رہی ہے اور جو جنگیں ہم مسلمانوں کو یہاں لڑنا پڑ رہی ہیں وہ اسلحہ کی جنگیں نہیں ہیں بلکہ جہالت اور غلط فہمیوں کی جنگیں ہیں۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے ان لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچانا تھا جو اس کے شدید مخالف تھے، اور آپ کو روایت کا سہارا بھی حاصل نہ تھا جیسا کہ ہمیں حاصل ہے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ آپ کے سامنے کوئی مثال یا نمونہ نہ تھا، جب کہ ہمارے سامنے (آپ کا) اسوۂ حسنہ موجود ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کو قرآن عطا کیا تو اس نے یہ کتاب ایک ایسے انسان کی وساطت سے عطا کی جس کی زندگی تنقید اور الزامات سے بالاتر تھی۔ مسلمانوں کو آج امریکہ یا کہیں اور جتنی بھی آزمائشوں کا سامنا ہے ان سے بڑی آزمائشوں کا سامنا خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرنا

پڑا۔آج ہم جس قدر مجبور وبے بس ہیں اس سے کہیں زیادہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکاروں کو بے بسی کا سامنا کرنا پڑا۔

پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے بہترین مثال اور قابل اتباع نمونہ ہیں۔ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر جب نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اللہ کی عظمت کا ایک اور پہلو بھی نظر آتا ہے۔ یہ اسی کی مہربانی ہے کہ اس نے ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا اسوہ حسنہ عطا کیا۔ اللہ عزّوجل کی خصوصی عنایت اور مہربانی سے آپ نے ہمارے لیے مثالی زندگی بسر کی۔

ہمیں بہت سی مشکلات کا سامنا ہے مگر ہم ان مشکلات میں بے یارومددگار نہیں ہیں۔ ہمیں اللہ نے اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے کی توفیق اور طاقت عطا کی ہے۔ اس توفیق اور طاقت سے کامیابی حاصل کرنے کے لیے کامل نمونہ اور اعلیٰ مثال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔[1] عائشہ ڈکرسن (Aishah Dickerson)]

میں مسلمان کیوں ہوئی؟

پہلے میں نے کئی مذاہب کا مطالعہ کیا اور جانچ پڑتال کی مگر مجھے یہ بھی پتہ نہ چل سکا کہ میں کس جگہ کھڑی ہوں۔ مجھے یوں لگتا تھا جیسے میں ہوا کے دوش پر ادھر اُدھر اڑتا ہوا تنکا ہوں جو پتہ نہیں کہاں جا گرے گا۔ میں سوچتی تھی یہ سب مذہب سچے کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ میں محسوس کرتی تھی کہ ان میں سے ایک مذہب ضرور سچا ہوگا مگر یہ علم نہ تھا کہ وہ کون سا ہے؟ مجھے وہ بات کسی میں بھی نظر نہیں آئی جس کی مجھے تلاش تھی۔ بالآخر میں نے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور مجھے سکون، دلجمعی اور قناعت نصیب ہوگئی۔ آسمان سے گرنے والی بجلی کے شرارے کی طرح یہ حقیقت میرے دل میں اتر گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا سچا پیغام وقتاً فوقتاً مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کی وساطت سے ہم تک پہنچایا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول بن کر تشریف لائے، پھر اس کے بعد یہ سلسلۂ انبیاء ختم ہوگیا کیونکہ اللہ کا پیغام مکمل ہوگیا ہے۔ چونکہ اب مزید

[1]۔یقین انٹر نیشنل، 22فروری1986ء، ج:34، ش:20، ص:237,236

حاصل کیں اور مجھے سکون، دلجمعی اور قناعت نصیب ہوگئی۔ آسمان سے گرنے والی بجلی کے شرارے کی طرح یہ حقیقت میرے دل میں اتر گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا سچا پیغام وقتاً فوقتاً مختلف انبیائے کرام علیہ السلام کی وساطت سے ہم تک پہنچایا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول بن کر تشریف لائے، پھر اس کے بعد یہ سلسلۂ انبیاء ختم ہوگیا کیونکہ اللہ کا پیغام مکمل ہوگیا ہے۔ چونکہ اب مزید کوئی پیغام ضروری نہیں، لہٰذا یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ انسان نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے پیغامِ حق کو اپنے گناہوں سے آلودہ کر دیا ہے، اس لیے اسلام سے پہلے کے مذاہب واَدیان (یہودیت، عیسائیت وغیرہ) مسخ شدہ شکل میں ہم تک پہنچے ہیں جبکہ ہم انھیں سچا دین سمجھتے رہے لیکن جب سچا دین اسلام ابدی حقائق کے ساتھ رُونما ہوا تو سب دین منسوخ ہوگئے۔ اب جب ہم پیچھے مڑ کر اپنے سابقہ عقائد کو دیکھتے ہیں تو افسوس ہوتا ہے کہ پادریوں نے اپنے مفادات کی خاطر ہمیں ایک خود ساختہ مذہب کا پابند بنائے رکھا۔ یقیناً ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ دین اسلام ہمارے قدرتی ماحول کے لیے انتہائی موزوں ہے، یعنی دن، رات، سورج، چاند، ہوا اور بارش کے علاوہ اہل بصیرت کے لیے لاکھوں دوسری نشانیاں فراہم کرتا ہے۔

مگر ہم میں سے کچھ لوگ اتنے بے بصیرت اور متکبر ہیں اور خود غرضی اور دولت پرستی میں اس قدر مبتلا ہیں کہ انھیں قدرت کی یہ نشانیاں نظر نہیں آتیں۔ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب ہم سب اسلام کی صداقت کو واضح طور پر دیکھ سکیں گے مگر اس وقت کچھ کرنے کا وقت گزر چکا ہو گا۔[1] پہلی آسٹریلوی خاتون جنھوں نے 1930ء میں علانیہ اسلام قبول کیا[

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟ "عیسائیت سے اسلام تک کا سفر["

محترمہ عائشہ بریجٹ ہنی "Ayeshah Bridget Honey" سے ایک انٹرویو[سوال ۔ آپ نے کب اور کس عمر میں اسلام قبول کیا؟ **جواب۔** ساڑھے تین سال قبل اللہ تعالیٰ نے مجھے نورِ ہدایت عطا کیا۔ اس وقت میری عمر 21 برس تھی۔

---

[1]۔ مسلم وائس، فیجی۔ اگست، ستمبر 1982ء

سوال۔ مہربانی فرما کر ہمیں بتائیں کہ آپ نے اسلام کیسے قبول کیا؟ **جواب۔** میں جس گھرانے میں پیدا ہوئی اور تربیت پائی وہ مذہبی نقطۂ نظر سے عام برطانوی گھرانوں سے مختلف نہ تھا۔ میری والدہ مذہباً عیسائی ہیں مگر وہ عیسائیت کی عبادات اور رسوم پر عمل نہیں کرتیں۔ تاہم میرے والد کو کسی مذہب پر یقین نہیں تھا۔ بچپن میں، میں نے ایک دینی درسگاہ میں تعلیم حاصل کی اور ان مضامین کا مطالعہ کیا جو انگلینڈ کے چرچ سکولوں میں پڑھائے جاتے ہیں۔ عموماً ہماری گفتگو کا مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے بچپن میں، میں نے اپنے گھر میں کبھی اللہ عزوجل کا نام نہیں سنا۔ میں چرچ سکول کی تعلیم کے دوران میں عیسائیت کے بعض بنیادی عقائد سے کبھی مطمئن نہ ہو سکی، خصوصاً نظریۂ تثلیث اور نظریۂ کفارہ میری سمجھ میں نہ آ سکے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کے گناہوں کے کفارے کے طور پر اپنی جان دے دی۔ ان نظریات کے بارے میں، میں نے کئی مباحث اور دلائل سنے مگر جو کچھ میں نے سنا وہ محض حقیقت کا ایک پہلو تھا جب کہ میں مکمل حقیقت کو جاننا چاہتی تھی۔ میرا اسکول ایک عیسائی سکول تھا مگر میں وہاں سے منکر بن کر نکلی۔ مجھے فلسفے کے مطالعے کا بے حد شوق تھا اور سچائی تک رسائی کی تڑپ دل میں موجود تھی۔ جب 15 سال کی عمر میں، میں نے چینی فلسفی تاؤ (Tao) کی کتاب "تاؤتہ چنگ (Taoteh Ching)" پڑھی تو میں اس کے خیالات سے بہت متاثر ہوئی، پھر جب مجھے بدھ مت کے بارے میں کچھ تعارفی معلومات فراہم ہوئیں تو میں نے تاؤمت اور بدھ مت دونوں کے فلسفیانہ اعتقادات کا گہرا مطالعہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے چین جا کر چینی زبان سیکھنے کا ارادہ بھی کیا مگر 15 سال کی لڑکی جس کے پاس پیسے وغیرہ بھی نہ ہوں، اس کے لیے اتنا لمبا سفر ممکن نہ تھا۔ میری عمر 17 سال ہوئی تو میں نے کینیڈا جا کر وہاں دو سال تک کام کیا اور اتنی رقم کما لی کہ اپنی تعلیم جاری رکھ سکوں۔ میرا پروگرام سیکنڈری سکول کی سند حاصل کرنا تھا تاکہ مجھے چینی زبان سیکھنے کے لیے کسی یونیورسٹی میں داخلہ مل سکے۔ کینیڈا میں مجھے ہندومت کے فلسفے کا پتہ چلا اور میں نے ہندوؤں کی مقدس کتابیں پڑھ ڈالیں۔ تینوں مذاہب یعنی تاؤمت، بدھ مت اور ہندومت کے نظریات جو اب تک میں نے پڑھ لیے تھے ان میں مجھے حسن،

گہرائی اور ترفع تو نظر آیا مگر ان میں سے کوئی بھی میرے ذہن یا جذبات کو مطمئن نہ کر سکا۔ اس وسیع و عریض کائنات میں اور روز مرہ کی زندگی میں جہاں لوگ اکٹھے رہ رہے ہیں، یہ تینوں نظریات توازن یا استحکام حاصل نہیں کر سکتے بلکہ پوری طرح ناکام ہیں کیونکہ وہ زندگی کے کسی نہ کسی پہلو کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ تاؤمت فلسفے کا بانی درویش اور جوگی بن کر دنیا کے دور دراز علاقوں تک پھرتا رہا۔ بدھ نے حق کی تلاش میں اپنی بیوی اور خاندان کو چھوڑ دیا۔ ہندوؤں کی کتابیں بنیادی طور پر فقط اخلاقیات سے تعلق رکھتی ہیں، مگر کیا اجتماعی معاشرتی زندگی کے تمام انسانی نظریات محض بے بنیاد توہّمات ہیں؟ (ہندو فلسفہ تو انھیں بے بنیاد توہّم ہی قرار دیتا ہے) اس سوال نے مجھے پریشان کر دیا اور میں ان میں سے کسی بھی فلسفے کو فلسفۂ حیات کے طور پر قبول نہ کر سکی۔ اب میرا مسئلہ یہ تھا کہ میں کس بات پر یقین کروں؟ میں سوچنے لگی کہ زندگی کی حقیقت کیا ہے؟ کیا زندگی کچھ لوگوں کے کہنے کے مطابق محض ایک حادثے کا نتیجہ ہے؟ اس بے چینی اور پریشانی کی وجہ سے میری راتوں کی نیند حرام ہو گئی۔ اس ذہنی کیفیت کے باعث میری سیکنڈری امتحان میں کامیابی اور لندن یونیورسٹی میں میرا داخلہ بھی بے مقصد ٹھہرا، چینی زبان کی تعلیم کا شوق بھی جاتا رہا۔ یہ درست ہے کہ میں نے چینی زبان سیکھنے کی حسرت پوری کر لی، مگر جس سچائی کی مجھے تلاش تھی وہ ابھی بہت دور نظر آتی تھی۔ یونیورسٹی میں داخلہ لینے کے بعد مجھے مسلمانوں سے متعارف ہونے کا موقع ملا۔ اس سے پہلے میں نے اسلام کے بارے میں کچھ سنا تھا نہ پڑھا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ دوسرے تمام اہل مغرب کی طرح اسلام کے بارے میں میرے دل میں بھی کئی تعصّبات اور غلط فہمیاں موجود تھیں۔ مسلمان طلبہ نے بہت پر سکون اور شائستہ انداز میں اپنے بنیادی عقائد مجھے سمجھائے۔ انھوں نے میرے تمام اعتراضات کے جواب دیے اور مجھے پڑھنے کو کچھ کتابیں بھی دیں۔ شروع میں صرف فارغ وقت میں، میں ان کتابوں کی ورق گردانی کرتی رہی۔ مجھے یہ تفریح طبع اور تحقیر و تنقید کا ذریعہ لگتی تھیں لیکن جب میں نے ان کتب کے بعض حصوں کا بغور مطالعہ کیا تو اس سے اسلام کے بارے میں میرے شکوک و شبہات رفتہ رفتہ کم ہونے لگے۔ پھر میں نے ان کتابوں کو پوری توجہ سے پڑھنا شروع کیا۔ ان کے اندازِ تحریر اور تشریح و توضیح کی جدت نے مجھے حیران کر دیا۔ خالق، مخلوق اور موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں ان کے دلائل کی معقولیت نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اس کے بعد مسلمان طلبہ نے مجھے قرآن حکیم کا انگریزی ترجمہ دیا۔ میں لاکھ کوشش بھی کروں تو وہ تاثر بیان نہیں کر سکتی جو اس کتاب عظیم کے مطالعے سے میرے دل پر مرتب ہوا۔ تیسری سورت کا مطالعہ ختم کرنے سے پہلے ہی میں بے اختیار اپنے خالق کے حضور سجدہ ریز ہو گئی۔ یہ میری پہلی نماز تھی اور اس وقت سے لے کر اب تک میں الحمد للہ مسلمان ہوں۔ اسلام کے بارے میں علم ہونے کے بعد تین ماہ سے بھی کم عرصے میں، میں نے اسلام قبول کر لیا، اس لیے شروع میں مجھے اس کے بنیادی تصورات سے زیادہ کچھ علم نہ تھا۔ اس کے بعد اپنے مسلمان بھائیوں سے میرے سوالات کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا اور ان کے ساتھ میں نے ان سولات کے متعلق مفصل بحث کی۔ مجھ سے اکثر میرے قبول اسلام کے اہم اسباب کے بارے میں پوچھا جاتا ہے۔ اس سوال کا جواب دینا میرے لیے خاصہ مشکل ہے کیونکہ

ایک یورپی مسلمان کے قول کے مطابق اسلام ایک مکمل اور جامع ہندسی شکل ہے جس کا ہر حصہ دوسرے حصے کی تکمیل کرتا ہے اور اس کا اصل حسن ان حصوں کی ہم آہنگی اور معنویت میں مضمر ہے اور اسلام کی یہی خوبی ہے جو انسانوں کو بہت زیادہ متاثر کرتی ہے۔ فاصلے سے دیکھا جائے تو عمومی باتوں میں اسلام کی گہری بصیرت، اس کے مقاصد و اعمال اور اسلامی ریاست کی وضاحت آپ کو حیران کر دے گی اور اگر آپ قریب ہو کر اس کی جزئیات کو دیکھیں تو یہ آپ کو سماجی زندگی کا ایک بے مثال رہنما نظر آئے گا کیونکہ اس کی بنیاد راست بازی اور سچے اخلاقی اصولوں پر قائم ہے۔ مسلمان ہر کام اللہ کے نام سے شروع کرتا ہے اور جب وہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو اپنا جائزہ لیتا ہے اور اخلاق و کردار کے اعلیٰ معیار تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح روزمرہ کی دنیاوی زندگی اور مذہب کے تقاضوں کے درمیان خلا پر ہو جاتا ہے اور دونوں میں توازن و تناسب قائم ہو جاتا ہے۔ اس طرح زندگی اور مذہب ایک دوسرے کے ساتھ متوازن اور ایک دوسرے کی ضرورت بن جاتے ہیں۔ سوال۔ آپ کے قبولِ اسلام پر آپ کے خاندان اور دوستوں کا ردعمل کیا تھا؟ **جواب۔** میرے والدین نے میرے قبولِ اسلام کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ پہلے ان کا خیال تھا کہ یہ محض میرا ایک پسندیدہ موضوعِ گفتگو یا شوق ہے جیسے چینی زبان سیکھنے کا شوق تھا، لہٰذا وہ سمجھتے تھے کہ جلد ہی یہ شوق بھی سرد پڑ جائے گا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجھے یہ قصہ بھول جائے گا۔ مگر جب وقت نے ان کا خیال غلط ثابت کر دیا اور میرا نیا دین میری سوچ تک محدود رہنے کی بجائے میری عادات اور طرز حیات کو بھی متاثر کرنے لگا تو انھوں نے اس تبدیلی پر افسوس کا اظہار کرنا شروع کیا۔ شراب نوشی اور خنزیر کا گوشت کھانے سے میرے انکار پر وہ ناراض ہوئے اور وہ میرے ہر جگہ سکارف (دوپٹہ) اوڑھنے سے ناخوش ہوئے۔ دراصل مجھے یقین ہے کہ انھیں میرے قبول اسلام پر دوسرے لوگوں کے اعتراضات کی فکر تھی۔ ایمان اور عقیدے کے بارے میں انھیں اتنی فکر نہ تھی، تاہم میری انگریز سہیلیوں کا رویہ اس سے مختلف تھا۔ وہ بحث و تمحیص کی اہلیت رکھتی تھیں اور عقلی دلائل سے ثابت شدہ بات قبول کر لیتی تھیں۔ جب میں نے اسلامی انداز فکر اور سماجی زندگی کے اصولوں پر بحث کی تو انھوں نے اس کی معقولیت کو تسلیم کر لیا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ کچھ سہیلیوں سے تعددِ ازواج اور اسلام کی جانب سے مقررہ حدود پر بحث ہوئی اور میں نے اس ضمن میں مغربی تہذیب کے اصولوں سے اسلامی اصولوں کا موازنہ کیا تو وہ تمام اس بات سے متفق ہو گئیں کہ اسلامی حدود کی پابندی کے ساتھ تعدد ازواج ہی ازدواجی زندگی کے مسائل کا بہترین حل ہے۔ سوال۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کو کسی مشکل یا پریشانی کا سامنا کرنا پڑا؟ **جواب۔** جن لوگوں میں سوچنے کی صلاحیت نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے، وہ عام طور پر اسلام سے سخت عناد رکھتے ہیں۔ وہ اکثر مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اگر وہ ان کے سامنے مذاق نہ بھی اڑائیں تو پس پشت ان کا تمسخر ضرور اڑاتے ہیں۔ دوسری طرف وہ لادین اور منکر لوگوں کے ساتھ الجھنے سے گریز کرتے ہیں بلکہ ان کی "آزاد خیالی" کا وہ احترام کرتے ہیں مگر اسلام اور مسلمانوں سے انھیں چڑ ہے۔ اس کے باوجود مجھے کوئی قابل ذکر مشکلات پیش نہیں آئیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں یونیورسٹی کے "ادارۂ مطالعۂ شرق و افریقہ (Oriental and African Studies) "

(Institute) کی طالبہ تھی اور جن لوگوں سے میرا واسطہ رہا وہ مذہب اور عقائد کے بارے میں کچھ نہ کچھ جانتے تھے۔ بہر حال مجھے علم ہے کہ بہت سے نئے مسلمانوں کو کیا کیا تکلیفیں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ سوال۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ نے کس حد تک علم حاصل کیا؟ **جواب۔** اسلام کے بارے میں میرا علم ان کتابوں تک محدود رہا جو میری دسترس میں آئیں۔ میں نے مسلمان علماء سے سوالات پوچھ کر بھی بہت کچھ سیکھا۔ میں نے مختلف علاقوں کے مسلمانوں سے بحث کر کے بھی بہت سی معلومات حاصل کیں۔ پچھلے سال میں نے اسلامی فکر اور مغربی فلسفہ کے بارے میں سوڈان کے ایک طالب علم سے بہت کچھ سیکھا۔ یہ طالب علم ہر ہفتے ایک اجلاس منعقد کرتا تھا جس میں دس آدمی شرکت کرتے تھے۔ اس اجلاس میں ہمارا طریقہ کار یہ تھا کہ ہم قرآن حکیم کے اہم تراجم پڑھ کر ان کا قرآن مجید کے اصل عربی متن سے موازنہ کرتے تھے تاکہ ہر آیت کے قریب ترین مفہوم کا تعین کر سکیں۔ پھر مختلف تفاسیر کی روشنی میں خاص طور پر تفسیر طبری کے حوالے سے ہم اپنے فہم کے مطابق اس آیت پر بحث کرتے تھے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے اس سوڈانی بھائی کے یہاں سے جانے کے بعد لندن میں کوئی ایسا آدمی موجود نہیں جس کے پاس اتنا علم یا ولولہ ہو کہ اسی استقامت سے یہ کام جاری رکھ سکے۔ سوال۔ کیا آپ یہ سمجھتی ہیں کہ اسلام جدید تہذیب کو متاثر کر سکتا ہے؟ مہربانی فرما کر بتائیں کہ یہ کس طرح جدید تہذیب پر اثر انداز ہو سکتا ہے؟ **جواب۔** آج کل مغربی دنیا لاعلمی کے اندھیرے میں سرگرداں ہے۔ امید کی ذرا سی بھی روشنی اسے میسر نہیں جو انسان کی ذات اور روح کو نجات کی راہ دکھا سکے۔ جو آدمی یورپی معاشرے کی اصل صورت حال سے واقف ہے، وہ اس ہمہ گیر بے چینی اور پریشانی کو دیکھ سکتا ہے جو ترقی اور مادی شان و شوکت کی چکاچوند کے پس منظر میں موجود ہے۔ اب لوگ اپنی مشکلات سے نکلنے کی راہیں تلاش کر رہے ہیں مگر انھیں باہر نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ ان کی جستجو بے ثمر ہے۔ ان کے سامنے ایک ہی راستہ ہے اور وہ تباہی و بربادی کی جانب جانے والا راستہ ہے جس پر وہ پہلے سے چل رہے ہیں۔ اسلام جسم اور روح کے تقاضوں کے درمیان جو حسین ہم آہنگی پیش کرتا ہے، اس میں اہل مغرب کے لیے بہت کشش ہے۔ اسلام تہذیب جدید کو وہ راستہ دکھا سکتا ہے جو کامیابی اور نجات کا راستہ ہے۔ یہ مغرب کے انسانوں کو اصل مقصد دکھا کر اللہ کی رضا کے لیے جدوجہد پر آمادہ کر سکتا ہے اور یہی اس کی اخروی کامیابی کی ضمانت ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا اور آخرت کی کامیابی عطا فرمائے۔ سوال۔ آپ کے خیال میں اسلام کی اشاعت کس طرح ہو سکتی ہے؟ **جواب۔** تبلیغ اسلام کی فکر کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی زندگی اور ضروریات میں وہ معیار حاصل کر لیں جس کا تقاضا ہمارا ایمان کرتا ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر ہم اسلام کے مبلغ بن جائیں تو ہمیں کسی اور چیز کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اسلام سے مکمل واقفیت تبلیغ اسلام کی اولین ضرورت ہے تاکہ ہم مخالفین کے تمام سوالات اور اعتراضات کے جوابات دے سکیں۔ بے شک اسلام کی دعوت عام کرنے کے لیے اسلام کے بارے میں بعض کتابیں پیش کرنا مفید ہے۔ اگر ہم کسی غیر مسلم کو کوئی کتاب دے دیں تو وہ زبانی دلائل اور بحث کی نسبت اسے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ مگر بد نصیبی یہ ہے کہ انگریزی

میں اسلام پر اچھی کتابیں بہت کم ہیں۔ میں دوبارہ یہی کہوں گی کہ مثالی طرزِ حیات، اشاعتِ دین میں بہت موئثر ثابت ہوتا ہے، لٰہذا ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس طرح کے مثالی انسان بنائیں جیسے قرآن چاہتا ہے۔ سوال۔ برطانوی مسلمانوں کی خاص مشکلات کیا ہیں؟ **جواب۔** جہاں کوئی پورے پورے برطانوی کنبے اسلام قبول کر لیں تو وہ اسلامی سماجی طرز حیات اپنا کر سکون سے زندگی بسر کر سکتے ہیں مگر جب کوئی غیر شادی شدہ لڑکا یا لڑکی یا شادی شدہ مرد یا عورت اکیلے اسلام قبول کرے تو اسے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انھیں مسلسل یہ احساس رہتا ہے کہ برطانوی معاشرہ اور اس کا ماحول ان کے لیے اجنبی ہے اور وہ ایک اسلامی معاشرے میں نہیں رہتے۔ چونکہ وہ اسلامی معاشرے میں نہیں رہتے لٰہذا انھیں بروقت نماز ادا کرنے اور روزے رکھنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ اس ضمن میں مسلمان گھرانے اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔ ہمیں ایسے اساتذہ کی بھی ضرورت ہے جو اسلامی تہذیب کا نمونہ ہوں اور نو مسلموں کو قرآن پاک کی تفہیم میں مدد دے سکیں۔ کئی نو مسلم قرآن کریم کو سمجھنا چاہتے ہیں مگر ان کو اس کام کے لیے مناسب مدد اور وسائل میسر نہیں ہوتے۔ مجھے یہ کہہ کر دکھ ہوتا ہے کہ لندن کا اسلامک کلچرل سنٹر (Islamic Cultural Centre) اس سلسلے میں کچھ نہیں کر رہا۔ اس کام کا تمام تر دارومدار طلبہ پر ہے جن کے پاس اپنی تعلیمی مصروفیات کے باعث دیگر کاموں کے لیے وقت بہت کم ہوتا ہے۔ نوجوان نسل کے مغرب کے جھوٹے طرز حیات سے عشق کا ذکر بھی ضروری ہے۔ وہ اس تہذیب کی ظاہری چمک دمک اور تصنع کے فریب میں گرفتار ہیں۔ یہاں میں اسلام کے مضبوط خاندانی رشتوں اور صاف ستھری سماجی زندگی کا ذکر بھی ضروری سمجھتی ہوں جو مجھے بہت پسند ہے۔ اگر ہم مغرب کی سماجی زندگی سے اس کا موازنہ کریں تو یہ اخلاقی لحاظ سے بہت بلند تر ہے۔ اگر صحیح معنوں میں اسلامی سماجی زندگی کا دور دورہ ہو تو کتنی شاندار بات ہو گی۔ اے اللہ ! ہمیں اسلام کے مطابق تقاضوں کے مطابق سچا مسلمان بنا۔[1] عائشہ بریجٹ ہنی، انگلینڈ (Ayesha Bridget Honey, England)[2]

---

[1]۔ اسلام، دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن، ص: 156-149 [2] ۔ مس عائشہ ایک انگریز نو مسلم خاتون ہیں۔ ان کا انٹرویو ابتدا

دعوت اور تبلیغ:

میں نے کئی کورین خواتین کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا اور ان پر واضح کیا کہ اسلام کس طرح شادی شدہ جوڑوں کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے اور گھریلو زندگی کی کتنی مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔ الحمدُللہ، میں بہت سی خواتین کو سچائی کا راستہ دکھانے میں کامیاب ہو گئی ہوں۔ ہم نو مسلم خواتین کے اجتماعات بھی منعقد کرتے ہیں۔ تبلیغ اسلام کی راہ میں حائل مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے محترمہ عائشہ کم نے کہا: ''میں خود عربی بولنے میں بہت دقت محسوس کرتی ہوں کیونکہ میں نے یہ زبان بہت دیر سے سیکھنا شروع کی۔ نو مسلم خواتین کے لیے عربی سیکھنا ایک مشکل مسئلہ ہوتا ہے۔ اس مشکل پر قابو پانے کے لیے ہم کوریا کے اسلامک کلچرل سنٹر میں شعبہ عربی قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ نو مسلم لڑکیوں کی ایک اور مشکل اکثریت کے مذہب کی بالادستی

والے معاشرے میں رہنا ہے، اس لیے ان کی ہمت برقرار رکھنے کی خاطر انھیں موثر تحفظ فراہم کرنا ضروری ہے۔ یہ تحفظ صرف مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کی صورت میں مل سکتا ہے۔ فی الحال صرف سیول کے شہر میں کوریا کی مسلمان خواتین کی تنظیم موجود ہے۔ یہ خواتین غریبوں کو امداد فراہم کرنے کے پروگرام مرتب کرنے کے لیے فلاحی اجلاس منعقد کرتی ہیں۔ اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ کئی نئے شادی شدہ خواتین و حضرات نے عوام الناس تک اسلام کا پیغام پہنچانے کا عہد کر رکھا ہے۔☆

پرامید مستقبل:

جب کوریا کا تذکرہ ہوتا ہے تو محترمہ عائشہ بڑے جوش وجذبے سے کوریا کے شہروں اور دیہات میں اسلام قبول کرنے والی خواتین کی داستانیں سناتی ہیں۔ جب ان سے ان کی اس ضعیف العمری میں آخری خواہش دریافت کی گئی تو انھوں نے کہا "الحمد للہ! میں، میرا شوہر اور میرے بچے اسلام قبول کر چکے ہیں۔ ہم نے کئی مرتبہ حج اور عمرہ کیا ہے۔ میں نے پہلا حج 1978ء میں کیا تھا۔ اس موقع پر میں نے امت مسلمہ کے حالات کے بارے میں بھی معلومات حاصل کیں۔ اب میں سعودی عرب سے واپس کوریا جارہی ہوں مگر اپنا دل یہیں چھوڑ کر جارہی ہوں۔ میری ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک شہر کی زیارت کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو۔"

انٹرویو کے اختتام پر ان کی اشاعتی سرگرمیوں کی کامیابی کے لیے دعا کی گئی اور نشست کا اختتام قرآن پاک کی اس آیت پر ہوا: ﴿إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ﴾ "اگر اللہ تمھاری مدد فرمائے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔"[1] "عائشہ کم۔ کوریا (Ayesha Kim)"

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

سب سے پہلے تو میں یہ کہوں گی کہ میں نے اسلام اس لیے قبول کیا کہ میں بنیادی طور پر ہمیشہ ہی سے مسلمان تھی اگرچہ مجھے اس بات کا علم نہ تھا۔ زندگی کے ابتدائی مراحل میں متعدد وجوہات کی بنا پر میں نے عیسائیت پر ایمان ترک کر دیا تھا۔ سب سے بڑی وجہ تو یہ تھی کہ جب کبھی میں نے عیسائیت کے حوالے سے اپنی کوئی الجھن دور کرنے کے لیے کسی پادری یا عام آدمی سے کوئی سوال پوچھا تو ہمیشہ یہی جواب ملا کہ آپ کو چرچ کی تعلیمات پر کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ بس جو کچھ بتایا جاتا ہے اس پر ایمان لے آیئے۔ ان دنوں مجھ میں یہ کہنے کی ہمت نہ تھی کہ جو بات میری سمجھ میں نہیں آتی اس پر میں کیسے ایمان لے آؤں اور میرا تجربہ یہ ہے کہ کئی اور لوگ بھی جو عیسائی کہلاتے ہیں، یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ میں نے یہ کیا کہ رومن کیتھولک مذہب اور اس کا تین خداؤں پر ایمان کا نظریہ چھوڑ کر ایک ہی سچے معبود کو ماننا شروع کر دیا جو کہ کلیسا کے تین خداؤں پر ایمان کے مقابلے میں بہت آسان تھا۔ عیسائی تعلیمات کے اسرار و معجزات کے مقابلے میں اب زندگی کا ایک نیا اور وسیع تر مفہوم میری سمجھ میں آگیا اور مسیحیت کے عجیب و غریب عقائد اور رسوم میری زندگی سے رخصت ہوگئے۔ میں جدھر دیکھتی اللہ ہی کی قدرت نظر آتی۔ اگرچہ میں اپنے سے زیادہ ذہین لوگوں کی طرح اپنی آنکھوں کے سامنے رونما ہوتے قدرت کے معجزے سمجھنے سے اپنے آپ کو عاجز پاتی، مگر میں حیران ہو کر ان معجزوں، درختوں، پھولوں، پرندوں اور جانوروں کو دیکھتی

رہتی، حتیٰ کہ نوزائیدہ بچہ بھی مجھے ایک خوب صورت معجزہ نظر آتا۔ یہ بات اس عقیدے کے برعکس تھی جو عیسائی کلیسا نے مجھے سکھایا تھا (کلیسا کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان فطری طور پر گناہ گار اور غلیظ ہے۔ مترجم) مجھے یاد آیا کہ بچپن میں کس طرح میں نوزائیدہ بچوں کو دیکھ کر سوچا کرتی تھی: "یہ بچہ تو گناہوں کی سیاہی میں لتھڑا ہوا ہے۔" اب میں انسان کی بدصورتی اور فطری معصیت پر یقین نہیں رکھتی۔ مجھے ہر چیز خوبصورت لگنے لگی ہے۔ پھر ایک دن میری بیٹی اسلام کے بارے میں ایک کتاب لائی۔ یہ ہمیں اتنی دلچسپ لگی کہ اس کے بعد ہم نے اسلام پر کئی اور کتابیں بھی پڑھ ڈالیں۔ ہمیں تو یہ یقین دلایا گیا تھا کہ اسلام محض مضحکہ خیز چیز ہے، لہٰذا اب جو کچھ میں نے اسلام کے بارے میں پڑھا وہ میرے لیے ایک انکشاف تھا۔ کچھ عرصے بعد میں نے کچھ مسلمانوں سے رابطہ کیا اور ان سے دین کے بارے میں چند ایسے سوال پوچھے جو میرے ذہن میں کھٹکتے تھے۔ یہاں پھر ایک انکشاف ہوا۔ میرے تمام سوالوں کے فوراً مختصر جواب دے دیے گئے۔ مجھے عیسائیت کے بارے میں عیسائیوں سے سوالات پوچھنے پر جو مایوسی ہوئی تھی، یہ تجربہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ اسلام کا وسیع مطالعہ اور اس پر بہت غور وخوض کرنے کے بعد میں نے اور میری بیٹی نے محمودہ اور رشیدہ کے نام اختیار کر کے اسلام قبول کر لیا۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ دین اسلام کی کس بات نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا تو غالباً میں یہ کہوں گی کہ نماز نے، کیونکہ عیسائیت کی عبادت میں اللہ تعالیٰ سے عیسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے صرف دنیوی نعمتیں مانگی جاتی ہیں جبکہ اسلام کی عبادات (بالخصوص نماز) میں اللہ کی حمد وثنا اور اس کی تمام نعمتوں پر شکر ادا کیا جاتا ہے کیونکہ یہ وہی جانتا ہے کہ ہماری بھلائی کس چیز میں ہے اور ہمیں وہ چیز بن مانگے عطا کر دیتا ہے۔[1] مسز سیسلیا محمودہ، کینولی۔ آسٹریلیا [Mrs. Cecilia Mahmuda Cannoly- Australia)

[1]۔ اسلام، دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن، ص: 141-142

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

1934ء میں میرے پیدا ہونے کے کچھ ہی عرصے بعد جرمنی میں عیسائی مذہب (کیتھولک یا پروٹسٹنٹ) ترک کر کے Gottglaubig یعنی "اللہ پرست بن جانا" عام روش ٹھہری۔ کہنے کو تو یہ نیا مذہب اللہ پرستی کا تھا، مگر دراصل اس کے برعکس تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب میں تقریباً 7 برس کی تھی تو مجھ سے بڑی ایک لڑکی نے مجھے بتایا کہ اللہ کا کوئی وجود نہیں ہے۔ چونکہ مجھے اس کی بات مستند لگتی تھی اور اس کے علاوہ تھوڑا ہی عرصہ قبل مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ سانتا کلاز[1] (Santa Claus) محض بچوں کے لیے ایک اختراع ہے۔ یوں میری تمام تر توجہ دین سے ہٹ کر دنیا پر مرکوز ہو گئی۔ ادھر دنیا اس وقت بچوں کی سمجھ سے بالاتر حالات سے دوچار تھی۔ جنگ عظیم دوم چھڑنے کے باعث روزانہ بم گر رہے تھے اور والد صاحب کبھی کبھار ایک دو دن کے لیے گھر آتے تھے۔ والدہ صاحبہ ہمارے "بے چارے سپاہیوں" کے لیے جرابیں اور دستانے بُنتی رہتی تھیں۔ ہمارے پڑوس میں ایک بہت بڑے گھر کو ہسپتال میں تبدیل کر دیا گیا جہاں جنگ میں زخمی ہونے والے سپاہیوں کا علاج ہوتا تھا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو اجنبی لوگوں نے آکر ہمارے گھر پر قبضہ کر لیا۔ امریکہ سے جنگی فلمیں آنے لگیں جنھیں دیکھ کر میرا دل پگھل جاتا تھا۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی تھی کہ جنگ میں کون حق پر تھا اور کون ناحق؟ مجھے یہ سب کچھ ظلم اور بے معنی خون خرابہ نظر آتا تھا۔ ہزاروں سوال تھے جن کا تسلی بخش جواب

کوئی بھی نہیں دے سکتا تھا، لہٰذا میں اپنے رب کو تلاش کرنے لگی۔ مگر تمام تر کوشش کے باوجود رب مجھے کیتھولک مذہب میں نظر آیا نہ پروٹسٹنٹ فرقے میں اور نہ ہی ''جیہووا کے گواہوں'' میں۔ میرے لیے ان مذاہب میں رب کے قریب ہونے کا راستہ بند تھا کیونکہ یہ تمام مذاہب ایسے عقائد پر ایمان

[1]۔ کرسمس کی علامتی شخصیت جو سرخ لباس میں تنومند، سفید ریش اور خوش مزاج بزرگ کا رُوپ دھارے ہوتی ہے اور کرسمس کی رات بچوں کے لیے تحفے تقسیم کرتی ہے۔

لانے کی تاکید کرتے تھے جن پر یقین کرنا میرے لیے ناممکن تھا اور یہ ایسے احکام کی تعمیل کا تقاضا کرتے تھے جن کی تعمیل عملًا ناممکن تھی۔ اور پھر میں ایسے دین کو کیوں قبول کر لیتی جس میں شروع ہی سے مجھے بتایا گیا تھا کہ میں اس کے اعلیٰ معیار تک نہیں پہنچ سکتی کیونکہ مجھے ناقص ہی تخلیق کیا گیا ہے۔ مجھے آج بھی یہ ایک معجزہ لگتا ہے کہ اتنی لڑکیوں میں سے صرف مجھے ہی وہ یورپی نوجوان ملا جس نے سات سال قبل اسلام قبول کیا تھا۔ پہلی ملاقات ہی میں، میں نے ان صاحب سے ان کے مذہب کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے اسلام کا نام لیا تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے اسلام کے بارے میں کچھ بتایئے۔ دوسرے مذاہب سے مایوسی کی وجہ سے میں اس وقت سخت بے دین ہو چکی تھی، پھر بھی جب انھوں نے مجھے لفظ ''مسلمان'' کے معنی بتائے کہ مسلمان وہ ہوتا ہے جو اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت قبول کر لے، تو میرا خوابیدہ ضمیر جاگ اٹھا، پھر انھوں نے مجھے وضاحت سے بتایا کہ تمام انسان، جانور، پودے غرضیکہ کائنات کی ہر چیز فطرتاً مسلمان ہے کیونکہ ہر چیز اللہ کے احکام کی پیروی کرتی ہے۔ کھانے، پینے اور افزائش نسل وغیرہ سے متعلق اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کی خلاف ورزی کا نتیجہ تباہی اور ہلاکت ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ صرف انسان ہی وہ مخلوق ہے جو روحانی اعتبار سے بھی اسلام قبول کر سکتا ہے۔ یہ مادی زندگی کے برعکس ہے جس میں عملًا اس کو اپنی مرضی کا اختیار حاصل نہیں بلکہ جانوروں اور پودوں کی طرح اپنے فطری تقاضے پورے کرنا پڑتے ہیں۔ یہ تمام اسلامی تعلیمات میں پائی جانے والی حیران کن منطق اور خالص عقلِ سلیم تھی جس نے مجھے اس قدر متاثر کیا، اور یہ ان پہلے چند بنیادی نظریات میں بھی آشکار تھی جن سے میں آشنا ہوئی اور اسی طرح ان کتابوں میں بھی تھی جو میں نے آنے والے برسوں میں پڑھیں۔ اگرچہ جرمن زبان میں اسلام کے بارے میں تعصب سے پاک لٹریچر بہت کم ہے مگر اس نوجوان نے ان کتابوں کے علاوہ میری بہت مدد کی۔ وہ مختلف باتوں کی وضاحت کرنے اور میرے سوالوں کے جواب دینے سے کبھی نہ اکتاتا۔ وہی نوجوان اب میرا شوہر ہے۔ محمد اسد

صاحب کی کتاب ("The Road To Mecca" شاہراہ مکہ) نے مجھے اسلامی احکام کے مکمل مفہوم سے آگاہ کیا اور اس طرح مجھے ایک مُسلمہ بننے میں بہت مدد دی۔[1] فاطمہ ہیرن۔ مغربی جرمنی (Fatima Heeren- West Germany)

میں قافلۂ اسلام میں کیسے شامل ہوئی؟

محترمہ فاطمہ میک ڈیوڈسن (Fatima Mik Davidson) جمہوریہ ٹرینی ڈاڈ اور ٹوباگو[2] (Trinidad and Tobago) کے محکمہ سوشل ڈویلپمنٹ اور لوکل گورنمنٹ کی وزیر مملکت ہیں۔ قاہرہ کے معروف عربی رسالے ''منبر الاسلام'' کو انٹرویو دیتے ہوئے محترمہ فاطمہ میک ڈیوڈسن سابق مسز ماڈل ڈونافیمک ڈیوڈسن (Mrs. Model Donafamik Davidson) نے اسلام سے اپنے غیر متوقع تعارف اور بالآخر قبول

اسلام کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ انھوں نے کہا: ''میں یہ بات ہر گز تسلیم نہیں کرتی کہ میں نے 1975ء میں عیسائیت کو ترک کر کے اسلام قبول کر لیا۔ دراصل میں آج تک یہ نہیں سمجھ سکی کہ یہ تبدیلی کب ہوئی۔ آیئے آپ کو پیچھے 9 مارچ 1950ء تک لے چلوں۔ یہ وہ دن تھا جب مجھے ایک عیسائی خانقاہ میں داخلہ لینا تھا۔ اس دن صبح جب میں اٹھی تو میں نے اپنے کانوں میں اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر کی آواز گونجتی سنی اور اس سے میرے پورے وجود پر ایک وجد ساطاری ہو گیا۔ لیجیے! میں اسلام کی طرف لوٹ آئی۔ مجھے یہ علم نہ تھا کہ یہ آواز کیا تھی مگر میں نے اس خانقاہ میں داخلہ لینے سے انکار کر دیا۔ اس

[1]۔ اسلام، دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن، ص: 149-147 [2] ۔ٹرینی ڈاڈ اور ٹوباگو نامی دو جزیروں پر مشتمل یہ ملک براعظم جنوبی امریکہ کے شمال میں بحیرۂ کیریبین کے اندر جزائر غرب الہند (ویسٹ انڈیز) میں واقع ہے۔ ''ٹرینی ڈاڈ'' کے معنی ہیں تثلیث (تین خداؤں) کا دیا ہوا۔ اسے یہ نام کولمبس نے دیا تھا۔ (م ف(

کے بعد میں کئی سال تک اللہ سے ہدایت کی دعا مانگتی رہی تاآنکہ مجھے قرآن حکیم کا ایک مترجم نسخہ حسنِ اتفاق سے مل گیا۔ میں فوراً اس پر ایمان لے آئی، پھر مجھے ایک پاکستانی عالمِ دین مولانا صدیق اور ہندوستان کے ایک صاحبِ علم شیخ انصاری سے ملاقات کا موقع ملا۔ میں نے ان سے فطرت اور اپنے دلی احساسات کے حوالے سے مفصل گفتگو کی، یہاں تک کہ یہ فاضل علماء پکار اٹھے: ''الحمد للہ! آپ تو مسلمان ہیں۔ اب آپ ایک مسلمان خاتون ہیں، آپ جو چاہیں پڑھ لیا کریں۔ مسجد میں جا کر نماز بھی پڑھ لیا کریں۔ جب کبھی آپ کچھ سیکھنا چاہیں، ہم آپ کو خوش آمدید کہیں گے۔'' ☆**ایمان سراسر مسرت**: اس اظہار سے میں بہت خوش ہوئی۔ اس دن سے میرا دل ایمان کی حلاوت اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت سے چھلک رہا ہے۔ اگرچہ رسمی طور پر میرے قبول اسلام کا سال 1975ء ہے مگر میں گزشتہ 33 سال سے مسلمان ہوں، یعنی اس دن سے جب میرے کانوں میں اللّٰہ اکبر کی صدا گونجی اور میں نے خانقاہ میں داخلہ لینے سے انکار کر دیا۔ میرے دل نے پکار کر کہا: اللّٰہ اکبر'' اللہ سب سے بڑا ہے۔'' میں پہلی سیاہ فام لڑکی تھی جو مسجد میں داخل ہوئی۔ اس سے کئی مسلمان لڑکیوں کو مسجد میں، خاص طور پر مسجد انجمن جامع سناتل (Sanatal) میں جا کر عبادت کرنے کا حوصلہ ملا، جس کی بنیاد عالم و فاضل ڈاکٹر شیخ انصاری نے ٹرینی ڈاڈ کے شہر فرانسس (Francis) میں رکھی تھی۔ اس انجمن کے موجودہ چیئرمین الحاج شفیق محمد ہیں۔ اس سے پہلے وہاں کے لوگوں کا خیال تھا کہ اسلام ہندوستان کے مختلف مذاہب و عقائد میں سے ایک عقیدے کا نام ہے۔ ان کی نظر میں قادیانیت اور احمدیت زیادہ اہم تھیں۔[1] بعد میں جزائر ٹرینی ڈاڈ اور ٹوباگو کے بہت سے لوگوں نے جن میں سے اکثر افریقی نژاد تھے، اسلام قبول کر لیا حتی کہ مسلمانوں کی تعداد کل آبادی کا 13 فیصد ہو گئی، جبکہ جمہوریہ ٹرینی ڈاڈ اور ٹوباگو میں 31 فیصد کیتھولک، 27 فیصد پروٹسٹنٹ، 6 فیصد ہندو اور 23 فیصد دیگر مذاہب کے لوگ ہیں۔

[1]۔ قادیانی یا احمدی، جو کچھ بھی وہ کہلائیں، پاکستان کے آئین میں انھیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔ (مرتب(

☆**فرائض منصبی پر اسلام کا اثر**:

ایک ایسی ریاست جہاں مسلمان اکثریت میں نہیں ، وہاں اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے حوالے سے محترمہ فاطمہ مک ڈیوڈسن نے کہا: ''اسلام ہم سے خلوص اور مستعدی کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرنے کا تقاضا کرتا ہے اور میں مکمل خلوص کے ساتھ اسلامی تعلیمات پر عمل کرتی ہوں۔ میں اپنے دفتری کام یا ذاتی زندگی میں جھوٹ نہیں بولتی۔ میں اپنی استعداد کے مطابق اور مکمل احساس ذمہ داری کے ساتھ خلافِ اسلام کوئی بھی کام کرنے سے گریز کرتی ہوں۔ جہاں تک میرے فرائض منصبی پر میرے قبول اسلام کے اثر کا تعلق ہے تو اسلام اس سلسلے میں ایک نعمت اور اچھائی ثابت ہوا ہے۔ ہمارے سابق وزیراعظم نے مجھے مصر کا دورہ کرنے کی ہدایت کی کیونکہ یہ شہرہ آفاق جامعۃالأزہر کی سرزمین اور تہذیب کا منبع ہے۔ وزیراعظم موصوف اسلام کے بارے میں بہت سی باتیں بتایا کرتے تھے۔ جب میں نے اپنے موجودہ وزیراعظم سے کہا کہ مجھے بحیثیت وزیر مملکت برائے سوشل ڈویلپمنٹ اور لوکل گورنمنٹ مصر جانے کی اجازت دی جائے تو انھوں نے میری گزارش قبول کرتے ہوئے مجھے جامعۃالأزہر اور "سپریم کونسل آف اسلامک افیئرز (Supreme Council of Islamic Affairs)" کا دورہ کرنے کی ہدایت کی کیونکہ اپنے دورہ امریکہ اور برطانیہ کے دوران میں ہم نے ان دواداروں کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔ میں نے کئی دفعہ پارلیمانی انتخابات میں حصہ لیا اور مسلمان ہونے کے باوجود انتخابات میں کامیابی حاصل کی۔ میں نے وزیر تعلیم وثقافت کے طور پر بھی کام کیا ہے اور مسلمان ہونے کے باوجود وزیراعظم کی کابینہ میں وزیر بھی رہی ہوں۔ میں ایک اہم بات بتانا چاہوں گی کہ جمہوریہ ٹرینی ڈاڈ اور ٹوباگو میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر سرکاری چھٹی ہوتی ہے۔ پورے ملک میں مسلمانوں کو گھروں اور مسجدوں میں ماہِ رمضان کی عبادات سرانجام دینے کی آزادی ہے۔" انھوں نے مزید کہا: '' میں اسلامی دنیا سے اپیل کرتی ہوں کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرے کیونکہ اتحاد طاقت ہے۔ خاص طور پر اسلام جیسے عظیم الشان دین کے پرچم تلے اتحاد ضروری ہے کیونکہ اسلام نے بنی نوع انسان کو مساوات سے آشنا کیا اور یہی ہمارے تمام تعلقات اور معاملات کو منظّم اور منضبط کرتا ہے، اس لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ اسلامی دنیا کے ممالک باہمی جنگ وجدل کو ترک کردیں۔ باہمی گفت وشنید، مشاورت اور افہام و تفہیم سے تمام مشکلات اور تنازعات کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت سے نوازا ہے اور میں اس سے دعا کرتی ہوں کہ مسلمانوں کو امن واخوت کی راہ دکھادے تاکہ وہ صحیح معنوں میں موجودہ دور کی بہترین امت بن جائیں جو تمام بنی نوع انسان کے لیے مبعوث کی گئی ہے۔"[1] [1] محترمہ فاطمہ مک ڈیوڈسن، وزیر محکمہ سوشل ڈویلپمنٹ ولوکل گورنمنٹ۔ جمہوریہ ٹرینی ڈاڈ اور ٹوباگو

](Madame Fatima Mik Davidson- Republic of Trinidad and Tobago)

اسلام میری پسند کیوں؟

اسلام ہی وہ دین ہے جس کی مجھے سکول کے زمانے سے تلاش تھی۔ میرا ذہن عیسائیت کی تعلیمات سے کبھی مطمئن نہ ہوا، تاآنکہ بڑی ہو کر میری سوچ کو اتنی آزادی نصیب ہو گئی کہ میں نے عیسائیت کی تعلیمات کو ترک کر دیا۔ سکول چھوڑنے کے بعد مجھے چند سال یہودی اور عیسائی دوستوں کے ساتھ بیرون ملک رہنے کا اتفاق ہوا مگر ان کے مذہب سے میں کبھی متاثر نہ ہوئی۔ اسی سال میں اپنے وطن سکاٹ لینڈ آئی تو ایک دن اتفاقاً میرے ایک دوست مجھے لندن کے مسلم پریئر ہاؤس (مسجد) 111 کیمپڈن ہل روڈ (Compden Hill Road) نوٹنگ ہل گیٹ لندن (Notting Hill Gate, London) ڈبلیو 8 میں منعقدہ "At Home" کی ایک تقریب میں لے گئے۔ وہیں میرا سچے دین اسلام سے تعارف ہوا اور مجھے اسلام سے دلچسپی ہو گئی۔ اس کی اہم خصوصیت مدلل اور معقول ہونا ہے، مثلاً عقیدۂ توحید پر یقین۔ اسی وجہ سے

[1]۔ منبر الاسلام، نومبر 1983ء ویقین انٹرنیشنل، 22 جنوری 1984ء، ج:32، ش:19,18، ص: 208-210

اسلام مجھے اچھا لگتا ہے۔ عیسائی ہونے کی حیثیت سے میں تثلیث، نظریہ کفارہ یا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں عیسائی نظریہ کبھی قبول نہ کر سکی۔ اسلام ایسے ناممکنات سے بالکل آزاد ہے کہ دنیا کو گناہوں سے بچانے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے معصوم انسان اپنی جان کی قربانی دینے کے لیے دنیا میں آئے۔ عیسائی عقائد کی ایسی باتیں میری سمجھ سے باہر تھیں۔ علاوہ ازیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مبینہ طور پر سولی پر لٹکنے سے دنیا کی حالت میں کوئی بہتری تو نہیں آئی (شاید سوائے ان چند لوگوں کے جنھوں نے آپ کی طرح بننے کی کوشش کی) اس کے برعکس مجھے تو یوں لگتا ہے کہ دنیا کی حالت پہلے سے بھی زیادہ بگڑ گئی ہے۔ ہر صاحبِ فکر انسان جو اسلام کو سمجھنے کی تکلیف گوارا کرے، اسے یہ سادہ اور باوقار دین بہت اچھا لگتا ہے۔ اسلام نے مجھے ایسا سکون اور خوشی دی ہے جس سے میں پہلے ناآشنا تھی۔[1] مس جون فاطمہ۔ ڈینسکن سکاٹ لینڈ (Miss Joan Fatima- Dansken, Scotland)]

قبولِ اسلام کی خوشیاں اور دکھ

مجھے مسلمان ہوئے ایک سال گزر گیا ہے اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ میں اپنے خیالات واحساسات سے آپ کو آگاہ کر دوں۔ میری دعا ہے کہ ہر نو مسلم کو اللہ تعالیٰ وہ محبت اور سمجھ عطا کر دے جس کی اسے اس نئی زندگی میں ضرورت پڑتی ہے۔ میں ان لوگوں سے یہ پوچھتی ہوں کہ وہ مجھے اپنے قبول اسلام کے حوالے سے حالات وواقعات بتائیں۔ جب بھی لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کی پکار بلند ہوتی ہے تو آسمان مسکرا اٹھتا ہے اور جب کوئی آدمی صدق دل سے اسلام قبول کر لیتا ہے تو یہ اس کی زندگی کا سب سے عظیم لمحہ ہوتا ہے۔ اللہ انھیں (نو مسلموں کو) گمراہی سے محفوظ رکھے۔ ایک لحاظ سے ہر نیا مسلمان ایک نوزائیدہ بچے کے مانند ہوتا ہے مگر ایک بالغ انسان بچہ کیسے

[1]۔ اسلامک ریویو، جنوری 1930ء، ج:18، ش:1، ص:18

ہو سکتا ہے ؟ اگر آپ اس پر توجہ دیں اور غور کریں تو آپ دیکھیں گے کہ یہ بات بالکل درست ہے۔ نومسلم کو سالہاسال کے ماضی سے قطع تعلق کر کے اپنے آپ کو تبدیل کرنا پڑتا ہے۔ ہو سکتا ہے ہم یہ سوچیں کہ شاید کوئی بڑی تبدیلی یا مطابقت اختیار کرنے کا مشکل عمل درپیش نہیں ہوتا۔ بے شک اللہ رحمٰن ورحیم ہے، وہ سب کچھ سمجھتا ہے مگر کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ قبول اسلام کا عمل فی الفور آسانی سے ہو سکتا ہے جبکہ نومسلم کو ایک زیر پرورش بچے کی طرح سمجھانے اور راہ دکھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ قبول اسلام کے پہلے سال نومسلموں کو بہت دکھ جھیلنے پڑتے ہیں۔ کچھ مسائل تو غیر سنجیدہ یا غیر اہم معلوم ہوتے ہیں مگر ان مسائل کے ساتھ زندگی گزارنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ اسلام قبول کرنے کے بعد اس معاشرے کے رکن نہیں رہتے جس میں آپ نے اب تک زندگی بسر کی ہے۔ سابقہ دور کی زندگی آپ کا تعاقب کرتی ہے، آپ کو اپنی طرف واپس بلاتی ہے۔ آپ کو پہلے سے زیادہ مدد کی ضرورت پڑتی ہے مگر آپ ڈرتے ہیں۔ شاید یہ بات سمجھنا ذرا مشکل ہو، للذا میں وضاحت سے آپ کو بتاتی ہوں کہ کس طرح کچھ بہنوں نے مجھے مدد کی پیشکش کی مگر میں اتنی گھبرائی ہوئی تھی کہ خود ان سے مدد بھی طلب نہ کر سکی۔ جب میں مسلمان ہوئی تو مجھے مدد اور دوستی کے لیے کئی مسلمان خواتین وحضرات کے نام اور فون نمبر موصول ہوئے مگر شدید خواہش کے باوجود میں ان سے رابطہ نہ کر سکی۔ سفر کی ابتدا میں یہ بظاہر آسان قدم بھی اٹھانا خاصا مشکل تھا۔ میں بہت خوف زدہ تھی کہ ان سے کیا بات کروں اور کیا کہوں ؟ اگر انھوں نے مجھے قبول نہ کیا تو پھر کیا ہو گا؟ میرے خیال میں، میں اس طرح محسوس کرنے والی پہلی نومسلم خاتون نہیں تھی (مجھ سے پہلے بھی نومسلم یہی محسوس کرتے ہوں گے) یہ صورت حال ننھے بچے کے پہلی بار چند قدم چلنے سے مشابہ ہوتی ہے۔ بچے کو چلنے کا شوق ہوتا ہے مگر ابتدا میں اسے حوصلہ افزائی اور سہارے کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ وہ گرنے کے بعد پھر اٹھ کر چلنے کی کوشش میں لگ جائے۔ کچھ نومسلم بہر حال خوش نصیب ہیں، کیونکہ قبول اسلام کے بعد بھی ان کے خاندان اور دوست انھیں مسترد نہیں کرتے لیکن ان لوگوں کا کیا حشر ہوتا ہے جو اکیلے اسلام قبول کرتے ہیں ؟ جب ان کے خاندان اور دوست انھیں مسترد کر دیتے ہیں تو انھیں بڑی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اگرچہ بعض اوقات اس تبدیلی کو کوئی بھی اہمیت نہیں دیتا اور عام طور پر یہ کہا جاتا ہے : ''یہ اس کی زندگی کا کوئی نیا مرحلہ ہو گا۔ کچھ دیر بعد یہ خود بخود اپنی سابقہ حالت میں آجائے گی۔'' آپ (نومسلم) اس صورت حال میں کیا کر سکتے ہیں ؟ آپ اپنی اس تبدیلی کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں ؟ اس کے جواب میں آپ کو سرد مہر نگاہوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ بڑی پریشان کن بات ہوتی ہے کہ جن لوگوں سے آپ کو محبت ہوتی ہے یعنی والدین، کنبہ اور دوست وہ بدستور کافر رہیں۔ آپ کو ان سے اتنی محبت ہوتی ہے مگر وہ اسلام کے نور سے بہت دور (کفر کی تاریکی میں) ہوتے ہیں۔ یہ خیالات ایک نومسلم کے ذہن سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ ان خیالات کا اظہار کرتے ہوئے میں آپ سے رحم کی بھیک نہیں مانگ رہی ہوں، ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ ایک نئے مسلمان کو افہام و تفہیم، محبت اور دوستی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یاد رکھیے کہ مسلمان بننا اتنا آسان نہیں جتنا بظاہر نظر آتا ہے۔)[1] خدیجہ عبداللہ)

علم وعمل والے معلّم کا عمدہ زمین کی مانند ہونا دعوت الی اللہ تعالیٰ کے مقام و مرتبہ کو واضح کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم و عمل والے معلّم کو ایسی صاف ستھری اور پاکیزہ زمین سے تشبیہ دی ہے، جو بارش کے پانی سے سیراب ہو کر گھاس پھوس اگا کر لوگوں کو فیض یاب کرتی ہے۔ **اس بارے میں**

حدیث شریف: امام بخاری اور امام مسلم رحمہا اللہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا": مَثَلُ مَا بَعَثَنِی اللّٰہُ بِہٖ مِنَ الْھُدٰی وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ الْغَیْثِ الْکَثِیرِ اَصَابَ اَرْضًا، فَکَانَ مِنْھَا نَقِیَّۃٌ قَبِلَتِ الْمَائَ، فَاَنْبَتَتِ الْکَلَأَ وَالْعُشْبَ الْکَثِیرَ، وَکَانَتْ مِنْھَا اَجَادِبُ اَمْسَکَتِ الْمَائَ، فَنَفَعَ اللّٰہُ بِھَا النَّاسَ، فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا۔ وَاَصَابَتْ مِنْھَا طَائِفَۃً اُخْرٰی اِنَّمَا ھِیَ قِیعَانٌ، لَا تُمْسِکُ مَائً وَلَا تُنْبِتُ کَلَأً، فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ فَقُہَ فِی دِینِ اللّٰہِ، وَنَفَعَہُ مَا بَعَثَنِی اللّٰہُ بِہٖ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ یَرْفَعْ بِذٰلِکَ رَاْسًا، وَلَمْ یَقْبَلْ ھُدَی اللّٰہِ الَّذِی اُرْسِلْتُ بِہٖ"[1]۔ "اللہ تعالیٰ نے جس ہدایت اور علم کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا، وہ زمین پر نازل ہونے والی بہت زیادہ بارش کی طرح ہے۔ زمین کا ایک حصہ صاف ستھرا تھا۔ اس نے پانی قبول کیا (یعنی پانی سے سیراب ہوا) اور بہت زیادہ مقدار میں گھاس پھوس اگایا اور کچھ پتھریلی زمین تھی، اس نے پانی روکا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے لوگوں کو نفع دیا۔ انہوں نے اس سے [خود] پیا اور [مویشیوں کو] پلایا اور کھیتی باڑی کی۔ کچھ بارش ایسے زمینی حصوں کو پہنچی، جو چٹیل تھے۔ انہوں نے نہ ہی پانی [اپنے اندر] روکا اور نہ ہی کچھ اگایا۔ پس یہی اس شخص کی مثال ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو خوب سمجھا اور اس [شریعت] سے فیض پایا، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا، اس نے علم حاصل کیا اور سکھلایا اور [یہی] اس شخص کی مثال ہے، جس نے اس سے اعراض کیا اور جس ہدایت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا، اسے قبول نہیں کیا۔" **شرح حدیث:** ا: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حدیث کی شرح میں امام قرطبیؒ رحمہ اللہ اور دیگر علماء سے نقل کیا ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لائے ہوئے دین کو عام بارش سے تشبیہ دی ہے، جو کہ لوگوں پر ان کی شدید ضرورت کے وقت نازل ہوتی ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سامعین کو مختلف قسموں والی زمین سے تشبیہ دی۔ لوگوں میں سے علم و عمل والا

[1] متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب العلم، باب فضل من عَلِمَ وعلَّم، رقم الحدیث ۷۹، ۱/۱۷۵؛ وصحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب بیان مثل مابعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الہدی والعلم، رقم الحدیث ۱۵۔ (۲۲۸۲)، ۴/۱۷۸۷۔۱۷۸۸۔ الفاظِ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

معلّم ایسی پاکیزہ زمین کی مانند ہے، جو بارش سے سیراب ہو کر خود فیض یاب ہوئی اور کھیتی اگا کر دوسروں کو فیض یاب کیا۔[1] ب: امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اس حدیث شریف سے ان حضرات کی شان و عظمت پر استدلال کیا ہے، جن میں علم، عمل اور دعوت الی اللہ تعالیٰ کی تینوں صفات بیک وقت پائی جاتی ہیں۔ انہوں نے تحریر کیا ہے: ہدایت اور علم کے اعتبار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو تین طبقوں میں تقسیم فرمایا ہے: پہلا طبقہ: رسولوں کے وارثین اور انبیاء کے جانشین ہیں: یہ وہ لوگ ہیں، جو کہ دین پر علم، عمل اور دعوت الی اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے ایمان لائے ہیں۔ رسولوں کے حقیقی معنوں میں پیروکار یہی لوگ ہوتے ہیں اور وہ اس عمدہ زمین کی مانند ہیں، جو خود پاک ہوئی، پانی قبول کیا اور بڑی مقدار میں گھاس پھوس اگائی۔ پانی

سے یہ زمین خود مستفید ہوئی اور دوسروں کو فائدہ پہنچایا اور یہی وہ لوگ ہیں، جنہوں نے بصیرتِ دین اور قوتِ دعوت کو اپنے اندر جمع کیا۔اسی وجہ سے یہ لوگ حضرات انبیاء علیہم السلام کے وارثین قرار پائے۔ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (وَاذْكُرْ عِبَادَنَآ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ) [2] ترجمہ :اور ہمارے بندوں ابراہیم ،اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا[لوگوں سے]ذکر کرو،جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔"یعنی اللہ تعالیٰ کے دین میں آنکھوں والے ،کہ آنکھوں ہی سے حق کا ادراک اور پہچان ہوتی ہے اور قوت ہی سے حق کی تبلیغ ،نفاذ اور اس کی طرف دعوت کا کام سر

---

[1] ملاحظہ ہو: فتح الباری ۱؍۱۷۷۔ [2] سورۃ ص ،الآیۃ ۴۵۔

انجام پاتا ہے۔ [1]" **صحیح بخاری میں عنوانِ حدیث**:امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر درج ذیل عنوان قائم کیا ہے: باب **فضل من عَلِمَ وَعَلَّم** [2] [علم سیکھنے اور سکھلانے والے کی فضیلت کے بارے میں باب-]۔

حکمت والے معلّم کا قابل رشک ہونا

دعوت الی اللہ کی شان وعظمت پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے شخص کو قابلِ رشک قرار دیا ہے، جسے حکمت عطا کی گئی ہو اور وہ دوسرے لوگوں کو اس کی تعلیم دے۔**اس بارے میں حدیث شریف**:امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ، فَهُوَ يَقْضِي بِهَا،

---

[1] ملاحظہ ہو: الوابل الصیب من الکلم الطیب ص ۷۲۔ [2] صحیح البخاری، کتاب العلم، ۱؍۱۶۵۔

وَيُعَلِّمُهَا" [1] "دو کے سوا کسی اور پر حسد [یعنی رشک] کرنا درست نہیں: [ایک] وہ شخص، کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مال عطا فرمایا اور پھر اسے راہ حق میں خوب خرچ کرنے کی قوت سے نوازا گیا اور [دوسرا] وہ شخص، جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت سے نوازا ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور اس کی تعلیم دیتا ہو۔"

عباد الرحمٰن کی متقی لوگوں کا امام بنائے جانے کی دُعا

دعوت الی اللہ تعالیٰ کی قدر و منزلت پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ رحمٰن کے بندوں کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ انہیں متقی لوگوں کا امام بنائے۔**دلیل**:اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا: (وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا) [1] ترجمہ :اور جو لوگ کہتے ہیں، کہ اے ہمارے رب ! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقی لوگوں کا پیشوا بنا۔**آیت کریمہ سے استدلال**:حضرات مفسرین رحمہم اللہ کے بیان کے مطابق عباد الرحمٰن یہ دعا اس لیے کرتے ہیں، تاکہ وہ لوگوں کے لیے [قدوہ] بن جائیں، لوگ نیکی کے کاموں میں ان کی

پیروی کریں اور وہ ان کے برابر اجر و ثواب حاصل کریں۔ ذیل میں اسی بارے میں چھ مفسرین کے اقوال ملاحظہ فرمائیے: ا: امام بغوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''ہمیں امام بنا، ہم اپنے پہلے لوگوں کی

[1] سورۃ الفرقان، الآیۃ ۷۴۔

اقتدا کریں اور بعد میں آنے والے لوگ ہماری پیروی کریں۔ [1]'' ب: امام ابن عربی رحمہ اللہ نے تحریر کیا: ''اللہ تعالیٰ کے ارشاد (وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا) سے مراد یہ ہے، کہ ہمیں قدوہ بنا۔ [2]'' ج: علامہ قرطبی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: ''یعنی [ہمیں] قدوہ [بنا] لوگ خیر میں ہماری اقتدا کریں۔ [3]'' د: علامہ غرناطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''یعنی نمونہ، کہ متقی لوگ ہماری اقتدا کریں۔ [4]'' ھ: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، سدی، قتادہ اور ربیع ابن انس رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے (وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا) کی تفسیر میں بیان کیا: ''ہمیں [امام [بنا]، کہ خیر کی باتوں میں ہماری اقتدا کی جائے۔ [5]'' حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ بھی تحریر کیا ہے، کہ ان کے علاوہ دیگر علمائے امت نے آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے: ''ہمیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا دیجیے، کہ ہم دوسروں کو دعوتِ خیر دیں۔ انہوں نے اس بات کو پسند کیا، کہ ان کی عبادتوں کے ساتھ ان کی اولادوں اور آئندہ نسلوں کی عبادتیں مل جائیں اور ان کی ہدایت کا نفع دوسروں تک پہنچ جائے اور یہ بات ان کے لیے زیادہ ثواب اور بہتر انجام والی ہے۔

[1] شرح السنۃ، کتاب العلم، باب ثواب من دعا إلی ہدی أو أحیا سنۃ، وإثم من ابتدع بدعۃ أو دعا إلیہا، ۱؍۲۳۱، نیز ملاحظہ ہو: أحکام القرآن للجصاص ۳؍۳۴۸۔ [2] أحکام القرآن ۳؍۱۴۳۴۔ [3] تفسیر القرطبی ۱۳؍۸۳۔ [4] کتاب التسہیل ۳؍۷۹؛ نیز دیکھئے: تفسیر البیضاوی ۲؍۱۴۸۔ [5] تفسیر ابن کثیر ۳؍۳۶۳۔

یہ بات صحیح مسلم کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث سے (بھی) ثابت ہے، (جس میں) انہوں نے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُہُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَہُ، أَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِہِ مِنْ بَعْدِہِ، أَوْصَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ'' [1] ''جب ابن آدم فوت ہو جاتا ہے، تو تین صورتوں کے سوا اس کی نیکیوں کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے: نیک اولاد، جو اس کے لیے دعا کرے یا علم، جس کا نفع اس کے بعد ہو یا صدقہ جاریہ۔ [2]'' و: شیخ ابن عاشور رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے: انہوں نے جس طرح اپنے ازواج [3] اور نسل کے لیے توفیق اور خیر کا سوال کیا، اسی طرح انہوں نے نعمتِ ایمان سے بہرہ ور ہونے کے بعد اپنے متعلق اللہ تعالیٰ سے التجا کی، کہ انہیں نمونہ خیر بنادے، تاکہ متقی لوگ ان کی پیروی کریں۔ ان کی اسی التماس میں یہ دعا بھی ہے، کہ اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کے قبولِ اسلام کا سبب بنائے اور لوگ ان کے ذریعے راہِ ہدایت پر آئیں۔ [4]

[1] ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب مایلحق الإنسان من الثواب بعد وفاتہ، رقم الحدیث ۱۴۔ (۱۶۳۱)، ۳؍۱۲۵۵ [2] تفسیر ابن کثیر ۳؍۳۶۳؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر القاسمی ۱۲؍۲۸۳۔ [3] (ازواج): مردوں کے لیے ازواج سے مراد ان کی بیویاں ہیں اور عورتوں کے لیے ازواج سے مراد ان کے خاوند ہیں۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔ [4] تفسیر التحریر والتنویر ۱۹؍۸۳ باختصار؛ نیز دیکھئے: تفسیر السعدی ص ۶۳۶۔

دعوت الی اللہ تعالیٰ کی فرضیت

دعوتِ دین کی اہمیت کو واضح کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اسے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر فرض قرار دیا ہے اور یہ بات مسلمہ ہے، کہ فرائض کا مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے، بلکہ وہ تمام برگزیدہ کاموں میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں، جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا: "وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ"[1]. جن باتوں سے بندہ میرا اقرب حاصل کرتا ہے، ان میں سے کوئی چیز میرے ہاں ان اعمال سے زیادہ پسندیدہ نہیں، جو کہ میں نے اس پر فرض کیے ہیں۔" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: "اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فرائض سب سے محبوب اعمال ہیں۔" علامہ طوفی رحمہ اللہ نے فرمایا: "فرائض کے ذریعے قربِ [الٰہی] کا حصول سب سے عظیم عمل ہے، کیونکہ حکم کے مطابق ان کے ادا کرنے میں تعمیلِ ارشاد، حکم دینے والے کا احترام، تابعداری کے ذریعہ اس کی تعظیم، عظمتِ ربوبیت کا اظہار اور بندگی کی ذلت کا اقرار ہے۔[2]"

[1] ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، جزء من رقم الحدیث ۶۵۰۲، عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ۱۱/۳۴۰-۳۴۱۔ [2] ملاحظہ ہو: فتح الباری ۱۱/۳۴۳۔

فرضیتِ دعوت کے دلائل:

کتاب وسنت میں دعوت الی اللہ تعالیٰ کی فرضیت کے بہت زیادہ دلائل ہیں۔ انہی میں سے تین ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں: ۱: ارشادِ رب العالمین: ﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾[1] ترجمہ: اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو، جو بھلائی کی طرف دعوت دے، نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ **آیت کریمہ سے استدلال:** اس آیت کریمہ میں [صیغہ امر] کے ذریعے مسلمانوں کو دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا گیا ہے اور صیغہ امر [لام امر] ہے، جو فعل مضارع پر داخل ہوا ہے اور وہ [ولتکن] ہے۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے: "[ولتکن] میں لام [لام الامر] ہے۔[2]" شیخ ابن عاشور رحمہ اللہ نے لکھا ہے: "﴿ولتکن منکم أمۃ﴾ کا صیغہ وجوب کا صیغہ ہے اور یہ امر پر دلالت کرنے کے لیے [افعلوا][3] سے زیادہ صریح ہے۔[4]" اور صیغہ امر، جیسا کہ علمائے امت نے بیان کیا ہے، وجوب پر دلالت کرتا

[1] سورۃ آل عمران، الآیۃ ۱۰۴۔ [2] تفسیر البغوی ۱/۳۳۸؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر الخازن ۱/۳۹۹۔ [3] [افعلوا]: صیغہ امر ہے اور معنی [تم کرو] ہے۔ [4] تفسیر التحریر والتنویر، الجزء ۳، ص ۳۷۔

ہے۔[1] ۲: دعوت الی اللہ تعالیٰ کی فرضیت کی دوسری دلیل امام بخاری رحمہ اللہ کی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کردہ حدیث ہے، کہ یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً"[2]۔ اگر میری طرف سے تمہیں ایک آیت بھی پہنچے، تو اسے [دوسروں تک] پہنچادو۔"

حدیث شریف سے استدلال: اس حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو یہ حکم دیا ہے، کہ دین کی جو بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ان تک پہنچے، وہ اسے دوسرے لوگوں تک پہنچادیں، اگرچہ وہ بات صرف ایک آیت ہی ہو۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے: "وَلَوْ آیَۃً" یعنی ظاہری علامت، یہ بات بطور مبالغہ ارشاد فرمائی گئی اور اس سے مقصود یہ ہے، کہ تم تک میری طرف سے پہنچنے والی بات کوئی عمل ہو یا اشارہ یا اسی طرح کی کوئی اور بات بھی ہو (تم اسے آگے نقل کردو)۔[3] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث میں (اگرچہ ایک آیت ہی ہو) فرمایا، تاکہ ہر سننے والا جو سنے، خواہ وہ بات کتنی تھوڑی ہو، فوراً آگے

[1] ملاحظہ ہو: العدّۃ فی أصول الفقہ ۱؍۲۲۴؛ والتمہید فی أصول الفقہ ۱؍۱۴۵۔ [2] صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ماذکر عن بنی إسرائیل، جزء من رقم الحدیث ۶، ۳۴۶۱؍۴۹۶۔ [3] ملاحظہ ہو: عمدۃ القاری ۱۶؍۴۵۔

نقل کردے، تاکہ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا سارا دین امت تک منتقل ہو جائے۔[1]" قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے حوالے سے ایک نکتہ بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث کی بجائے آیت قرآنی کے پہنچانے کا ذکر فرمایا، تاکہ لوگوں کے لیے یہ حقیقت واضح ہو جائے، کہ جب قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کے لینے کے باوجود اس کے دوسروں تک پہنچانے کی تاکید اس قدر شدید ہے، تو احادیث کو پہنچانے کی تاکید کس قدر زیادہ ہو گی۔[2] ۳: دعوت الی اللہ تعالیٰ کی فرضیت کے بارے میں ایک اور دلیل وہ حدیث ہے، جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کہ انہوں نے کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے دن ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "أَتَدْرُوْنَ أَیُّ یَوْمٍ ہٰذَا؟" "کیا تمہیں معلوم ہے، کہ یہ کون سا دن ہے؟" یہاں تک۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "أَلَا ہَلْ بَلَّغْتُ؟" "کیا میں نے پیغام (الٰہی) پہنچادیا ہے؟" قَالُوْا: "نَعَمْ" "انہوں نے عرض کیا: "جی ہاں۔" آپ نے فرمایا: "اَللّٰہُمَّ اشْہَدْ۔ فَلْیُبَلِّغِ الشَّاہِدُ الْغَائِبَ۔ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعٰی مِنْ سَامِعٍ[3]"

[1] ملاحظہ ہو: فتح الباری ۶؍۴۹۸۔ [2] ملاحظہ ہو: عمدۃ القاری ۱۶؍۴۵۔ [3] صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الخطبۃ أیام منی، جزء من رقم الحدیث ۳، ۱۷۴۱؍۵۷۳۔ ۵۷۴۔

"اے اللہ! گواہ ہو جائیے۔ (یہاں) موجود شخص غیر حاضر کو پہنچادے۔ کتنے لوگ، جنہیں بات پہنچائی جاتی ہے، خود سننے والوں سے بات زیادہ سمجھنے والے ہوتے ہیں۔" اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ سننے والوں کو حکم دیا، کہ وہ اسے غیر حاضر لوگوں تک پہنچادیں۔

حدیث شریف کے متعلق قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ایک دوسری روایت میں ہے، کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ! إِنَّہَا لَوَصِیَّتُہٗ إِلٰی أُمَّتِہٖ: "فَلْیُبَلِّغِ الشَّاہِدُ الْغَائِبَ"[1] "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو یہی وصیت ہے، کہ: "موجود لوگ غیر حاضر لوگوں تک [آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات] پہنچادیں۔" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے

تحریر کیا ہے، کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا [امت کو وصیت] سے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری ارشاد گرامی: فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ " تھا۔[2] علامہ عینی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے، کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تاکید کی غرض سے قسم کھا کر بات کی ابتداء کی۔[3]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الخطبۃ أیام منی، جزء من رقم الحدیث ۳، ۱۷۳۹، ۵۷۳/۳۔ [2] فتح الباری ۵۷۵/۳۔ [3] ملاحظہ ہو: عمدۃ القاری ۸۷/۱۰۔

فوائد حدیث بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے قلم بند کیا ہے": حدیث سے معلوم ہونے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ علم دین کی تبلیغ فرضِ کفایہ ہے اور بعض لوگوں کے حق میں فرضِ عین ہو جاتی ہے۔[1]" ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے دعوتِ دین کو امت پر فرض قرار دیا ہے اور بلاشک وشبہ یہ بات اس کی شان وعظمت اور رفعت ومنزلت پر دلالت کرتی ہے۔

بہترین امت ہونے کا ایک سبب دعوتِ دین

اللہ عزوجل نے اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہترین امت قرار دیا ہے۔ امت کے اس اعزاز کو پانے کے اسباب میں سے ایک یہ بیان فرمایا، کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔

اس بات کے بعض دلائل: اس بات کے دلائل میں سے تین درج ذیل ہیں: ۱: ارشاد رب العالمین: (كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ

---

[1] فتح الباری ۷۶/۳۔۵۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: راقم السطور کی کتاب: "الحسبۃ: تعریفھا، ومشروعیتھا، ووجوبھا" ص ۴۲۔۸۱۔

بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ)[1] ترجمہ: تم بہترین امت ہو، جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے، کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو، بُری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

آیت کریمہ سے استدلال: اس آیت کریمہ میں مولائے کریم نے یہ بیان فرمایا ہے، کہ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: خیر الامم[2] ہے اور اس عظیم الشان مقام ومرتبہ پانے کا سبب یہ ہے، کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داریوں کو پورا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لاتی ہے۔ اس بارے میں ذیل میں چار علمائے امت کے اقوال ملاحظہ فرمایئے: ا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے (كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) کی تفسیر میں بیان فرمایا: خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ، تَأْتُونَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِي أَعْنَاقِهِمْ، حَتَّى يَدْخُلُوا فِي الْإِسْلَامِ"[3]۔ تم" لوگوں کے لیے بہترین لوگ (ہو)، تم انہیں گردنوں میں زنجیریں ڈالے لاتے ہو، یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔" ب: حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے بیان کیا: "تم اس شرط کے پورا کرنے کی صورت میں بہترین امت ہو، کہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بُرائی سے روکتے ہو

[1] سورۃ آل عمران، جزء من الآیۃ ۱۱۰۔ [2] سب امتوں میں سے بہترین امت۔ [3] صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ آل عمران، باب { کنتم خیر أمۃ أخرجت للناس }، رقم الروایۃ ۴۵۵۷، ۸ / ۲۲۴۔

اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔[1]" ج: قاضی ابن عطیہ اندلسی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے: "اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت کے لیے یہ مقرر کردہ شان و عظمت وہ حاصل کرتا ہے، جو امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ایمان باللہ کی شرائط پوری کرتا ہے۔[2]" د: علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد (تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ) کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: "جان لو، کہ یہ نئی بات ہے اور اس کا مقصود امت کے خیر الامم ہونے کی علّت بیان کرنا ہے، جس طرح، کہ تم کہتے ہو: زید سخی ہے، لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے، انہیں پہناتا ہے اور ان کی اصلاح کے لیے کام کرتا ہے[3]۔[4]" ۲: ارشادِ ربانی: (وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا)[5]

[1] تفسیر الطبری، رقم الأثر ۷۶۱۵، ۷ / ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ [2] المحرر الوجیز ۳ / ۱۹۵۔ [3] یعنی زید کو اس لیے سخی کہا گیا ہے، کیونکہ وہ لوگوں کی خدمت کی غرض سے مذکورہ بالا تینوں کام سرانجام دیتا ہے اور اگر وہ یہ کام نہ کرے گا، تو سخی کہلانے کا مستحق نہ ہوگا۔

[4] التفسیر الکبیر ۸ / ۱۷۹؛ نیز ملاحظہ ہو: الکشاف ۱ / ۴۵۴؛ وإحیاء علوم الدین ۲ / ۳۰۷؛ وتفسیر القرطبی ۴ / ۱۷۳، وکتاب تحفۃ الناظر وغنیۃ الذاکر فی حفظ الشعائر وتغییر المناکر ص ۳؛ وتفسیر أبی السعود ۲ / ۷۱؛ وتفسیر القاسمی ۴ / ۱۹۲۔ [5] سورۃ البقرۃ، جزء من الآیۃ ۱۴۳۔

ترجمہ: اور ہم نے اسی طرح تمہیں بہترین امت بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم پر گواہ ہو جائیں

آیت کریمہ سے استدلال: اس آیت کریمہ میں مولائے عزوجل نے اس بات کی خبر دی ہے، کہ اس نے امت اسلامیہ کو بہترین امت بنایا، تاکہ وہ دوسری امتوں پر دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے گواہی دیں، جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے کی خاطر ان پر گواہ ٹھہرایا گیا۔ اس بارے میں ذیل میں دو مفسرین کے اقوال ملاحظہ فرمائیے: ا: شیخ قاسمی رحمہ اللہ نے آیت کریمہ (كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: "اس آیت کی مانند ارشادِ [باری] تعالیٰ ہے: (وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا) یعنی اور اسی طرح تمہیں بہترین امت بنایا (لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ) تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ [امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ۔[1]" شیخ قاسمی نے یہ بھی لکھا ہے: آیت کی [تفسیر] میں مجاہد رحمہ اللہ کا بیان بھی اس معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے: [ان کا بیان ہے]: تاکہ تم دیگر امتوں یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں کے خلاف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گواہ بن جاؤ۔ [2]" اور تم یہ گواہی

[1] تفسیر القاسمی ۴ / ۱۹۳۔ [2] نیز ملاحظہ ہو: تفسیر الطبری، رقم الأثر ۲۱۸۶، ۳ / ۱۵۰۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی حقانیت کے متعلق اس طرح دو، کہ لوگوں کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دو، نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے روکو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دعوت کی روح اور جان ہے۔[1] ب: شیخ ابن عاشور رحمہ اللہ نے تحریر کیا

ہے: اور اَلنَّاسِ [2] کا لفظ عام ہے اور اس سے مراد گزشتہ اور موجودہ سب امتوں کے لوگ ہیں اور آیت کریمہ میں مذکورہ شہادت دنیا اور آخرت دونوں میں ہے۔ دنیا میں تکمیلِ شہادت کے تقاضوں میں سے ایک بات یہ ہے، کہ دوسری امت کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جائے، تاکہ یہ دعوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کے قائم مقام ہو جائے اور اعراض کرنے والوں کے خلاف اہلِ ایمان کی گواہی پوری ہو جائے۔[3] ۳: اسی بارے میں ایک اور دلیل وہ حدیث ہے، جسے امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت درّہ بنت ابی لہب رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، کہ انہوں نے کہا، کہ: "ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا اور اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے۔ اس شخص نے دریافت کیا: "یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ! اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ؟" "یارسول اللہ! لوگوں میں سے سب سے اچھا کون ہے؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خَیْرُ النَّاسِ أَقْرَؤُہُمْ، وَأَتْقَاہُمْ، وَآمَرُہُمْ بِالْمَعْرُوْفِ، وَأَنْہَاہُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ، وَأَوْصَلُہُمْ لِلرَّحِمِ" [4] "بہترین شخص وہ ہے، جو سب سے زیادہ قرآن کریم پڑھے، سب سے زیادہ متقی

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر القاسمی ۲؍۲۸۳۔ [2] [الناس] لوگ۔ [3] ملاحظہ ہو: التحریر والتنویر ۲؍۲۰۔۲۱۔ [4] المسند ۶؍۴۳۲۔ (ط: المکتب الاِسلامی)۔ حافظ ہیثمی نے لکھا ہے، کہ اسے احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور دونوں کے راویان [ثقہ] ہیں، اگرچہ ان میں سے بعض کے بارے میں کچھ کلام کیا گیا ہے، لیکن وہ مضر نہیں۔ (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ۷؍۲۶۳)۔

ہو، سب سے زیادہ نیکی کا حکم دینے والا، سب سے زیادہ برائی سے روکنے والا اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہو۔" اس حدیث میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی خبر دی ہے، کہ سب سے زیادہ نیکی کا حکم دینا اور سب سے زیادہ برائی سے روکنا ان اوصافِ حمیدہ میں سے ہے، جن کی وجہ سے بندہ بہترین لوگوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ مولائے کریم اپنے فضل و عنایت سے ہم سیاہ کاروں کو ایسے لوگوں میں شامل فرمائے۔ آمین یا ذالجلال والاِکرام۔

ہدایت کا سبب بننے والے کا عظیم ثواب

دعوت الی اللہ تعالیٰ کی عظمت و رفعت اجاگر کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ کسی شخص کی ہدایت کا سبب بننے والے کا اجر و ثواب انتہائی جلیل القدر ہے۔

اس بات کی دلیل: امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا کرتے وقت ارشاد فرمایا: "اُنْفُذْ عَلٰی رِسْلِکَ حَتّٰی تَنْزِلَ بِسَاحَتِہِمْ، ثُمَّ ادْعُہُمْ إِلَی الْإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْہُمْ بِمَا یَجِبُ عَلَیْہِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰہِ فِیْہِ۔ فَوَاللّٰہِ ! لَأَنْ یَہْدِیَ اللّٰہُ بِکَ رَجُلًا وَاحِدًا خَیْرٌ لَکَ مِنْ أَنْ یَکُوْنَ لَکَ حُمْرُ النَّعَمِ [2] "

[1] المرجع السابق ۱۴؍۲۱۲۔ [2] متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، جزء من)

"سیدھے جانا، یہاں تک کہ تو ان [یہودیوں] کے علاقے میں پہنچ جائے، پھر انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا اور ان کے ذمے اللہ تعالیٰ کے حق سے انہیں آگاہ کرنا، اللہ کی قسم! اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک بندے کو ہدایت دے دے، تو وہ تیرے لیے سرخ رنگ کے اونٹوں کے حصول سے زیادہ بہتر ہے۔"

شرح حدیث: ا: امام نووی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے: "حُمُرُ النَّعَمِ سے مراد سرخ رنگ کے اونٹ ہیں اور وہ اہل عرب کا سب سے زیادہ بیش قیمت مال ہے۔ وہ کسی چیز کی نفاست اور عمدگی بیان کرنے کے لیے ان کا ذکر بطور ضرب المثل کرتے ہیں۔ یہ بات پہلے بیان کی جاچکی ہے، کہ امور اخرویہ کا دینوی امور سے تشبیہ دینا صرف سمجھانے کی غرض سے ہے، وگرنہ ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کا ایک ذرّہ بھی ساری دنیا اور اس جیسی جتنی دنیائیں بھی تصور کی جاسکیں، ان سب سے بہتر ہے۔[1] "اس مقام پر ایک قابلِ توجہ بات یہ بھی ہے، کہ کسی شخص کی ہدایت کا سبب بننے والے شخص کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا، کہ اس کا اجر و ثواب سرخ اونٹوں کے پانے کے برابر ہے، بلکہ یہ ارشاد فرمایا، کہ وہ ان سے بھی بہتر ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی نہیں بتایا، کہ وہ ان سے کس قدر بہتر ہے؟ اسے جاننے والا صرف اجر و ثواب عطا کرنے والا رب

[1] رقم الحدیث ۷، ۲۱۰/۴، ۶۷۴؛ و صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ، جزء من رقم الحدیث ۳۴۔ (۲۴۰۶)، ۴/۱۸۷۲؛ شرح النووی ۱۵/۱۷۸۔

العالمین ہی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے یہ بھی لکھا ہے، کہ اس حدیث میں علم، دعوتِ ہدایت اور اچھی باتوں کی ابتدا کرنے کی فضیلت کا بیان ہے۔[1] ب: امام ابن قیم رحمہ اللہ نے قلم بند کیا ہے: "جب کسی عالم کے ذریعے ایک شخص کا ہدایت پانا، اس کے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے، جو کہ اونٹوں والوں کے ہاں بہترین قسم ہے، تو پھر اس شخص کے اجر و ثواب کے کیا کہنے، جس کے ہاتھوں ہر روز لوگوں کی جماعتیں ہدایت حاصل کریں۔[2] "اے ہمارے رحمٰن و رحیم رب! ہمیں اس اجر و ثواب سے وافر حصہ نصیب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین۔

صحیح بخاری میں عنوانِ حدیث: امام بخاری رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے: [بَابُ فَضْلِ مَنْ اَسْلَمَ عَلَی یَدَیہِ رَجُلٌ][3] اس شخص کی فضیلت کے متعلق باب، جس کے ہاتھ پر کوئی اسلام لائے۔ **سنن ابی داوٗد میں عنوان حدیث:** اور امام ابوداوٗد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب السنن میں اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[1] ملاحظہ ہو: شرح النووی ۱۵/۱۷۸-۱۷۹۔ [2] مفتاح دار السعادۃ ۱/۶۲؛ نیز ملاحظہ ہو: عمدۃ القاری ۱۴/۲۵۸۔ [3] صحیح البخاری، کتاب الجہاد، ۶/۱۴۴۔

[بَابُ فَضْلِ نَشْرِ الْعِلْمِ][1] اشاعتِ علم کی فضیلت کے متعلق باب۔

تعلیم خیر کی خاطر مسجد جانے پر مکمل حج کا ثواب

دعوت الی اللہ تعالیٰ کی قدر و منزلت اجاگر کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ خیر کی تعلیم دینے کی غرض سے مسجد جانے والے کا اجر مکمل حج کرنے والے کے ثواب کے برابر ہے۔ اس بات کی دلیل: امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ

سے روایت نقل کی ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ، لَا يُرِيْدُ إِلَّا أَنْ يَتَعَلَّمَ خَيْرًا أَوْ يُعَلِّمَهُ كَانَ لَهُ كَأَجْرِ حَاجٍّ تَامًّا حَجَّتُهُ"[2] "جو شخص مسجد کی طرف روانہ ہو، خیر سیکھنے یا سکھلانے کے سوا اس کا کوئی مقصد نہ ہو، تو اس کے لیے ایسے حج کرنے والے کے مثل ثواب ہے، جس کا حج پورا ہو۔"

[1] سنن أبي داود، کتاب العلم، ۱۰/۶۷۔ [2] منقول از: الترغیب والترہیب، کتاب العلم، الترغیب فی الرحلۃ فی طلب العلم، رقم الحدیث ۱، ۱/۱۰۴۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح الترغیب والترہیب ۱/۱۱۰)۔ (اس حدیث کی مفصل تخریج ملاحظہ ہو: "فضل الدعوۃ إلی اللہ تعالی" ص ۷۲)۔

اللہ اکبر! لوگوں کو خیر سکھلانے والے کا صلہ کس قدر عظیم الشان ہے! اے ہمارے رب کریم! ہمیں اس سے محروم نہ رکھنا۔ إنک سمیع الدعاء۔

۔داعی کے لیے عمل کرنے والے کے برابر اجر

دعوتِ دین کی اہمیت و وقعت پر دلالت کناں باتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ دعوت دینے والے کو دعوت کے نتیجے میں عمل کرنے والے کے مثل ثواب ملتا ہے۔

اس بات کے دو دلائل: ا: حضرت ائمہ احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا۔ وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا[1] "

[1] المسند ۲/۳۹۷ (ط: المکتب الإسلامی)؛ و صحیح مسلم، باب من سنّ سنۃ حسنۃ أو سیئۃ، ومن دعا إلی ہدی أو ضلالۃ، رقم الحدیث ۱۶۔ (۲۶۷۴)، ۴/۲۰۶۰؛ و سنن أبي داود، کتاب السنۃ، باب من دعا إلی السنۃ، رقم الحدیث ۱۲، ۴۵۹۶/۲۳۶؛ وجامع الترمذی، أبواب العلم، باب فی من دعا إلی ہدی فاتبع أو إلی ضلالۃ، رقم الحدیث ۷، ۲۸۱۳/۳۶۴؛ وسنن ابن ماجہ، المقدمۃ، من سنّ سنۃ حسنۃ أو سیئۃ، رقم الحدیث ۱، ۱۹۴/۴۰۔

"جس نے ہدایت کی طرف بلایا، تو جس قدر ثواب اس کی دعوت پر عمل کرنے والوں کو ملتا ہے، اتنا ہی اجر اس کے لیے ہے۔ اسے ملنے والے اجر کی وجہ سے ان [عمل کرنے والوں] کے ثواب میں کچھ کمی واقع نہیں ہوتی اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا، اس کے ذمہ اتنا ہی گناہ ہے، جتنا اس کی دعوت کے نتیجے میں گناہ کرنے والوں پر ہوگا۔ اسے ملنے والے گناہ کے سبب ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

"حدیث شریف کے متعلق تین باتیں:

ا: داعی کے لیے یہ ثواب کسی خاص عمل کی دعوت کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ ہر وہ نیک کام، جس کی طرف وہ لوگوں کو بلائے اور لوگ اس کی بات قبول کرتے ہوئے، وہ اچھا عمل کریں، تو اس عمل کی بناپر اسے اجر ملتا ہے، یہ کام خواہ معمولی حیثیت کا ہو یا بہت بڑا۔ امام طیبی رحمہ اللہ نے [ہدًی] کی شرح میں لکھا ہے: "جس سے اچھے اعمال کی راہنمائی حاصل کی جاتی ہے اور یہ لفظ نکرہ ہونے کے سبب ہر اس چیز کے لیے بولا جاتا ہے، جس پر لفظ [ہدًی] کا اطلاق ہو سکتا ہے، تھوڑے، زیادہ، عظیم، معمولی سب قسم کے

اچھے اعمال کے لیے اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔سب سے عظیم ہدایت کی دعوت اس شخص کی ہے،جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے،خود نیک عمل کرے اور کہے، کہ :''میں یقیناً مسلمان ہوں'' اور سب سے کم حیثیت والی ہدایت کی دعوت اس شخص کی ہے،جو اہلِ ایمان کے راستے سے اذیت دینے والی چیز دور کرنے کی دعوت دے۔اسی بنا پر دعوت دینے والے،ڈرانے والے فقیہ کا مقام اس قدر بلند ہوا، کہ وہ ایک ہزار عبادت گزاروں سے برتر ہے،کیونکہ اس کا فیض قیامت تک آنے والے لوگوں اور زمانوں کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم نوازی سے ہم یہ امید رکھتے ہیں، کہ اس کتاب کے تحریر کرنے کے لیے ہماری کوشش بھی اسی زمرے میں شامل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے،جو [ہماری اس دعا پر] آمین کہے۔ [1] "آمین یا ذالجلال والاِکرام۔

ب:اس حدیث شریف پر تعلیق کرتے ہوئے امام ابن قیم رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے، کہ اپنی دعوت کے ذریعے ہدایت کا سبب بننے والے کے لیے ہدایت یافتہ شخص کے اجر کے برابر ثواب ہے۔(اسی طرح) اپنی دعوت کے ساتھ گمراہی کا سبب بننے والے کے لیے گمراہ ہونے والے کے گناہ کے مانند گناہ ہے،کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک نے لوگوں کی ہدایت یا گمراہی کی غرض سے حتیٰ الامکان کوشش کی اور [اسی بنا پر]ان کی حیثیت خود اچھا یا بُرا کام کرنے والے کی مثل ہے اور یہی شریعت کا اصول ہے، جیسے کہ اس کے علاوہ دیگر مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔[2] "

ج:اس مقام پر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ایک عمدہ نکتہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:اس [حدیث] سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ امت کے لا تعداد اور ان گنت اچھے اعمال کا جتنا ثواب امت کے لیے ہے،اتنا ہی ثواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے اور اسی طرح اوّلین مہاجرین اور انصار کے لیے ہے۔یہی بات بعد میں آنے والے لوگوں کے اعتبار سے سلف کے لیے اور پیروکاروں کے اعتبار سے علمائے مجتہدین کے لیے ہے۔اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ ہر طبقہ کے متاخرین کے مقابلے میں متقدمین کی شان و عظمت کس قدر زیادہ ہو گی۔[3]

---

[1]شرح الطیبی ۲؍۶۶۴۔۶۲۶؛ نیز ملاحظہ ہو: تحفۃ الأحوذی ۷؍۳۶۴۔ [2] مفتاح دار السعادۃ ۱؍۶۲۔ [3] ملاحظہ ہو: مرقاۃ المفاتیح ۱؍۳۹۵۔

۲:داعی کے لیے عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملنے کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے، جسے حضرات ائمہ احمد، مسلم،ابوداؤد اور ترمذی رحمہم اللہ نے حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کہ انہوں نے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد۔ مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ"[1] "جس نے خیر کی طرف راہنمائی کی،اس کے لیے عمل کرنے والے کے مثل اجر ہے۔"

حدیث شریف کے متعلق دو باتیں:

ا:نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راہنمائی (دلالۃ) کو کسی خاص قسم یا نوع میں محدود نہیں فرمایا،بلکہ اسے مطلق چھوڑا ہے۔ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اسی بارے میں فرمایا ہے:''جو قول یا فعل یا اشارے یا تحریر کے ذریعے راہنمائی کرے۔[2] "ب: نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے [عَلٰی خَیرٍ [کسی بھلائی کے کام کی طرف] کے الفاظ استعمال فرمائے اور لفظ [خَیرٍ [نکرہ استعمال فرمایا اور یہ لفظ ہر نیک کام کے

[1] المسند ۴؍۱۲۰، و ۵؍۲۷۲۔ (ط: المکتب الإسلامی)؛ و صحیح مسلم، کتاب الإمارۃ، باب فضل إعانۃ الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ، جزء من رقم الحدیث ۱۳۳۔ (۱۸۹۳)؛ ۳؍۱۵۰۶؛ وسنن أبی داود، کتاب الأدب، باب فی الدال علی الخیر، جزء من رقم الحدیث ۱۴؍۵۱۱۸، ۲۶؛ وجامع الترمذی، أبواب العلم، باب ماجاء أن الدال علی الخیر کفاعلہ، جزء من رقم الحدیث ۷، ۲۸۰۸؍۳۶۱۔ الفاظِ حدیث المسند اور صحیح مسلم کے ہیں۔ [2] مرقاۃ المفاتیح ۱؍۴۶۳۔

لیے بولا جاتا ہے، خواہ وہ کام تھوڑا ہو یا زیادہ، معمولی ہو یا عظیم، علم کی صورت میں ہو یا عمل کی شکل میں۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اسی بارے میں قلم بند کیا ہے: "اجر و ثواب والا کوئی بھی علم یا عمل۔[1] "امام نووی نے حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ اس میں خیر کی طرف راہ نمائی کرنے، اس کے متعلق تنبیہ کرنے اور خیر کا کام کرنے والے کے ساتھ تعاون کی فضیلت کا بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں علم اور عبادات کے اعمال سکھلانے کی فضیلت کا ثبوت بھی ملتا ہے۔[2]

ایک سوال اور اس کا جواب:

اس حدیث شریف کے حوالے سے بعض علماء نے یہ سوال اٹھایا ہے، کہ کیا خیر کی طرف راہنمائی کرنے والے کے لیے اتنا ہی اجر و ثواب ہے جس قدر کہ عمل کرنے والے کو ملتا ہے؟ اس کے جواب کے متعلق علمائے امت میں اختلاف رائے ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے، کہ جس طرح عمل کرنے والے کے لیے ثواب ہے، اسی طرح دلالتِ خیر کرنے والے کے لیے ثواب ہے، لیکن یہ ضروری نہیں، کہ دونوں کا ثواب برابر ہو۔[3] بعض علمائے امت کی رائے میں دلالتِ خیر کرنے والے کے لیے عمل کرنے والے کے برابر ثواب ہے۔ علامہ قرطبیؒ رحمہ اللہ کی یہی رائے ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے:

[1] المرجع السابق ۱؍۴۶۳۔ [2] ملاحظہ ہو: شرح النووی ۱۳؍۳۹۔ [3] ملاحظہ ہو: شرح النووی ۱۳؍۳۹۔

دلالت خیر کرنے والے کا ثواب اسی قدر ہے، جس قدر عمل کرنے والے کا ثواب اضافہ کے بعد ہوتا ہے، کیونکہ اعمال کا ثواب تو محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہے اور وہ جتنا چاہے، ثواب عطا فرماتا ہے، خصوصاً جب کہ بندے کی نیت درست ہو، جو کہ تمام اعمال کی اساس اور جڑ ہے۔[1] "یہی رائے راجح معلوم ہوتی ہے، کیونکہ حدیث شریف میں لفظ [مثل] وارد ہوا ہے اور اس سے فوری طور پر ذہن میں یہی بات آتی ہے، کہ دلالتِ خیر کرنے والے کا ثواب عمل کرنے والے کے مجموعی ثواب کے برابر ہے اور مجموعی ثواب میں اصل اجر اور اضافہ دونوں ہی شامل ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہی بات رب کریم کے اپنے بندوں کے ساتھ فیاضانہ معاملہ کے مطابق نظر آتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ **-وفات کے بعد داعی کا ثواب جاری رہنا**

دعوتِ دین کے بیش قیمت فوائد میں سے ایک یہ ہے، کہ داعی کا اجر و ثواب اس کی موت کے ساتھ منقطع نہیں ہوتا، بلکہ جب تک اس کی دعوت پر عمل ہوتا رہے گا، اس کا

[1] ملاحظہ ہو: عون المعبود ۱۴؍۲۶-۲۷۔

ثواب جاری رہے گا۔

اس بات کے بعض دلائل:

اس بارے میں کتاب وسنت کے متعدد دلائل میں سے آٹھ ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:۱: ارشادِ ربانی: (يُنَبَّأُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ)[1] اس دن انسان کو اس کے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے [اعمال] سے آگاہ کیا جائے گا [آیت کریمہ سے مراد یہ ہے، کہ اس نے جو اعمال خود کیے اور جو طریقہ یا دستور اچھا یا بُرا، اس نے اپنے پیچھے چھوڑا اور اس کے مطابق لوگوں نے عمل کیا۔امام بغوی رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت شریفہ کی تفسیر میں نقل کیا ہے، کہ انہوں نے بیان فرمایا: "بِمَا قَدَّمَ قَبْلَ مَوْتِهِ مِنْ عَمَلٍ صَالِحٍ أَوْ سَيِّئٍ، وَمَا أَخَّرَ بَعْدَ مَوْتِهِ مِنْ سُنَّةٍ حَسَنَةٍ أَوْ سَيِّئَةٍ يُعْمَلُ بِهَا"[2] "اس نے موت سے پہلے جو نیکی یا بدی کی اور موت کے بعد اس نے جو اچھا یا بُرا طریقہ چھوڑا اور اس پر عمل کیا گیا۔" ۲: ارشاد ربانی: (عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ)[3] ہر شخص اپنے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے [اعمال]

[1] سورۃ القیامۃ الآیۃ ۱۳۔ [2] تفسیر البغوی ۷؍۱۸۴؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح السنۃ ۱؍۲۳۲؛ وزاد المسیر ۸؍۴۲۰؛ وتفسیر القرطبی ۱۹؍۹۸-۹۹؛ وفتح القدیر ۵؍۴۷۴۔ [3] سورۃ الانفطار، الآیۃ ۵۔

کو معلوم کرلے گا [حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں بیان کیا: "مَا قَدَّمَتْ مِنْ خَيْرٍ، وَمَا أَخَّرَتْ مِنْ سُنَّةٍ اِسْتُنَّ بِهَا بَعْدَهُ، فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنِ اتَّبَعَهُ، أَوْ سَيِّئَةٍ، فَعَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا"[1] "جو نیک عمل اس نے خود کیا اور جو اچھا طریقہ اس نے اپنے پیچھے چھوڑا اور اس کے مطابق عمل کیا گیا، تو عمل کرنے والے کے مثل اس کے لیے ثواب ہے۔ (اسی طرح) جس نے اس کے چھوڑے ہوئے بُرے طریقے کے مطابق غلط کام کیا، تو اس کے بقدر اس کے ذمہ گناہ ہے۔" حضرت عبداللہ بن عباس اور محمد بن کعب قرظی نے اس کی تفسیر میں بیان کیا: "مَا قَدَّمَتْ فِي حَيَاتِهَا، وَمَا أَخَّرَتْ مِمَّا سَنَّتْهُ، فَعُمِلَ بِهِ بَعْدَ مَوْتِهَا"[2] "اس نے اپنی زندگی میں جو اعمال کیے اور جو طریقے اپنے بعد چھوڑے اور ان کے موافق اس کے مرنے کے بعد عمل کیا گیا۔" ۳: امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ۔ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً، فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، كُتِبَ

[1] شرح السنۃ، کتاب العلم، باب ثواب من دعا إلی ہدی أو أحیا سنۃ، وإثم من ابتدع بدعۃ أو دعا إلیہا، ۱؍۲۳۲۔ [2] المحرر الوجیز، ص ۲۶۴

عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ"[1] "جس شخص نے اسلام میں پسندیدہ کام کیا اور اس کے بعد اس کے مطابق عمل کیا گیا، تو اس کے لیے عمل کرنے والے کے اجر کے مانند ثواب تحریر کیا جائے گا اور [اس کو ثواب دیے جانے کی وجہ

سے]ان [عمل کرنے والوں] کے اجر میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔ (اسی طرح) جس نے اسلام میں بُرا کام شروع کیا اور اس کے بعد اس کے موافق عمل کیا گیا، تو اس پر اس کے بعد عمل کرنے والوں کے گناہ کے بقدر گناہ لکھا جائے گا اور ان [گناہ کرنے والوں] کے بوجھ میں کچھ تخفیف نہ ہو گی۔"امام نووی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے :آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی: "مَنْ سَنَّ "...اور ایک دوسری حدیث: "من دعا إلی ہدی...ومن دعا إلی ضلالۃ "یہ دونوں حدیثیں واضح طور پر نیک کام شروع کرنے کی ترغیب اور بُرے کام شروع کرنے کی حرمت پر دلالت کناں ہیں۔ یہ دونوں حدیثیں اس بات پر بھی دلالت کرتی ہیں، کہ جس نے اچھا کام شروع کیا، تو قیامت تک اس کے مطابق عمل کرنے والوں کے اجر کے مثل اس کے لیے ثواب ہو گا اور جس کسی نے بُرا کام شروع کیا، تو قیامت تک اس غلط کام کرنے والوں کے گناہ کے بقدر اس پر بوجھ ہو گا۔ اسی طرح جس نے ہدایت کی دعوت دی، تو اس کے لیے دعوت کو قبول کرنے والوں کے اجر کے برابر ثواب ہو گا اور جس کسی نے گمراہی کی طرف بلایا، تو اس کے لیے اس کی بات پر عمل کرنے والوں کے گناہوں کے بقدر بوجھ ہو گا۔ ہدایت اور گمراہی کی بات خواہ اس نے خود شروع کی ہو یا اس سے پہلے بھی کسی نے اس کے مطابق عمل کیا ہو (ہر دو

[1] صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ سنۃ حسنۃ أو سیئۃ، ومن دعا إلی ہدی أو ضلالۃ، جزء من رقم الحدیث ۱۵۔(۱۰۱۷)، ۲۰۶۰-۲۰۵۹/۴

صورت میں وہ عمل کرنے والوں کے ثواب یا گناہ کے برابر اجر یا بوجھ اٹھائے گا)۔ یہ اچھا یا بُرا کام علم، عبادت، ادب یا کسی بھی معاملے کے سکھلانے کے متعلق ہو۔[1] ۴ :امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ أَجْرُہَا مَا عُمِلَ بِہَا فِی حَیَاتِہٖ، وَبَعْدَ مَمَاتِہٖ، حَتّٰی تُتْرَکَ"[2] "جس نے اچھا کام شروع کیا، جب تک اس کے موافق اس کی زندگی اور مرنے کے بعد عمل ہو گا، اس کے لیے اجر و ثواب کا سلسلہ جاری رہے گا، یہاں تک کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔" ۵ :امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْہُ عَمَلُہٗ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَۃٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ أَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِہٖ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَہٗ"[3] "جب انسان مر جاتا ہے، تو تین صورتوں کے سوا اس کا سلسلہ عمل منقطع ہو جاتا ہے: صدقہ جاریہ سے یا ایسے علم سے جس کا فیض جاری ہو یا اس کے لیے دعا کرنے والا نیک بچہ۔"

[1] ملاحظہ ہو: شرح النووی ۲۲۶/۱۶-۲۲۷۔ [2] منقول از: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب العلم، باب فیمن سنّ خیراً أو غیرہ أو دعا إلی ہدی، ۱۶۸/۱۔ حافظ ہیثمیؒ نے قلم بند کیا ہے: "طبرانی نے اسے [المعجم] الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے روایت کرنے والے [ثقہ] ہیں۔" (المرجع السابق: ۱۶۷/۱) [3] صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاتہ، رقم الحدیث ۱۴۔(۱۶۳۱)، ۱۲۵۵/۳۔

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے: "علماء نے بیان کیا ہے، کہ حدیث کا معنی یہ ہے، کہ مرنے والے شخص کا عمل اس کی موت کے ساتھ منقطع ہو جاتا ہے اور ان تین باتوں کے علاوہ نئے ثواب کا میسر آنا ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ ان تین باتوں کا سبب وہ شخص خود ہی تھا، بچہ اس کی کمائی سے ہے، اسی طرح تعلیم و تصنیف کی شکل میں چھوڑا ہوا علم اور اسی طرح صدقہ جاریہ اور

وہ وقف (کی صورت میں ہوتا) ہے۔[1] "امام طیبی رحمہ اللہ نے قلم بند کیا ہے:"ان تین چیزوں کے علاوہ اس سے عمل ختم ہونے سے مراد یہ ہے، کہ ان کے سوا دیگر سب اعمال نماز، زکوۃ اور حج کا سلسلہ ثواب منقطع ہو جاتا ہے، لیکن ان چیزوں کے ذریعے ملنے والا اجر ختم نہیں ہوتا اور حدیث کا معنی یہ ہے، کہ جب انسان مر جاتا ہے، تو اس کے بعد اس کے اعمال کا اجر تحریر نہیں کیا جاتا، کیونکہ ثواب تو عمل کی جزا ہے اور عمل موت سے ختم ہو جاتا ہے، البتہ اس عمل کا ثواب جاری رہتا ہے، جس کی خیر دائمی ہو، نفع جاری ہو، جیسے کہ زمین وقف کرنا، کتاب تالیف کرنا، کوئی مسئلہ سمجھانا، کہ اس کے بعد اس پر عمل کیا جائے یا صالح بچے کا ہونا۔ان میں سے ہر ایک چیز کا ثواب موت کے بعد بھی اسے حاصل ہوتا رہتا ہے۔[2] "فوائد حدیث قلم بند کرتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:"اس میں علم کی فضیلت کا بیان اور اس سے بہت زیادہ حاصل کرنے کی ترغیب ہے۔علاوہ ازیں اس بات کی بھی ترغیب ہے، کہ انسان تعلیم و تصنیف اور بیان کی شکل میں اپنے پیچھے علم چھوڑ جائے اور زیادہ سے زیادہ نفع اور فائدے والے علوم کا چناؤ کرے۔[3] "

[1] شرح النووی ۱۱/۸۵۔ [2] شرح الطیبی ۲/۶۶۳۔ [3] شرح النووی ۱۱/۸۵۔

۶ :امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"خَيْرُ مَا يُخَلِّفُ الرَّجُلُ مِنْ بَعْدِهِ ثَلَاثٌ : وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ، وَصَدَقَةٌ تَجْرِي يَبْلُغُهُ أَجْرُهَا، وَعِلْمٌ يُعْمَلُ بِهِ مِنْ بَعْدِهِ"[1] "آدمی اپنے بعد جن چیزوں کو چھوڑتا ہے، ان میں سے بہترین چیزیں تین ہیں: صالح بچہ کہ اس کے لیے دعا کرے، صدقہ جاریہ کہ اس کا اجر اسے پہنچتا رہے اور علم کہ اس کے مطابق اس کے بعد عمل کیا جائے۔" ۷ :حضرات ائمہ ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ : عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ، وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ، وَمُصْحَفًا وَرَّثَهُ، أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ، أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ، أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ، أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ، يَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ[2] "

[1] سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، فضل العلماء والحث علی طلب العلم، رقم الحدیث ۱/۲۱۲، ۲۴۳۔حافظ منذریؒ نے اس حدیث کی [سند کو صحیح] اور شیخ البانیؒ نے اسے [صحیح] کہا ہے۔(ملاحظہ ہو: الترغیب والترہیب ۱/۸۱؛ و صحیح سنن ابن ماجہ ۱/۴۶؛ و صحیح الترغیب والترہیب ۱/۱۰۸)۔[2] ملاحظہ ہو: سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱/۳۱۴، ۲۴۴۔حافظ منذریؒ نے تحریر کیا ہے، کہ ابن ماجہ نے اسے [سند حسن] کے ساتھ روایت کیا ہے اور بیہقی اور ابن خزیمہ نے بھی اپنی کتاب [الصحیح] میں کم و بیش انہی الفاظ کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔شیخ البانیؒ نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔(ملاحظہ ہو: الترغیب والترھیب ۱/۱۱۸؛ و صحیح سنن ابن ماجہ ۱/۴۶؛ و صحیح الترغیب والترہیب ۱/۱۲۱)۔

"یقیناً مومن کی موت کے بعد اس کے عمل اور نیکیوں [کے اجر و ثواب] میں سے جو چیز اسے ملتی ہے [وہ] علم ہے، جو اس نے پھیلایا اور نیک بچہ ہے، جسے اس نے چھوڑا یا مصحف [قرآن کریم کا نسخہ] ہے، کہ اس نے کسی کے لیے ورثہ میں چھوڑا یا مسجد ہے، کہ اس نے بنائی یا راہ گزر کے لیے مسافر خانہ تعمیر کیا یا نہر ہے، کہ اس نے جاری کی یا صدقہ ہے، کہ اس نے اپنی صحت اور زندگی میں اپنے مال سے نکالا، اس کا ثواب اسے مرنے کے بعد پہنچتا رہتا ہے۔" ۸ :حضرات ائمہ، احمد، بزار اور طبرانی رحمہم اللہ نے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "أَرْبَعٌ تُجْرَى عَلَيْهِمْ أُجُورُهُمْ بَعْدَ الْمَوْتِ: رَجُلٌ مَاتَ مُرَابِطًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ عَلَّمَ عِلْمًا فَأَجْرُهُ يُجْرَى عَلَيْهِ مَا عُمِلَ بِهِ، وَرَجُلٌ أَجْرَى صَدَقَةً فَأَجْرُهَا يَجْرِيْ عَلَيْهِ مَا جَرَتْ عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ تَرَكَ وَلَدًا صَالِحًا يَدْعُوْلَهُ"[1] "مرنے کے بعد چار (قسم کے) اشخاص کا اجر جاری رہتا ہے: (ایک) وہ بندہ، کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مقامِ جہاد میں قیام کرتے ہوئے فوت ہو جائے، (دوسرا) وہ آدمی، کہ اس نے علم سکھلایا، کہ جب تک اس کے مطابق عمل ہوا، اس کا اجر جاری رہتا ہے، (تیسرا) وہ شخص، کہ اس نے صدقہ کیا، جب تک صدقہ [کا فیض] جاری ہے، اس کا اجر جاری رہے گا، (چوتھا) وہ آدمی، کہ اس نے نیک بچہ چھوڑا، جو اس کے لیے دعا کرتا ہے۔"

[1] المسند ۵/۲۶۹ (ط: المکتب الاسلامی)؛ حافظ منذریؒ نے تحریر کیا ہے، کہ اسے احمدؒ، بزارؒ اور طبرانیؒ نے [المعجم] الکبیر اور الاوسط میں روایت کیا ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: الترغیب والترہیب ۱/۱۱۹؛ و صحیح الترغیب والترہیب ۱/۱۲۱)۔

مذکورہ بالا احادیث شریفہ سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے، کہ جن اعمال کا اجر و ثواب بندے کے لیے مرنے کے بعد جاری رہتا ہے، ان میں سے ایک بات یہ ہے، کہ انسان کوئی نیک عمل کرے، جس کی اقتدا کرتے ہوئے دوسرے لوگ بعد میں وہ عمل کریں، اسی طرح وہ لوگوں کو علم سکھلادے، جس کے مطابق وہ اس کے مرنے کے بعد عمل کریں۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ کی تحریر:

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے: "إِنَّ الْعَالِمَ إِذَا زَرَعَ عِلْمَهُ عِنْدَ غَيْرِهِ، ثُمَّ مَاتَ جَرَى عَلَيْهِ أَجْرُهُ، وَبَقِيَ لَهُ ذِكْرُهُ، وَهُوَ عُمُرٌ ثَانٍ، وَحَيَاةٌ أُخْرَى، وَذٰلِكَ أَحَقُّ مَا تَنَافَسَ فِيْهِ الْمُتَنَافِسُوْنَ، وَرَغِبَ فِيْهِ الرَّاغِبُوْنَ[1] "جب عالم کسی دوسرے شخص میں علم کا بیج بوتا ہے اور پھر فوت ہو جاتا ہے، تو اس کا اجر جاری ہو جاتا ہے، اس کا تذکرہ باقی رہتا ہے اور یہ دوسری عمر اور نئی زندگی ہے۔ یہی [مقام و مرتبہ] اس قابل ہے، کہ باہمی مقابلہ و منافست کرنے والے اس کے حصول میں دوڑ لگائیں اور رغبت کرنے والے رغبت کریں۔ اے مولائے کریم ہم ناکاروں اور ہماری اولادوں کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے اس شرفِ عظیم سے محروم نہ رکھنا۔ إِنَّكَ سَمِيْعٌ مُّجِيْبٌ۔

امام سیوطی رحمہ اللہ کے اشعار:

امام سیوطی رحمہ اللہ نے ان خصلتوں کا اشعار کی صورت میں

[1] ملاحظہ ہو: مفتاح دار السعادۃ ۱/۱۴۸۔

ذکر کیا ہے، جن کا اجر و ثواب بندے کے مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ انہی خصلتوں میں سے امامؒ نے ان علوم کو بھی شمار کیا ہے، جن کی نشر و اشاعت کوئی شخص اپنی زندگی میں کرتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ لَيْسَ يَجْرِيْ عَلَيْهِ مِنْ فِعَالٍ غَيْرِ عَشْرٍ عُلُوْمٌ بَثَّهَا وَدُعَاءُ نَجْلٍ وَغَرْسُ النَّخْلِ وَالصَّدَقَاتُ تَجْرِيْ وَرَاثَةُ مُصْحَفٍ وَرِبَاطُ ثَغْرٍ وَحَفْرُ الْبِئْرِ أَوْ إِجْرَاءُ نَهْرٍ وَبَيْتٌ لِلْغَرِيْبِ بَنَاهُ يَأْوِيْ إِلَيْهِ أَوْ بِنَاءُ مَحَلِّ ذِكْرٍ وَتَعْلِيْمٌ لِقُرْآنٍ كَرِيْمٍ فَخُذْهَا مِنْ أَحَادِيْثَ بِحَصْرٍ" [1] جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو دس اعمال کے علاوہ دیگر اعمال کا اجر و

ثواب جاری نہیں رہتا۔]وہ دس اعمال یہ ہیں :]علوم کہ اس نے ان کی اشاعت کی، بیٹے کی دعا، کھجور کا درخت اگانا اور صدقات جاری رہتے ہیں، مصحف کا کسی کو وارث بنانا، اسلامی سرحدوں کی چوکیداری کرنا، کنواں کھودنا اور نہر جاری کرنا۔ پردیسی کے لیے گھر بنانا، کہ وہ اس میں پناہ لے یا ذکر (الٰہی) کے لیے جگہ تعمیر کرنا، قرآن کریم کی تعلیم دینا، احادیث شریفہ سے (ثابت شدہ) ان باتوں کو شمار کرکے مضبوطی سے تھام لو۔"

---

[1] منقول از: بلوغ الأمانی من أسرار الفتح الربانی ۹؍۲۰۶۔

قرآن کریم کا سب جہانوں کے لیے نصیحت ہونا

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کو نازل فرمایا اور اس کو تمام جہانوں کے لیے نصیحت بنایا اور اس کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا، کہ وہ اس کے ساتھ ان سب کو ڈرائیں۔ اس بارے میں چند ایک دلائل درج ذیل ہیں:ا: ارشاد ربانی: {وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ}[1] {اور آپ ان سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتے، یہ تو سب جہانوں کے لیے ایک نصیحت کے سوا کچھ نہیں]۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا، کہ قرآن کریم سب جہانوں کے لیے نصیحت ہے، اور وہ صرف عربوں ہی کے لیے نہیں۔ قاضی ابو سعود اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "{اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ} [نہیں ہے وہ مگر نصیحت] یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت ہے {لِّلْعٰلَمِيْنَ} [یعنی سب [جہانوں کے لیے]، کیونکہ وہ ان [تمام] کے لیے ہے۔[2]"ب: ارشاد ربانی: {اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ}[3] {یہ تو سب جہانوں کے لیے ایک نصیحت کے سوا کچھ نہیں]۔ حافظ ابن کثیر نے اس کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: "یعنی قرآن کریم انسانوں اور جنوں میں سے سب مکلّفین کے لیے نصیحت ہے۔ یہ بات ابن عباس رضی اللہ عنہما نے

---

[1] سورۃ یوسف۔ علیہ السلام۔/ الآیۃ ۱۰۴۔ [2] تفسیر أبی السعود ۴/۳۰۹؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر البیضاوی ۱/۴۹۷۔ [3] سورۃ ص/ الآیۃ ۸۷۔

[آیت شریفہ کی تفسیر میں] بیان کی ہے۔[1]"ج: ارشاد باری تعالیٰ: {وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا}[2] {اور یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اس کو نازل کیا، بڑی برکت والی ہے، اس کی تصدیق کرنے والی ہے، جو اس سے پہلے ہے اور تاکہ آپ بستیوں کے مرکز اور اس کے گردونواح کے لوگوں کو ڈرائیں} اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، کہ انہوں نے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی بابرکت کتاب نازل فرمائی ہے، تاکہ آپ اس کے ساتھ مکہ مکرمہ اور اس کے گردوپیش کے لوگوں کو ڈرائیں۔ {وَمَنْ حَوْلَهَا} [اور اس کے گردوپیش] کی تفسیر کے متعلق اقوال میں سے چھ درج ذیل ہیں:ا: مشرق اور مغرب کی جانب تمام بستیاں[3] ب: مکمل روئے زمین[4] ج: مشرق اور مغرب کی طرف [بسنے والے] تمام لوگ[5] د: تمام کنارے[6]

[1] تفسیر ابن کثیر ۷/۴/۴؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر الطبری ۱۲۰/۲۳-۱۲۱ (ط: دار المعرفۃ)؛ و تفسیر القرطبیؒ ۱۵/۱۲۳۔ [2] سورۃ الأنعام / جزء من الآیۃ ۹۲۔ [3] ملاحظہ ہو: تفسیر الطبری ۱۱/۵۳۱۔ امام طبری نے یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔ [4] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۱/۵۳۱۔ یہ تفسیر بھی انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔ [5] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۱/۵۳۱۔ [6] ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبیؒ ۷/۳۸؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر القاسمی ۶/۶۲۹۔

ہ: عرب کے قبیلے، انسانوں کے تمام گروہ، عرب و عجم[1] و: مشرق و مغرب میں تمام شہروں اور دیہاتوں والے[2] د: ارشاد ربانی: {قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِیْدٌ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ}[3] { کہہ دیجیئے کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ کہہ دیجیئے: اللہ تعالیٰ، میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے، تاکہ میں تمہیں اس کے ساتھ ڈراؤں اور جس تک یہ پہنچے]۔اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے، کہ وہ مشرکوں کو بتلادیں، کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف قرآن کریم کو نازل فرمایا ہے، تاکہ وہ انہیں اور باقی لوگوں میں سے جن تک پیغام پہنچ سکے، ان سب کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرادیں۔) وَمَنْ بَلَغَ) کی تفسیر میں ذکر کردہ اقوال میں سے تین درج ذیل ہیں: ا: تمہارے علاوہ دیگر ان تمام لوگوں کو ڈرادوں، جن تک پیغام پہنچ سکے۔ ب: ان سب لوگوں کو ڈرادوں، جن تک قرآن [کی آواز] پہنچ سکے۔ ج: یہ ضمیر مخاطبین پر عطف ہے، اور مراد یہ ہے، کہاے اہل مکہ تمہیں اور تمہارے علاوہ جو سیاہ اور سرخ لوگ ہیں، جن تک پیغام پہنچ

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۲/۱۷۵۔ [2] تفسیر أبی السعود ۳/۱۲۳؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر البیضاوی ۱/۳۱۱۔ [3] سورۃ الأنعام / جزء من الآیۃ ۱۹۔

سکتا ہے، ڈرادوں، یا جن و انس [سب] کو ڈرادوں یا اے موجود لوگو! تمہیں ڈرادوں اور قیامت کے دن تک آنے والے سب لوگوں کو ڈرادوں۔اور یہ اس بات کی دلیل ہے، کہ احکام قرآن ان لوگوں کے لیے ہیں، جو اس کے نازل ہونے کے وقت موجود تھے اور ان کے لیے بھی ہیں، جو قیامت تک آئیں گے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کا بیان:

مولانا ابوالکلام آزاد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم گیر رسالت کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے ایک بہت خوب صورت بات تحریر کی ہے، وہ لکھتے ہیں": اس معاملے پر غور کا ایک اور پہلو بھی ہے: ۱: دین حق میں خدا] رب العالمین [ہے، یعنی تمام جہانوں یا کائنات کا پروردگار، اس کا دائرہ ربوبیت پوری کائنات کو اپنے دامنِ رحمت میں سمیٹے ہوئے ہے، جس کی لامتناہی وسعتوں اور پہنائی کا سرسری اندازہ بھی پیش کرنے سے ہمارا علم حساب و اعداد یک قلم درماندہ ہوتا ہے اور حال ہی میں خلائی سفروں میں جو کچھ سامنے آیا ہے، اس کی روشنی میں تو کچھ زبان پر لانا ہی ممکن نہیں۔ ۲: دین حق کا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم] رحمۃ للعالمین [ہے یعنی جہانوں یا پوری کائنات کے لیے سراسر رحمت کی بشارت۔ ۳: دین حق کی کتاب یعنی قرآن مجید] ذکر للعالمین [ہے یعنی جہانوں کے لیے وعظ و نصیحت کا سرچشمہ۔ ۴: دین حق کا مرکز مشہور یعنی کعبہ] مبارکا وھدی للعالمین [یعنی

سب کے لیے برکت و ہدایت کا سرمایہ۔ غرض اس دین کا کوئی بھی بنیادی پہلو ایسا نہیں، جو کسی ایک خطے یا حلقے یا گروہ انسانیت تک محدود ہو۔ ہر پہلو کی حیثیت عالمی وآفاقی ہے اور یہ عالمیت وآفاقیت اصل پیغام کے عالم گیر اور آفاق گیر ہونے کی روشن ترین دلیل ہے۔[1]"

۴) قرآن کریم کا سب لوگوں کو مخاطب کرنا

قرآن کریم کے سب جہانوں کے لیے نصیحت ہونے کے دلائل میں سے ایک یہ ہے، کہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں سب لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں: ا: ارشاد ربانی: {يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ}[2] [اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم متقی بن جاؤ]۔ ب: ارشاد ربانی: {يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ}[3]

[1] رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم صفحات ۳۸۵-۳۸۶۔ [2] سورۃ البقرۃ/ الآیۃ ۲۱۔ [3] سورۃ البقرۃ/ الآیۃ ۱۶۸۔

[اے لوگو! زمین میں جو چیزیں ہیں، ان میں سے حلال پاکیزہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے]۔ ج: ارشاد ربانی: {يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ}[1] [اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا]۔ د: ارشاد ربانی: {يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِن رَّبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ وَإِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا}[2] [اے لوگو! بلاشبہ تمہارے پاس (یہ) رسول تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر آپہنچے ہیں، پس تم ایمان لے آؤ، تمہارے لیے بہتر ہوگا اور اگر تم کفر کروگے، تو بے شک جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے خوب جاننے والے کمال حکمت والے ہیں]۔ ہ: ارشاد ربانی: {يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ}[3]

[اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے]۔

[1] سورۃ النساء/ جزء من الآیۃ الاولی [2] سورۃ النساء/ الآیۃ ۱۷۰۔ [3] سورۃ الحج/ الآیۃ الاولی

و: ارشاد ربانی: {قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ}[1] [کہہ دیجیے: اے لوگو! میں تو بس تمہارے لیے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں]۔ ز: ارشاد ربانی: {يَاَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَّأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ط إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ط إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ}[2]

[اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد [آدم علیہ السلام] اور ایک عورت [حواء رحمہ اللہ] سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں قومیں اور قبیلے بنادیا (یعنی ان میں بانٹ دیا)، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے سب سے عزت والا وہ ہے، جو تم میں سے سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے خوب خبر رکھنے والے ہیں]۔

۵. قرآن کریم کا اہل کتاب کو دعوتِ اسلام دینا)

قرآن کریم کی متعدد آیات شریفہ میں یہود و نصاریٰ کو دعوتِ اسلام دی گئی ہے، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:ا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (یٰبَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَہۡدِیۡٓ اُوۡفِ بِعَہۡدِکُمۡ وَاِیَّایَ فَارۡہَبُوۡنِ۔ وَاٰمِنُوۡا بِمَآ

[1] سورۃ الحج/ الآیۃ ۴۹۔ [2] سورۃ الحجرات/ الآیۃ ۱۳۔

اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمۡ وَلَا تَکُوۡنُوۡٓا اَوَّلَ کَافِرٍۭ بِہٖ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰیٰتِیۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا وَاِیَّایَ فَاتَّقُوۡنِ)[1]

اے بنی اسرائیل! میری نعمت یاد کرو، جو میں نے تم پر کی اور میرا عہد پورا کرو، میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور صرف مجھ ہی سے ڈرو اور اس پر ایمان لاؤ، جو میں نے نازل کیا ہے، (اور وہ) اس کی تصدیق کرنے والا ہے، جو تمہارے پاس ہے اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو اور صرف مجھ ہی سے پس ڈرو[اللہ کریم نے یہودیوں کو قرآن پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے اور اس بات سے روکا ہے، کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے کفر کرنے والے بنیں۔ امام ابو عالیہ) وَاٰمِنُوۡا بِمَآ اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمۡ (کی تفسیر میں لکھتے ہیں": یَا مَعۡشَرَ اَہۡلِ الۡکِتَابِ! آمِنُوۡا بِمَا اَنۡزَلۡتُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مُصَدِّقًا لِمَا مَعَکُمۡ۔"[2] اے اہل کتاب کی جماعت! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نازل کیا ہے، اس پر ایمان لاؤ (اور وہ) اس کی تصدیق کرنے والا ہے، جو تمہارے پاس ہے۔" امام طبری لکھتے ہیں)": اللہ تعالیٰ نے) انہیں قرآن (کریم) کی تصدیق کا حکم دیا اور اس بات سے آگاہ فرمایا، کہ ان کی جانب سے قرآن کی تصدیق کرنے میں تورات کی تصدیق ہے، کیونکہ قرآن میں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اقرار، ان کی تصدیق اور اتباع کا حکم ہے، وہی حکم تورات و انجیل میں

[1] سورۃ البقرۃ/ الآیتان ۴۰۔۴۱۔ [2] منقول از: تفسیر طبری ۱/۵۶۱۔

(بھی) ہے۔[1]" (علامہ شوکانی) وَلَا تَکُوۡنُوۡٓا اَوَّلَ کَافِرٍۭ بِہٖ (کی تفسیر میں لکھتے ہیں": یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرنے والوں میں سے پہلے نہ ہو جاؤ۔[2]" ب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا}: وَقُلۡ لِّلَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ وَالۡاُمِّیّٖنَ ءَاَسۡلَمۡتُمۡ ؕ فَاِنۡ اَسۡلَمُوۡا فَقَدِ اہۡتَدَوۡا ۚ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَیۡکَ الۡبَلٰغُ ؕ وَاللّٰہُ بَصِیۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ[3] {آپ اہل کتاب اور (عرب کے) ان پڑھ لوگوں سے کہہ دیجیئے: کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟ پس اگر وہ مسلمان ہو جائیں، تو انہوں نے ہدایت پالی اور اگر انہوں نے منہ موڑ لیا، تو آپ کی ذمہ داری صرف پیغام پہنچانا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والے ہیں]۔ علامہ شوکانی آیت شریفہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں": قولہ: (ءَاَسۡلَمۡتُمۡ): اِسۡتِفۡہَامٌ تَقۡرِیۡرِیٌّ یَتَضَمَّنُ الۡاَمۡرَ: اَیۡ اَسۡلِمُوۡا، کَذَا قَالَہٗ ابۡنُ جَرِیۡرٍ وَغَیۡرُہٗ"[4]" ابن جریر (الطبری) اور دیگر مفسرین نے بیان کیا ہے، کہ ارشاد (ربانی) [کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟] استفہام تقریری ہے، جس میں حکم ہے، یعنی تم مسلمان ہو جاؤ۔" حافظ ابن کثیر اس آیت شریفہ کے متعلق لکھتے ہیں:

[1] تفسیر الطبری ۱/۵۶۱۔ [2] فتح القدیر ۱/۱۲۰۔ [3] سورۃ آل عمران/ جزء من الآیۃ ۲۰۔ [4] فتح القدیر ۱/۴۹۲؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر الطبری ۶/۲۸۱۔

"هٰذِهِ الْآيَةُ وَأَمْثَالُهَا مِنْ أَصْرَحِ الدَّلَالَاتِ عَلٰى عُمُوْمِ بِعْثَتِهٖ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ إِلٰى جَمِيْعِ الْخَلْقِ كَمَا هُوَ مَعْلُوْمٌ مِنْ دِيْنِهٖ ضَرُوْرَةً، وَكَمَا دَلَّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ فِيْ غَيْرِ مَا آيَةٍ وَحَدِيْثٍ"[1]"یہ اور اسی قسم کی (دیگر) آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مخلوق کی طرف عمومی بعثت کے واضح ترین دلائل میں سے ہیں، جو کہ بلاشک و شبہ دین میں معروف بات ہے اور کتاب و سنت کی متعدد آیات و احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔"ج: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ}[2]

اگر اہل کتاب ایمان لے آتے، تو ان کے لیے بہتر تھا۔ ان میں سے (کچھ) ایمان والے ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں]۔ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں:"{وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ} [اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے] یعنی اس چیز پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی {لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ} [توان کے لیے بہتر تھا۔ ان میں سے (کچھ) ایمان والے ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں] یعنی اللہ تعالیٰ اور اس [چیز] کے ساتھ، جو تمہاری طرف نازل کی گئی اور اس کے ساتھ جو ان کی طرف نازل کی گئی ایمان لانے والے تھوڑے ہیں اور ان کی اکثریت گمراہی، کفر، فسق اور

[1] تفسیر ابن کثیر ۱/۳۸۰؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر القاسمی ۴/۷۰۔ [2] سورۃ آل عمران/ جزء من الآیۃ ۱۱۰۔

نافرمانی پر ہے۔[1] "

د: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓي اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا}[2]

اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی ہے اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے، جو تمہارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں، پھر ہم انہیں پیٹھوں کی طرف پھیر دیں یا ہم ان پر لعنت کریں، جس طرح ہفتہ کے دن والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ ہو کر رہتا ہے]۔ ہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰي فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَاۗءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۡ فَقَدْ جَاۗءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ}[3] [اے اہل کتاب! ایک مدت تک سلسلہ انبیاء کے انقطاع کے بعد ہمارے رسول تمہارے پاس آگئے ہیں، جو تمہارے لیے (ہمارے احکام) کھول کر بیان کرتے ہیں، تاکہ تم یہ نہ کہو، کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوش خبری دینے

[1] تفسیر ابن کثیر ۱/۴۲۶۔ نیز ملاحظہ ہو: فتح القدیر ۱/۵۶۰؛ و تفسیر القاسمی ۴/۱۹۳۔ [2] سورۃ النساء/ الآیۃ ۴۷۔ [3] سورۃ المائدۃ/ الآیۃ ۱۹۔

والا آیا اور نہ ڈرانے والا۔ پس یقینا تمہارے پاس ایک خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا آ چکا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہیں]۔اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو دعوتِ اسلام [1]

دیتے ہوئے واضح فرمارہے ہیں، کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور ان کے احکام الٰہیہ کو صاف صاف بیان کر دینے کے بعد مسلمان نہ ہونے کے لیے ان کا کوئی عذر باقی نہیں رہا، لہٰذا اب ان پر لازم ہے، کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔[2]

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ قرآن کریم کی متعدد آیات شریفہ میں اہل کتاب کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی پُر زور دعوت دی گئی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام اقسام کے لوگوں کو دعوتِ دین دینا تمہید:

دعوتِ اسلامیہ کے مخاطبین کے عموم اور شمولیت کے دلائل میں سے یہ حقیقت بھی ہے، کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اقسام کے لوگوں کو دعوتِ دین دی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں، یہود و نصاریٰ، منافقوں، مجوسیوں، اپنے اعزہ واقارب، عورتوں، بچوں، بیماروں، مصیبت زدگان، تاجروں، بوریا نشینوں، بدوؤں، غرضیکہ ہر قسم کے لوگوں کو اسلام قبول کرنے اور اس کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنے کی دعوت دی۔امام ابن قیم تحریر کرتے ہیں: "وَلَمَّا نَزَلَ عَلَیْہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ) فَصَدَعَ بِأَمْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی لَا تَأْخُذُہُ فِیْہِ لَوْمَۃُ لَائِمٍ، فَدَعَا إِلَی اللّٰہِ الصَّغِیْرَ وَالْکَبِیْرَ، وَالْحُرَّ وَالْعَبْدَ، وَالذَّکَرَ وَالْأُنْثٰی، وَالْأَحْمَرَ وَالْأَسْوَدَ، وَالْجِنَّ وَالْإِنْسَ۔"[1] اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر [یہ آیت کریمہ] نازل ہوئی [ترجمہ: پس اس کا صاف اعلان کر دیجیئے، جس کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے۔] تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ کسی ملامت کرنے والے کے خوف کے بغیر اپنی آواز کو بلند فرمایا۔ چھوٹے، بڑے، آزاد، غلام، مرد،

[1] زاد المعاد ۳/۱۲؛ نیز ملاحظہ ہو: الفصول فی سیرۃ الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم للحافظ ابن کثیر ص ۹۷؛ والدرر الغالیۃ فی آداب الدعوۃ والداعیۃ ص ۱۰۔

عورت، سرخ، سیاہ، جن اور انسان [غرضیکہ سب] کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔" سیرت طیبہ میں ان سب اقسام کے لوگوں میں سے ہر ایک کو دعوتِ دین دینے کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔توفیقِ الٰہی سے اس مبحث میں ان میں سے کچھ مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

۱ (مشرکوں کو دعوت دینا)

مشرک کو دعوت دین دینے کے متعلق سیرت مطہرہ میں بہت سے شواہد اور مثالیں موجود ہیں۔اس سلسلے میں دو مثالیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔علاوہ ازیں اس بارے میں بعض شواہد کا ذکر دیگر عنوانوں کے ضمن میں بھی آئے گا۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ا: سوق ذوالمجاز میں دعوت دینا

:امام احمد نے بنومالک بن کنانہ کے ایک شیخ رضی اللہ عنہ [1] سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بِسُوْقِ ذِی الْمَجَازِ یَتَخَلَّلُھَا یَقُوْلُ: "یَآیُّھَا النَّاسُ! قُوْلُوْا: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" تُفْلِحُوْا۔"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوق ذوالمجاز میں دیکھا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے: "اے لوگو! تم "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہو فلاح پالو گے۔"انہوں نے بیان کیا: "وَاَبُوْجَھْلٍ یُحْثِیْ عَلَیْہِ التُّرَابَ، وَیَقُوْلُ: "لَا یَغُرَّنَّکُمْ ھٰذَا عَنْ دِیْنِکُمْ، فَاِنَّمَا یُرِیْدُ لِتَتْرُکُوْا آلِھَتَکُمْ، وَتَتْرُکُوْا اللَّاتَ

) [1] بنومالک بن کنانہ کے ایک شیخ رضی اللہ عنہ) : صحابی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث کی صحت متاثر نہیں ہوتی، کیونکہ صحابہ کی عدالت پر امت کا اجماع ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح المغیث للسخاوی ۳/۱۱۶؛ وقواعد التحدیث للقاسمی ص ۱۱۹) ۔

وَالْعُزّٰی۔]"اور ابوجہل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالتا، اور کہتا: "یہ تمہیں تمہارے دین سے بھٹکانہ دے، کیونکہ وہ تو چاہتا ہے، کہ تم اپنے معبودوں کو چھوڑ دو اور لات و عزی کو چھوڑ دو"]۔"وَمَا یَلْتَفِتُ اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔"[1] "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف توجہ نہ دیتے۔"اس حدیث شریف میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعوت مشرکوں کے لیے تھی، جو کہ لات و عزی کے پجاری تھے۔

حدیث سے معلوم ہونے والی دیگر چار باتیں:

۱: دعوتِ دین مسجد اور مدرسہ کی چار دیواری میں محدود نہیں۔ یہ بازار میں بھی دی جاتی ہے۔

۲: دعوتِ دین کی اساس دعوتِ توحید ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اسی کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔

۳: دعوت دیتے وقت بسا اوقات داعی کو دشمنوں کی اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۴: دشمنوں کی اذیتیں داعی کی کوششوں کو ختم اور ارادوں کو بدل نہیں سکتیں، بلکہ وہ تو یکسوئی سے اپنے مشن کے لیے اپنی کوششوں کو جاری رکھتا ہے۔

ب: مشرکوں کو دعوت اسلام دینے سے ابتدا کرنے کا امراء کو حکم:

امام مسلم اور امام ابوداؤد نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

[1] المسند، جزء من رقم الحدیث ۲۳۱۹۲، ۳۸/۲۴۶-۲۴۷۔ حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: "اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راویان صحیح کے راویوں میں سے ہیں۔" (مجمع الزوائد ۶/۲۲)۔

"کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِذَا بَعَثَ اَمِیْرًا عَلٰی سَرِیَّۃٍ اَوْ جَیْشٍ اَوْصَاہُ بِتَقْوَی اللّٰہِ فِیْ خَاصَّۃِ نَفْسِہٖ، وَبِمَنْ مَعَہٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ خَیْرًا، وَقَالَ: "اِذَا لَقِیْتَ عَدُوَّکَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَادْعُھُمْ اِلٰی اِحْدٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ۔ اَوْ خِلَالٍ۔ فَاَیَّتُھَا اَجَابُوْکَ فَاقْبَلْ مِنْھُمْ، وَکُفَّ عَنْھُمْ: اُدْعُھُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ، فَاِنْ اَجَابُوْکَ فَاقْبَلْ مِنْھُمْ وَکُفَّ عَنْھُمْ..." الحدیث"[1]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی فوجی دستے یا لشکر کے امیر کو روانہ فرماتے، تو اسے خود اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے اور ساتھی مسلمانوں کے ساتھ خیر کی وصیت فرماتے۔ اور (یہ بھی) فرماتے: "جب مشرکوں میں سے اپنے دشمنوں سے تمہاری ملاقات ہو، تو تم انہیں تین میں سے ایک بات [اختیار کرنے] کی دعوت دو، وہ ان میں جس کو بھی اختیار کریں، تم اس کو ان کی جانب سے قبول کرو اور ان سے رک جاؤ۔ انہیں [سب سے پہلے] اسلام [قبول کرنے] کی دعوت دو۔ پس اگر وہ تمہاری دعوت قبول کریں، تو تم ان سے قبول کرو اور ان سے [اپنے ہاتھ کو] روک لو۔" اس حدیث شریف میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوجی دستوں اور لشکروں کو مشرکوں کی طرف بھیجتے وقت ان کے سپہ سالاروں کو اس بات کا حکم دیتے، کہ وہ انہیں سب سے پہلے اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیں۔ امام ابوداؤد نے اس

[1] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر، باب تأمیر الإمام الأمراء علی البعوث،...، رقم الحدیث ۳-(۱۷۳۱)، ۱۳۵۷/۳؛ وسنن أبی داود، کتاب الجہاد، جزء من رقم الحدیث ۲۶۰۹، ۱۹۴/۷۔ الفاظِ حدیث سنن ابی داؤد کے ہیں۔

حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے: بَابٌ فِی دُعَاءِ الْمُشْرِکِیْنَ[1] [مشرکوں کو دعوت دینے کے متعلق باب]

حدیث سے معلوم ہونے والی دیگر تین باتیں:

۱: دعوت دین کے لیے جماعت اور نظام ضروری ہے، اس کے بغیر کسی شخص کا تنہا دعوت کا کماحقہ کام کرنا مشکل ہے۔

۲: اسلامی جہاد کا اولین مقصد دعوتِ اسلام ہے۔

۳: مشرکوں کے قبول اسلام کے بعد ان سے لڑنے کی اجازت نہیں، کیونکہ اسلامی جہاد کا مقصود مال وزر کا حصول اور ملکوں پر قبضہ کرنا نہیں، بلکہ اعلائے کلمۃ الحق ہے

۲ (یہودیوں کو دعوت دینا)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو اسلام کی دعوت دینے کا خصوصی اہتمام فرمایا۔ اس بارے میں متعدد مثالوں میں سے چار درج ذیل ہیں:

ا: دعوتِ اسلام دینے کی خاطر یہودیوں کو بلانا:

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: "جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے[2]، تو عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کیا:

[1] سنن أبی داود ۱۹۴/۷۔ [2] یعنی ہجرت کے موقع پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۲۵۲/۷)۔

"میں گواہی دیتا ہوں، کہ یقیناً آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور یقیناً آپ [دین] حق لائے ہیں۔ بلاشبہ یہود جانتے ہیں، کہ میں بے شک ان کا سردار ہوں، ان کے سردار کا بیٹا ہوں، ان کا سب سے بڑا عالم ہوں اور ان کے سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں، آپ انہیں [اپنے پاس] بلایئے اور میرے مسلمان ہونے کے متعلق ان کی آگاہی سے پیشتر میرے بارے میں ان سے دریافت کیجیے، کیونکہ انہیں میرے اسلام کی خبر ہو گئی، تو وہ میرے بارے میں ناحق بات کہیں گے۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے [انہیں] بلا بھیجا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آئے[1]، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "یَا مَعْشَرَ یَهُوْدَ! وَیْلَکُمْ اتَّقُوا اللّٰہَ! فَوَاللّٰہِ الَّذِیْ لَا إِلٰہَ إِلَّا هُوَ! إِنَّکُمْ لَتَعْلَمُوْنَ أَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَقًّا، وَأَنِّیْ جِئْتُکُمْ بِحَقٍّ، فَأَسْلِمُوْا۔" "اے گروہ یہود! تمہارا ستیاناس ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اس اللہ کی قسم، کہ جن کے سوا کوئی معبود نہیں! بلاشبہ تم یقیناً جانتے ہو، کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول برحق ہوں اور بے شک میں تمہارے پاس [دین] حق لے کر آیا ہوں، سو تم مسلمان ہو جاؤ]۔ انہوں نے کہا: "ہم اس کو نہیں جانتے۔" یعنی) انہوں نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بات ان سے تین مرتبہ فرمائی۔

[1] ان کے آنے سے پیشتر حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ چھپ گئے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح البخاری ۷/۲۵۳)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فَأَیُّ رَجُلٍ فِیْکُمْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ سَلَامٍ؟" "تم میں عبد اللہ بن سلام کیسے شخص ہیں؟" انہوں نے کہا: "ذَاکَ سَیِّدُنَا، وَابْنُ سَیِّدِنَا، وَأَعْلَمُنَا، وَابْنُ أَعْلَمِنَا۔" "وہ ہمارے سردار ہیں، سردار کے بیٹے ہیں، ہمارے سب سے بڑے عالم اور ہمارے سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: "أَفَرَأَیْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ؟" "اگر وہ مسلمان ہو جائیں، تو پھر تمہاری کیا رائے ہو گی؟" انہوں نے کہا: "حَاشَا لِلّٰہِ! مَا کَانَ لِیُسْلِمَ۔" "اللہ تعالیٰ کی پناہ! وہ اسلام میں داخل نہیں ہونے والے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر وہ مسلمان ہو جائیں، تو پھر تمہاری کیا رائے ہو گی؟" انہوں نے کہا: "اللہ تعالیٰ کی پناہ! وہ اسلام میں داخل نہیں ہونے والے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر وہ مسلمان ہو جائیں، تو پھر تمہاری کیا رائے ہو گی؟" انہوں نے کہا: "اللہ تعالیٰ کی پناہ! وہ اسلام میں داخل نہیں ہونے والے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یَا ابْنَ سَلَامٍ! اُخْرُجْ عَلَیْهِمْ۔" "اے ابن سلام! ان کے سامنے آؤ" وہ باہر نکلے اور ان سے کہا: "یَا مَعْشَرَ یَهُوْدَ! اتَّقُوا اللّٰہَ! فَوَاللّٰہِ الَّذِیْ لَا إِلٰہَ إِلَّا هُوَ! إِنَّکُمْ لَتَعْلَمُوْنَ أَنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ، وَأَنَّہٗ جَاءَ بِحَقٍّ۔" "اے گروہ یہود! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اس اللہ تعالیٰ کی قسم، جن کے سوا کوئی

معبود نہیں! بلاشبہ تم یقیناً جانتے ہو، کہ وہ بے شک اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ [دین] حق کے ساتھ تشریف لائے ہیں]۔ انہوں نے کہا: "کَذَبْتَ۔" "تو جھوٹ کہہ رہا ہے۔]" اس پر] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو [اپنے ہاں سے] نکال دیا۔[1] اس حدیث شریف میں ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی۔ علاوہ ازیں حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں اسی بات کی دعوت دی ۔

ب: یہودیوں کے سردار کے گھر جاکر دعوتِ اسلام دینا:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''ہم مسجد میں تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''اِنْطَلِقُوْا إِلَی یَہُوْدَ۔] ''یہود کی طرف چلو]۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے، یہاں تک کہ یہودیوں کے سردار کے گھر پہنچے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کھڑے ہو کر انہیں آواز دی: ''یَا مَعْشَرَ یَہُوْدَ! اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا۔] ''اے گروہ یہود! مسلمان ہو جاؤ بچ جاؤ گے]۔ انہوں نے جواب دیا: ''بَلَّغْتَ یَا اَبَا الْقَاسِمِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم''!

صحیح البخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ھجرۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وأصحابہ إلی المدینۃ، جزء من رقم الحدیث ۳۹۱۱، ۷/۲۵۰۔ [1]

]اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے [پیغام] پہنچا دیا ہے{۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'': ذٰلِکَ اُرِیْدُ''۔]میں یہی چاہتا ہوں]۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری مرتبہ فرمایا، تو انہوں نے کہا: ''اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے [پیغام] پہنچا دیا ہے'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری دفعہ یہی بات دہرائی اور [ساتھ ہی یہ بھی] فرمایا: ''اِعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ، وَإِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُجْلِیَکُمْ۔ فَمَنْ وَجَدَ مِنْکُمْ بِمَالِہٖ شَیْئًا فَلْیَبِعْہُ، وَإِلَّا فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا الْاَرْضُ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔][1]'' جان لو کہ بے شک زمین اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اور بلاشبہ میں تمہیں [یہاں سے] نکالنے کا ارادہ رکھتا ہوں، سو تم میں سے جس کو اپنی مملوکہ چیزوں کے بدلے میں کچھ ملے، وہ اس کو فروخت کرے، وگرنہ جان لو، کہ یقیناً زمین اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے]۔ اس حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی اور اس دعوت کو تین مرتبہ دہرایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے]اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا [کے الفاظ مبارکہ کے ساتھ دعوت دی۔ ان کی شرح میں علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے:

[1] متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الإکراہ، باب فی بیع المکرہ ونحوہ فی الحق وغیرہ، رقم الحدیث ۶۹۴۴، ۱۲/۳۱۷؛ و صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب إجلاء الیھود من الحجاز، رقم الحدیث ۶۱۔ (۱۷۶۵)، ۳/۱۳۸۷۔ الفاظِ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

''اُدْخُلُوْا فِی الْاِسْلَامِ طَائِعِیْنَ تَسْلَمُوْا مِنَ الْقَتْلِ وَالسِّبَائِ مَاْجُوْرِیْنَ۔][1]'' خوشی خوشی اسلام میں داخل ہو جاؤ، قتل اور قید سے بچنے کے ساتھ ساتھ اجر و ثواب پاؤ گے]۔

حدیث سے معلوم ہونے والی دیگر دو باتیں:

۱ :دعوت دین صرف مسجد کی چار دیواری میں محدود نہیں۔ مسجد سے نکل کر لوگوں کے گھروں میں جاکر دعوت دینا بھی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت شدہ طریقہ ہے۔ ۲ :دعوت کے لیے اجتماعی طور پر نکلنا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہمراہ حضرات صحابہ کو بھی چلنے کا حکم دیا۔

ج: خیبر کے یہودیوں کو لڑائی سے پہلے دعوتِ اسلام:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیتے ہوئے فرمایا:" اُنْفُذْ عَلٰی رِسْلِکَ حَتّٰی تَنْزِلَ بِسَاحَتِہِمْ، ثُمَّ ادْعُہُمْ إِلَی الْإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْھُمْ بِمَا یَجِبُ عَلَیْہِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰہِ فِیْہِ۔ فَوَاللّٰہِ لَأَنْ یَھْدِیَ اللّٰہُ بِکَ رَجُلًا وَاحِدًا خَیْرٌ لَکَ مِنْ أَنْ یَکُوْنَ لَکَ حُمْرُ النَّعَمِ۔"[2] "سیدھے جاؤ، یہاں تک کہ ان کے صحن میں [یعنی ان کے ہاں] پہنچ

[1] المفہم ۷/۵۸۷۔۳۔ [2] متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، جزء من رقم الحدیث ۴۲۱۰؛ ۷/۴۶۶؛ وصحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ، جزء من رقم الحدیث ۳۴۔ (۲۴۰۶)، ۴/۱۸۷۲۔

جاؤ، پھر انہیں اسلام کی دعوت دینا اور اسلام کے مطابق ان کے ذمہ اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں، ان سے انہیں آگاہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تمہاری وساطت سے ایک شخص کو ہدایت دے دیں، تو وہ بلاشبہ تمہارے لیے سرخ رنگ کے اونٹوں سے بہتر ہے۔" اس حدیث شریف میں یہ بات واضح ہے، کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کا حکم دیا، کہ وہ خیبر کے یہودیوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔

حدیث سے معلوم ہونے والی دیگر پانچ باتیں:

۱ :دعوتِ دین کے لیے ساتھیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ تنہا ایک شخص کے لیے دعوت کے تقاضوں کو پورا کرنا بہت دشوار ہے۔

۲ :اسلام میں لڑائی سے پہلے دعوتِ اسلام ہے۔

۳ : دعوتِ دین کی شان وعظمت کس قدر بلند ہے، کہ کسی کے ہاتھ پر ایک شخص کا مسلمان ہونا سرخ اونٹوں سے، جو کہ اس وقت عربوں کا ایک بہترین مال تھا، بہتر ہے۔ امام بخاری نے کتاب الجہاد میں اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے۔[بَابُ فَضْلُ مَنْ أَسْلَمَ عَلٰی یَدَیْہِ شَخْصٌ[1]

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت دین :۴[اس آدمی کی فضیلت کے متعلق باب، جس کے ہاتھوں پر کوئی شخص مسلمان ہو] کے ثواب کے بیان کی خاطر مثال پیش فرمانا، کہ اس سے سامع کے لیے بات خوب واضح ہو جاتی ہے۔

:۵ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مثال کا انتخاب فرماتے وقت سامع کے حالات کو پیش نظر رکھنا۔

[1] صحیح البخاری ۶/۱۴۴۔

د: تیماء [1] کے یہودی عالم کے نام دعوتِ اسلام کی خاطر گرامی نامہ:

امام ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ یقینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیماء کے یہودی عالم کے نام گرامی نامہ ارسال فرمایا... الحدیث[2] امام ابن حبان نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے[: ذِكْرُ كَتْبَةِ النَّبِيِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إِلَىٰ حِبْرِ تَيْمَاءَ][3] [نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تیماء کے یہودی عالم کو لکھنے کا ذکر] گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو دعوت اسلام دینے کا بہت اہتمام فرمایا۔ اسی غرض کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے گھر بلایا، اپنے صحابہ کے ہمراہ ان کے سردار کے گھر تشریف لے گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہود خیبر کی طرف دعوت اسلام کے ساتھ آغاز کرنے کے حکم کے ساتھ روانہ فرمایا اور اسی بات کی خاطر تیماء کے یہودی عالم کی طرف اپنا گرامی نامہ ارسال فرمایا۔ فصلوات ربی سلامہ علیہ ۔)

۳ (نصاریٰ کو دعوتِ اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ کو بھی دعوتِ اسلام دینے کی طرف خصوصی توجہ

) [1] تیماء): شام کا ایک مضافاتی قصبہ، جو کہ شام اور دمشق سے آنے والے حجاج کے راستے میں، شام اور وادی قری کے درمیان واقع ہے۔ وہاں یہود رہائش پذیر تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب یہودیوں کو جزیرہ عرب سے جلاوطن کیا، تو انہیں بھی جلاوطن کر دیا۔ (ملاحظہ ہو: معجم البلدان، ۲/۷۸، ۶۷ ۳؛ ۲۷ ۲)؛ شیخ شعیب ارناؤط لکھتے ہیں۔ یہ قصبہ مدینہ منورہ کی شمالی جانب تبوک سے ۱۵۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ (ملاحظہ ہو: ھامش الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ۱۴/۴۹۷)۔ [2] الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، جزء من رقم الحدیث ۶۵۵۶، ۱۴/۴۹۷۔ شیخ ارناؤط نے اس کی [سند کو بخاری کی شرط] پر قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ھامش الإحسان ۱۴/۴۹۷۔) [3] المرجع السابق ۱۴/۴۹۷۔

فرمائی۔ اس کے متعلق ذیل میں تین شواہد ملاحظہ فرمایئے:

ا: عدی بن حاتم کو دعوتِ اسلام:

امام احمد نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: "جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، تو میں ان سے دور بھاگا، یہاں تک کہ میں رومی سلطنت سے متصل اسلامی علاقے کے آخری حصے میں پہنچ گیا۔" انہوں نے بیان کیا: "میں نے اس جگہ کو (بھی) ناپسند کیا، جہاں میں پہنچا تھا، یہاں تک کہ میری اس کے لیے ناپسندیدگی اس جگہ سے [بھی] زیادہ ہو گئی، جہاں سے میں آیا تھا۔" انہوں نے بیان کیا: "میں نے [اپنے آپ سے] کہا: "میں اس شخص [یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم] کے پاس ضرور جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر وہ سچا ہوا، تو میں [اس کی بات] کو ضرور سنوں گا، اور اگر وہ معاذ اللہ جھوٹا ہوا، تو مجھے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔" انہوں نے بیان کیا: "میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو لوگوں نے مجھے سر اٹھا کر دیکھا، اور کہنے لگے: "عدی بن حاتم، عدی بن حاتم" راوی نے کہا[1]: میرا گمان ہے، کہ انہوں نے تین مرتبہ کہا۔[2]

انہوں نے بیان کیا: "انہوں... یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم... نے مجھ سے فرمایا:

[1] یہ کہنے والے عدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے شخص ابن حذیفہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [2] یعنی عدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ لوگوں نے تین مرتبہ [عدی بن حاتم] کہا۔

"یاعَدِیُّ بْنَ حَاتِمٍ ! أَسْلِمْ تَسْلَمْ۔["اے عدی بن حاتم ! مسلمان ہو جاؤ، بچ جاؤ گے[انہوں نے بیان کیا: میں نے جواب دیا"إِنِّیْ مِنْ أَھْلِ دِیْنٍ۔"" بلاشبہ میں تو اہل دین میں سے ہوں۔" [یعنی میرا اپنا مستقل مذہب ہے، جس کا میں پیروکار ہوں[انہوں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے فرمایا:"یاعَدِیَّ بْنَ حَاتِمٍ ! أَسْلِمْ تَسْلَمْ۔["اے عدی بن حاتم ! مسلمان ہو جاؤ، بچ جاؤ گے[انہوں نے بیان کیا: "میں نے کہا: " بلاشبہ میں تو اہل دین میں سے ہوں۔"انہوں۔ [یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔] نے وہی بات تین مرتبہ فرمائی[: پھر] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :أَنَا أَعْلَمُ بِدِیْنِکَ مِنْکَ۔["میں تمہارے دین کو تم سے زیادہ جانتا ہوں]۔انہوں نے بیان کیا: میں نے کہا" :أَنْتَ أَعْلَمُ بِدِیْنِیْ مِنِّیْ؟""آپ میرے دین کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں؟"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :نَعَمْ۔["ہاں[آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :أَلَیْسَ تَرْأَسُ قَوْمَکَ؟["کیا تم اپنی قوم کے سردار نہیں؟["انہوں نے بیان کیا: میں نے کہا" :بَلٰی["کیوں نہیں[

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا":فَإِنَّہٗ لَا یَحِلُّ فِیْ دِیْنِکَ الْمِرْبَاعُ۔["پس بلاشک تمہارے دین میں سرداری کی بناپر لوگوں کے مال کا چوتھا حصہ لیناحلال نہیں["انہوں نے بیان کیا: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا":إِنِّیْ قَدْ أَرٰی أَنَّ مِمَّا یَمْنَعُکَ خَصَاصَۃٌ تَرَاھَا بِمَنْ حَوْلِیْ، وَأَنَّ النَّاسَ عَلَیْنَا أَلْبٌ وَاحِدٌ۔ ھَلْ تَعْلَمُ مَکَانَ الْحِیْرَۃِ؟"" بلاشبہ میں دیکھ رہا ہوں، کہ [اسلام قبول کرنے سے] تمہیں روکنے والی باتوں میں سے میرے گردوپیش کے لوگوں کا فقر وافلاس اور لوگوں کا ہماری دشمنی پر ایکا ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے، کہ حیرہ کہاں ہے؟انہوں نے بیان کیا: "میں نے کہا" :قَدْ سَمِعْتُ بِھَا، وَلَمْ آتِھَا۔["یقینا میں نے اس کا [ذکر] سنا ہے، لیکن وہاں گیا نہیں]۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا":لَتُوْشِکَنَّ الظَّعِیْنَۃُ أَنْ تَخْرُجَ مِنْھَا بِغَیْرِ جِوَارٍ حَتّٰی تَطُوْفَ بِالْکَعْبَۃِ، وَلَتُوْشِکَنَّ کُنُوْزُ کِسْرٰی بْنِ ھُرْمُزَ أَنْ تُفْتَحَ۔" "قریب ہے، کہ ہودج سوار عورت تنہا وہاں سے روانہ ہو، یہاں تک کہ کعبہ کا طواف کرے، اور قریب ہے کہ کسری بن ہرمز کے خزانے فتح کئے جائیں۔"انہوں نے بیان کیا: "میں نے کہا: "کسری بن ہرمز کے۔"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: ہاں، کسری بن ہرمز کے۔"(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا]: "ایسا عنقریب ضرور ہو گا، کہ (آدمی) چاہے گا، کہ کوئی اس سے اس کا مال بطور صدقہ قبول کرے، لیکن اس کو کوئی [صدقہ لینے والا] میسر نہ آئے۔"

انہوں نے بیان کیا: "یقینا میں دونوں باتیں دیکھ چکا ہوں: بلاشبہ میں نے ہودج سوار عورت کو حیرہ سے تنہا نکلتے ہوئے دیکھا، یہاں تک کہ اس نے کعبہ کا طواف کیا، اور میں ان گھوڑ سواروں میں شامل تھا، جنہوں نے مدائن پر حملہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی قسم! یقینا تیسری بات بھی ضرور ہو گی۔ بلاشبہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے بیان فرمائی۔[1]"عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک دوسری روایت میں ہے، کہ ان کی پھوپھی نے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا، تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا":یاعَدِیَّ بْنَ حَاتِمٍ ! مَا أَفَرَّکَ أَنْ تَقُوْلَ: "لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ؟ فَھَلْ مِنْ إِلٰہٍ إِلَّا اللّٰہُ مَا أَفَرَّکَ أَنْ تَقُوْلَ: "اَللّٰہُ أَکْبَرُ؟ فَھَلْ مِنْ شَیْئٍ أَکْبَرُ مِنَ اللّٰہِ؟"["اے عدی بن حاتم ! تمہیں[لا الہ الا اللہ [کہنے سے کون سی چیز بدکنے پر اکسارہی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود ہے؟ تمہیں کون سی چیز [اللہ اکبر] کہنے سے روک رہی ہے؟ کیا کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے بڑی ہے؟["انہوں نے بیان کیا":فَأَسْلَمْتُ، وَرَأَیْتُ وَجْہَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَدِ اسْتَبْشَرَ۔"

"میں نے اسلام قبول کرلیااور میں نے دیکھا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کھل اٹھا۔"

[1]ملاحظہ ہو: المسند، جزء من رقم الحدیث ۱۹۳۷۸، ۳۲/۱۱۹۔ ۱۲۲۔ شیخ شعیب ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے لکھا ہے: "اس کا کچھ حصہ صحیح ہے اور یہ [سند حسن] ہے۔" (ھامش المسند ۳۲/۱۲۲)۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"إِنَّ (الْمَغْضُوبَ عَلَيْهِمْ) اَلْيَهُودُ، وَ(الضَّالِّيْنَ) النَّصَارٰی۔" یقینا [جن پر غضب ہوا] وہ یہود ہیں، اور [گم راہ] نصاریٰ ہیں۔[1] پہلی روایت میں ہم دیکھتے ہیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ عدی رضی اللہ عنہ کو جو کہ نصرانی تھے، دعوت اسلام دی۔ دوسری روایت میں ہم دیکھتے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی رضی اللہ عنہ کو انتہائی حکمت سے اس بات کا قائل کیا، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بڑے ہیں۔ توفیق الٰہی سے اس کا ثمرہ عدی بن حاتم کا دائرہ اسلام میں داخل ہونا تھا۔ رضی اللہ عنہ وأرضاہ وصلوات ربی وسلامہ علی نبینا الکریم۔

واقعہ سے معلوم ہونے والی دیگر چار باتیں:

۱: جس کو دعوت دی جارہی ہو، اس کے دین کا علم، داعی کی گفتگو میں توفیق الٰہی سے قوت کا سبب بنتا ہے۔

۲: مخاطب کی اپنے ہی دین کی خلاف ورزی کی نشان دہی، اس کے زور کو توڑنے اور حق کو ثابت کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔

[1]المسند، جزء من رقم الحدیث ۱۹۳۸۱، ۳۲/۱۲۴؛ وجامع الترمذی، أبواب تفسیر القرآن، ومن سورۃ الفاتحۃ، جزء من رقم الحدیث ۳۱۲۹، ۸/۲۳۱؛ والإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب إخبارہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن مناقب الصحابۃ، ذکر عدی بن حاتم الطائی رضی اللّٰہ عنہ، جزء من رقم الحدیث ۷۲۰۶، ۱۶/۱۸۴؛ الفاظ حدیث صحیح ابن حبان کے ہیں۔ حافظ ہیثمی نے المسند کی روایت کے متعلق لکھا ہے: اس کو احمد نے روایت کیا ہے، اور عباد بن حبیش کے علاوہ اس کے راویان صحیح کے روایت کرنے والے ہیں، اور وہ [بھی] ثقہ ہیں۔" (مجمع الزوائد ۵/۳۳۵)؛ نیز ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۶/۲۰۸)؛ اور امام ترمذی اور شیخ البانی نے اس کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۸/۲۳۲؛ وصحیح سنن الترمذی ۳/۲۰)۔

۳: مخاطب کی نفسیات سمجھنا اور اس کے مطابق گفتگو کرنا ایک کامیاب داعی کے لیے بہت ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبولِ اسلام کی راہ میں عدی بن حاتم کی نفسیاتی رکاوٹ مسلمانوں کی خستہ حالی کو سمجھا، اور اس کا ازالہ یہ بیان فرما کر کیا، کہ مستقبل اسلام کا ہے۔

۴: لوگوں کے قبولِ اسلام کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اطہر میں شدید تڑپ تھی اور ان کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے پناہ خوشی ہوتی تھی۔ عدی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کھل اٹھا۔

ب: ہرقل کو دعوتِ اسلام:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں کے قائد ہرقل کو دعوتِ اسلام کی غرض سے گرامی نامہ ارسال فرمایا۔ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو مکتوب گرامی ارسال فرمایا۔[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی نامہ کا متن صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ یقینا ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے

انہیں خود خبر دی۔انہوں [ابوسفیان رضی اللہ عنہ] نے بیان کیا: "پھر اس [ہرقل] نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب منگوا کر پڑھا۔اس میں تھا: "بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ مِنْ مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رَسُولِ اللّٰہِ إِلٰی هِرَقْلَ عَظِیْمِ الرُّوْمِ۔ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّیْ أَدْعُوْکَ بِدِعَایَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ، وَأَسْلِمْ یُؤْتِکَ

[1] ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب هل یرشد المسلم اهل الکتاب أو یعلّمهم الکتاب، جزء من رقم الحدیث ۲۹۳۶، ۶/۱۰۷۔

اللّٰہُ أَجْرَکَ مَرَّتَیْنِ، وَإِنْ تَوَلَّیْتَ فَإِنَّ عَلَیْکَ إِثْمَ الْأَرِیْسِیِّیْنَ وَ {قُلْ یٰٓأَهْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا إِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِهٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ}[1]"[2] شروع کرتا ہوں) اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ جو نہایت رحم کرنے والے بہت مہربان ہیں ۔

محمد رسول اللہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کی جانب سے رومیوں کے قائد ہرقل کے نام۔ ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلام۔ امابعد بلاشبہ میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کرلو، بچ جاؤ گے۔ مسلمان ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں دہرا اجر دے گا۔ اور اگر تم نے اعراض کیا، تو تمہارے ذمہ کسانوں کا گناہ (بھی) ہوگا)۔ اور (اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے، کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ان کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب نہ بنائے۔ پس وہ اگر پھر جائیں، تو کہہ دیجیئے گواہ رہو بے شک ہم فرماں بردار ہیں)۔" اس حدیث شریف میں ہم دیکھتے ہیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام قبول کرنے

[1] سورۃ آل عمران/ الآیة ۶۴۔ [2] متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، جزء من رقم الحدیث ۷، ۱/۳۲؛ و صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، جزء من رقم الحدیث ۷۴۔ (۱۷۷۳)، ۳/۱۳۹۳۔۱۳۹۶۔ الفاظِ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

کے ثمرات بیان فرما کر ہرقل کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی ترغیب دی۔ حدیث کی شرح میں علامہ قرطبیؒ نے تحریر کیا ہے: "یَعْنِیْ تَدْخُلُ فِیْ دِیْنِ الْإِسْلَامِ تَسْلَمْ فِی الدُّنْیَا مِنَ الْخِزْیِ، وَفِی الْآخِرَةِ مِنَ الْعَذَابِ۔"[1] یعنی دین اسلام میں داخل ہو جاؤ، دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب سے محفوظ ہو جاؤ گے]۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام سے منہ موڑنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: [پس اگر تم نے (دعوت اسلام سے) منہ موڑا، تو تمہارے ذمہ کسانوں کا گناہ (بھی) ہے] اور اس سے مراد یہ ہے، کہ اگر تم نے دعوتِ اسلام کے قبول کرنے سے اعراض کیا، تو تم پر تمہاری پیروکار رعیت کا بھی گناہ ہوگا، جو کہ تمہارے اطاعت قبول کرنے پر (ہی) اطاعت کرتے ہیں۔[2] صحیح بخاری میں ایک مقام پر امام بخاری نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے: بَابُ دَعْوَةِ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی، وَعَلٰی مَا یُقَاتَلُوْنَ عَلَیْهِ، وَمَا کَتَبَ النَّبِیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إِلٰی کِسْرٰی وَقَیْصَرَ، وَالدَّعْوَةِ قَبْلَ الْقِتَالِ[3]

یہود و نصاریٰ کو دعوت دینے اور ان سے لڑائی کی جانے والی بات کے متعلق باب، نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایران اور روم کے بادشاہوں کو خطوط

[1] المفہم ۳/۶۰۸۔[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۳/۶۰۹۔[3] صحیح البخاری، کتاب الجہاد، ۶/۱۰۸۔

لکھنااور لڑائی سے پہلے دعوتِ (اسلام) دینا[ایک دوسرے مقام پر حضرت امام رحمہ اللہ نے درج ذیل عنوان لکھا ہے]: بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إِلَی الْإِسْلَامِ وَالنُّبُوَّةِ، وَأَنْ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ[1] [نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے (غیر مسلموں کو) اسلام، نبوت اور اس بات کی دعوت دینے کے متعلق باب، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سواایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں]۔

واقعہ سے معلوم ہونے والی دیگر چار باتیں:

۱: دعوت دین دیتے ہوئے مخاطب کے احترام کو شرعی حدود میں رہتے ہوئے ملحوظ رکھنا۔آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو [عظیم الروم] [رومیوں کا قائد] کے لقب سے مخاطب کیا۔

۲: دعوت دیتے ہوئے اختصار کا اہتمام کرنا۔

۳: دعوتِ دین میں قرآنی آیات سے استفادہ کرنا۔

۴: دعوتِ دین کے لیے [ذریعہ تحریر] سے استفادہ کرنا۔امام نووی نے مسلم شریف کی حدیث پر درج ذیل عنوان لکھا ہے]: بَابُ کِتَابِ النَّبِيِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إِلٰی هِرَقْلَ یَدْعُوْهُ إِلَی الْإِسْلَامِ[2]

[نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرقل کو دعوتِ اسلام دینے کی خاطر مکتوب ارسال کرنے کے متعلق باب

[1] صحیح البخاری، کتاب الجہاد، ۶/۴۰۹۔[2] صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، ۳/۱۳۹۳۔

ج: اکیدر [1]دومہ [2] کو دعوتِ اسلام:

امام ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے": أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کَتَبَ إِلٰی کِسْرٰی وَقَیْصَرَ وَأُکَیْدَرَ دُوْمَةَ یَدْعُوْهُمْ إِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی ۔"

"بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت إلی اللہ تعالیٰ کی غرض سے کسری ، قیصر اور اکیدر دومہ کو خطوط ارسال فرمائے۔[3]"

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے، کہ اکیدر دومہ ان لوگوں میں سے تھا، جن کے نام آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ دین کی خاطر گرامی نامے ارسال فرمائے اور اکیدر... جیسا کہ امام نووی نے تحریر کیا ہے... نصرانی تھا۔علاوہ ازیں... امام مسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث کے مطابق... اکیدر نے آنخضرت کو ریشمی کپڑا بطور تحفہ ارسال کیا تھا۔[4]

) [1]اُکیدَر): ہمزہ کی پیش اور کاف کی زبر کے ساتھ اور وہ نصرانی تھا۔ (ملاحظہ ہو: شرح النووی ۱۴/۵۰)۔ [2] (دُومۃ): دال کی پیش اور زبر کے ساتھ، دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ مدینہ طیبہ سے تیرہ مراحل، دمشق سے قریباً دس مراحل اور کوفہ سے بھی کم و بیش اتنے ہی فاصلہ پر واقع ایک جگہ۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۴/۵۰)؛ نیز ملاحظہ ہو: معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع، "دومۃ"، ۲/۵۶۳۔۵۶۵۔ [3] الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، باب کتب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، رقم الحدیث ۶۵۵۳، ۱۴/۴۹۱۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی [سند کو صحیح مسلم کی شرط] پر قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ھامش الإحسان ۱۴/۴۹۱)۔ [4] ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم إناء الذھب والفضۃ علی الرجال والنساء، وخاتم الذھب والحریر علی الرجل، رقم الحدیث ۱۸۔ (۲۰۷۱)، ۳/۱۶۴۵۔

۴ (یہود و نصاریٰ کو دعوتِ اسلام)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور انہیں اس بات کا حکم دیا، کہ وہ وہاں موجود یہود و نصاریٰ کو توحید و رسالت کے اقرار اور پھر اسلامی شریعت کے احکام کی پابندی کرنے کی دعوت دیں۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجتے وقت فرمایا: "إِنَّکَ سَتَأْتِیْ قَوْمًا مِنْ أَھْلِ کِتَابٍ، فَإِذَا جِئْتَھُمْ فَادْعُھُمْ إِلٰی أَنْ یَشْھَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا۔ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ فَإِنْ ھُمْ أَطَاعُوْا لَکَ بِذٰلِکَ فَأَخْبِرْھُمْ أَنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْھِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ۔ فَإِنْ ھُمْ أَطَاعُوْا لَکَ بِذٰلِکَ فَأَخْبِرْھُمْ أَنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَۃً، تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِیَائِھِمْ، وَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِھِمْ...الحدیث"[1] بے شک تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو، جو اہل کتاب ہیں، اس لیے جب تم ان کے ہاں پہنچو، تو انہیں دعوت دو، کہ وہ گواہی دیں، کہ

[1] متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب أخذ الصدقۃ من الأغنیاء وتُرَدُّ فی الفقراء حیث کانوا، جزء من رقم الحدیث ۱۴۹۶، ۳/۳۵۷؛ وصحیح مسلم، کتاب الإیمان، جزء من رقم الحدیث ۲۹۔ (۱۹)، ۱/۵۰۔ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پس اگر وہ تمہاری اس بات کو مان لیں، تو انہیں بتلانا، کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دن رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پس اگر وہ تمہاری اس بات کو (بھی) مان لیں، تو انہیں خبر دینا، کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوۃ (کی ادائیگی) فرض کی ہے، وہ ان کے مال داروں سے لی جائے گی اور ان کے غریبوں پر خرچ کی جائے گی۔ الحدیثحدیث شریف میں مذکور] أَھْلِ کِتَابِ [سے مراد... جیسا کہ علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے [1]...یہود و نصاریٰ ہیں اور ان کی یمن میں تعداد مشرکین عرب سے زیادہ تھی۔

حدیث سے معلوم ہونے والی دیگر تین باتیں:

ا: دعوتِ دین کے لیے مبلغ ارسال کرنا۔

۲: داعی کے لیے اپنے مخاطبین کے متعلق ضروری معلومات کا جاننا۔ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے مخاطبین کے متعلق معلومات مہیا فرمائیں۔ علامہ قرطبی شرح حدیث میں لکھتے ہیں، کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے [اہل کتاب] کا خصوصی طور پر معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے اس لیے ذکر فرمایا، کیونکہ وہ مشرکین عرب کے برعکس اہل علم تھے اور

تا کہ وہ ان کے ساتھ مجادلہ و مناظرہ کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو جائیں اور ان کی تسلی و اطمینان کے لیے دلائل و شواہد کو قبل از وقت ترتیب دے لیں۔[2]

۳: دعوتِ دین کی اساس توحید و رسالت کی دعوت دینا ہے اور اسی سے دعوت کا آغاز ہو گا اور اس کے بعد نماز و زکوۃ کی دعوت دینا ہے۔ امام نووی نے اس

---

[1] ملاحظہ ہو: المفہم ۱/۱۸۱۔ [2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/۱۸۱۔

حدیث پر درج بالا عنوان تحریر کیا ہے[: بَابُ الدُّعَاءِ إِلَی الشَّهَادَتَیْنِ وَشَرَائِعِ الْإِسْلَامِ][1] [توحید و رسالت کی گواہی اور اسلامی شریعت کی پابندی کی دعوت دینے کے متعلق باب

۵ (منافقوں کو دعوتِ دین)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کو بھی دعوت دین دیا کرتے تھے۔ اس بارے میں ذیل میں دو مثالیں ملاحظہ فرمائیے.

ا: عبداللہ بن اُبی کے ہاں تشریف لے جانا:

امام بخاری اور امام مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ انہوں نے بیان کیا: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: اگر آپ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جاتے (تو بہتر ہوتا)۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہو کر اس کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلمان (بھی) پیدل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ (جہاں سے وہ گزر رہے تھے) وہ شور زمین تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس پہنچے، تو وہ کہنے لگا: "مجھ سے دور رہیے، بے شک آپ کے گدھے کی بُو نے مجھے اذیت پہنچائی ہے۔" اس پر ان میں سے ایک انصاری شخص نے کہا: "اللہ تعالیٰ کی قسم! یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گدھا تجھ سے زیادہ خوشبودار ہے۔"

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان ۱۰/۵۰۔

عبداللہ (ابن ابی) کی طرف سے اس کی قوم کا ایک شخص (یہ بات سن کر) غصہ میں آ گیا اور ان دونوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔ پھر دونوں طرف سے دونوں کے حمایتی مشتعل ہو گئے اور چھڑی، ہاتھا پائی اور جوتے تک نوبت پہنچ گئی۔ ہمیں معلوم ہوا ہے، کہ یقیناً (اس موقعہ پر) یہ آیت نازل ہوئی}: وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا[2] {[1] اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں، تو ان میں صلح کرا دو[امام نووی نے صحیح مسلم کی روایت پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے]: بَابٌ فِي دُعَاءِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَصَبْرِهِ عَلَى أَذَى الْمُنَافِقِينَ][3] [نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت (دین) دینے اور منافقوں کی اذیت پر صبر کرنے کے متعلق باب[

حدیث سے معلوم ہونے والی دیگر تین باتیں:

۱: دعوتِ دین کے لیے مخاطب کے ہاں داعی کا خود جانا۔

۲: دعوتِ دین کی غرض سے اجتماعی طور پر جانا۔

۳: مخاطب کی طرف سے بدسلوکی کا معاملہ پیش آنے کے لیے داعی کا ذہنی طور پر قبل از وقت تیار رہنا۔

---

[1] سورۃ الحجرات / جزء من الآیۃ ۹۔ [2] متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب ما جاء فی الإصلاح بین الناس، رقم الحدیث ۲۶۹۱، ۵/۲۹۷؛ و صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، رقم الحدیث ۱۷۔ (۱۷۹۹)، ۳/۱۴۲۴۔ الفاظِ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔ [3] صحیح مسلم ۳/۱۴۲۴۔

ب: منافقوں کو اہل اسلام کو اذیت دینے سے منع کرنا:

امام ترمذی اور امام ابن حبان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور بلند آواز سے بلاتے ہوئے فرمایا: ''یَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بِلِسَانِہٖ وَلَمْ یُفْضِ الْإِیْمَانُ إِلٰی قَلْبِہٖ! لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِیْنَ، وَلَا تُعَیِّرُوْھُمْ، وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِہِمْ، فَإِنَّہٗ مَنْ یَّتَّبِعْ عَوْرَۃَ أَخِیْہِ الْمُسْلِمِ تَتَبَّعَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ۔ وَمَنْ یَّتَّبِعِ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ یَفْضَحْہُ، وَلَوْ فِیْ جَوْفِ رَحْلِہٖ۔[1]''

اے وہ لوگو جو اپنی زبان کے ساتھ مسلمان ہوئے اور ایمان ان کے دل تک نہیں پہنچا! مسلمانوں کو اذیت نہ دو اور نہ ان پر طعن زنی کرو اور نہ (ہی) ان کے عیوب ڈھونڈنے کے درپے رہو، کیونکہ بے شک جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی کوتاہی کی ٹوہ میں رہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی خامی تلاش کرتے ہیں اور جس کی خامی اللہ تعالیٰ تلاش کریں، تو وہ اس کو رسوا کر دیتے ہیں، اگرچہ وہ اپنے گھر کے درمیان میں (لوگوں سے چھپا ہوا بھی) ہو۔'' اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کو خطاب کر کے انہیں

---

[1] جامع الترمذی، أبواب البر والصلۃ، رقم الحدیث ۲۱۰۱، ۶/۱۵۲؛ والإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الحظر والإباحۃ، باب الغیبۃ، ذکر الزجر عن طلب عثرات المسلمین وتعییرھم، رقم الحدیث ۵۷۶۳، ۱۳/۷۵۔۷۶۔ امام ترمذی نے اس کو [حسن غریب] اور شیخ البانی نے [حسن صحیح] قرار دیا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے ابن حبان کی [سند کو قوی] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۶/۱۵۳؛ و صحیح الترغیب والترھیب ۲/۵۸۸؛ وھامش الإحسان ۱۳/۷۶)۔

اہل اسلام کو اذیت دینے، ان پر طعن زنی کرنے اور ان کی خامیوں کی ٹوہ میں رہنے سے منع فرمایا۔ علامہ طیبیؒ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارکہ [لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِیْنَ] اس بات پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتے ہیں، کہ اسلام (دل کی) تصدیق اور اعمال صالحہ دونوں کے مجموعہ کا نام ہے، تو گویا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے وہ لوگو جن کے پاس (دلی) تصدیق کے بغیر (صرف زبان سے) اسلام (کا دعویٰ) ہے! ان لوگوں کو اذیت نہ دو، جنہوں نے ان دونوں چیزوں کو اپنے پاس جمع کیا ہے۔''

ایک سوال اور اس کا جواب:

اس مقام پر شاید کوئی یہ سوال کرے، کہ منافق کو یہ کس طرح کہا گیا ہے، کہ [وہ اپنے مسلمان بھائی کے عیب ڈھونڈنے کے درپے نہ رہے] حالانکہ منافق تو مسلمان کا بھائی ہوتا ہی نہیں؟ علامہ طیبیؒ نے اس سوال کو خود ہی ذکر کر کے اس کا جواب دیا ہے۔

چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں: "اگر تم کہو: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان [اپنے مسلمان بھائی کا عیب...] میں [اپنے بھائی] کے الفاظ کہنے میں کیا حکمت ہے، کیونکہ گفتگو تو منافقوں کے ساتھ ہو رہی ہے اور وہ مسلمانوں کے بھائی نہیں ہیں؟" میں کہتا ہوں: یہ الفاظ [جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کے عیوب کی ٹوہ میں رہتا ہے] سابقہ گفتگو کا تتمہ اور ان میں زور پیدا کرنے کے لیے ہے۔ گویا کہ یوں کہا گیا ہے:

[1] شرح الطیبی ۱۰/۳۲۱۶۔

اگر کوئی مسلمان بھی اپنے مسلمان بھائی کے عیوب ڈھونڈنے کے درپے رہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو تلاش کر کے، اس کو رسوا کر دیں گے، اگرچہ وہ اپنے گھر کے درمیان میں (لوگوں سے چھپا ہوا بھی) ہو اور جب اللہ تعالیٰ یہ سزا مسلمان کو دیتے ہیں، تو پھر اس شخص کو اس جرم کی کس قدر سنگین سزا ملے گی، جو پہلے ہی سے منافق ہو۔[1]" گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کو بھی دعوتِ دین دی۔

۲ (اہل اسلام، مشرکوں، یہودیوں اور منافقوں کو دعوت)

مشرکوں، یہودیوں اور منافقوں کو جدا جدا دعوتِ دین دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب اقسام کے لوگوں کو مسلمانوں سمیت ایک ہی مقام پر دعوتِ دین دی۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عروہ سے روایت نقل کی ہے، کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی، کہ: "بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے، اس پر ایک پالان تھی اور اس کے نیچے فدک (شہر) کی بنی ہوئی چادر تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے اسامہ رضی اللہ عنہ کو بٹھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو حارث بن خزرج کے محلّہ میں سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کی عیادت کی غرض سے تشریف لے جا رہے تھے۔ یہ واقعہ غزوہ بدر سے پہلے کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک مجلس کے پاس سے ہوا، جس میں مسلمان، بتوں کے پجاری مشرک اور یہود سب ملے جلے لوگ تھے۔ انہی لوگوں میں عبداللہ بن ابی اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب سواری کی وجہ سے اٹھنے والی گرد مجلس میں پہنچی، تو عبداللہ بن ابی نے

[1] شرح الطیبی ۱۰/۳۲۱۶۔

اپنی چادر سے اپنی ناک ڈھانپ لی، پھر کہنے لگا: "گرد نہ اڑاؤ۔" "فَسَلَّمَ عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم، ثُمَّ وَقَفَ، فَنَزَلَ، فَدَعَاهُمْ إِلَى اللّٰهِ، وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو سلام کہا، پھر رک کر (سواری) سے نیچے اترے، پھر ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور انہیں قرآن سنایا۔ عبداللہ بن ابی نے کہا: "اے شخص! اس سے اچھا کچھ نہیں۔ اگر تمہاری بات حق ہے، تو تم ہماری مجلسوں میں (آکر) ہمیں تنگ نہ کرو۔ اپنے گھر والوں کی طرف پلٹ جاؤ۔ پس جو ہم میں سے (وہاں) تمہارے پاس آئے اس کو یہ قصہ سنانا۔" عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "آپ ہماری مجلسوں میں تشریف لائیے، کیونکہ

یقیناہم اس کو پسند کرتے ہیں۔" پھر مسلمان، مشرک اور یہود آپس میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے، یہاں تک کہ انہوں نے ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کا قصد کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں خاموش کرواتے رہے، یہاں تک کہ وہ چپ ہو گئے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانور پر سوار ہو کر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے۔[1]"اس حدیث شریف میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مجلس کو دعوت الی اللہ دی اور انہیں قرآن کریم سنایا اور اس مجلس میں اہل اسلام، بت پرست مشرک، یہودی اور منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی موجود تھا۔

---

[1] متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب (وَلَتَسۡمَعُنَّ من الذین اُوتُوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذًی کثیرا)، جزء من رقم الحدیث ۴۵۶۶، ۸/۲۳۰۔۲۳۱؛ و صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب فی دعاء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وصبرہ علی أذی المنافقین، جزء من رقم الحدیث ۱۱۶۔ (۱۷۹۸)، ۳/۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ الفاظِ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

حدیث سے معلوم ہونے والی دیگر دو باتیں:

۱: دعوتِ دین کا دینا کسی جگہ میں محصور نہ ہونا، جہاں بھی موقع میسر ہو، دعوتِ دین دی جائے گی۔

۲: مخاطب لوگوں کی طرف سے بدسلوکی کا سامنا کرنے کے لیے داعی کو ذہنی طور پر قبل از وقت تیار رہنا چاہیے۔)

۷ (مجوسیوں کو دعوتِ دین)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوسیوں کو بھی دعوتِ اسلام دی۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ "یقینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک مکتوب کسری [1] کے نام بھیجا اور انہیں حکم دیا، کہ وہ اسے بحرین کے گورنر کو دے دیں۔ بحرین کے گورنر نے وہ مکتوب کسری کو دیا۔ جب کسری نے اس کو پڑھا، تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ میرا خیال ہے[2]، کہ ابن المسیب نے بیان کیا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان [3] کے لیے بدعا کی، کہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔[4]

) [1] کسری): کاف کی زیر اور زبر دونوں طرح پڑھا جاتا ہے اور یہ ایران کے بادشاہ کا لقب تھا۔ اس کا عربی میں معنی [مظفر] [کامیاب] ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کسری کو گرامی نامہ ارسال فرمایا تھا، وہ کسری پرویز بن ہرمز بن انوشروان تھا۔ (ملاحظہ ہو: عمدۃ القاری ۱۸/۱۵۷)۔ [2] اس بات کے کہنے والے ابن شہاب الزہری ہیں۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۸/۱۲۷) [3] ان سے مراد کسری اور اس کے لشکر ہیں۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۸/۱۲۷)۔ [4] صحیح البخاری، کتاب المغازی، رقم الحدیث ۴۴۲۴، ۸/۱۲۶۔

حدیث سے معلوم ہونے والی تین باتیں:

۱: دعوتِ دین بذریعہ تحریر۔ امام بخاری نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے: بَابُ کِتَابِ النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إِلٰی کِسۡرٰی وَقَیۡصَرَ[1] [

[نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسری و قیصر کے نام چٹھی کے متعلق باب

۲: مخاطب کا دعوتِ دین کے جواب میں برا طرز عمل ۔

۳: بعض اوقات داعی کا لوگوں کے برے سلوک پر بد دعا کرنا۔

۸ (ہر جابر کو دعوتِ اسلام)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مذکورہ بالا لوگوں ہی کے نام دعوتِ دین کے لیے مکاتیب ارسال نہ فرمائے، بلکہ ہر جابر کو اسلام کی دعوت دینے کی غرض سے لکھا۔ امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے: "أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کَتَبَ إِلَی کِسْرَی، وَإِلَی قَيْصَرَ، وَإِلَی النَّجَاشِي، وَإِلَی كُلِّ جَبَّارٍ يَدْعُوهُمْ إِلَی الْإِسْلَامِ، وَلَيْسَ بِالنَّجَاشِيِّ الَّذِي صَلَّى عَلَيْهِ النَّبِيُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔[2]" بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دینے کی خاطر کسری، قیصر، نجاشی اور ہر جابر کی طرف لکھا اور یہ وہ نجاشی نہ تھا، جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی تھی"]۔

---

[1] صحیح البخاری ۸/۱۲۶۔ [2] صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، رقم الحدیث (۱۲۲۳)، ۳/۱۳۹۷۔

امام نووی نے اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے: بَابُ كُتُبِ النَّبِيِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إِلَی مُلُوكِ الْكُفَّارِ يَدْعُوهُمْ إِلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ[1] [نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتِ اسلام کے لیے کافر بادشاہوں کے نام خطوط کے متعلق باب[بعض کتابوں میں ان حکمرانوں اور ان کی طرف مکاتیب لے جانے والے حضرات صحابہ کے نام ذکر کیے گئے ہیں۔ [2] مثال کے طور پر امام ابن سعد نے اپنی کتاب [الطبقات الکبری] میں درج ذیل عنوان لکھا ہے۔: ذِكْرُ بِعْثَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الرُّسُلَ بِكُتُبِهِ إِلَی الْمُلُوكِ يَدْعُوهُمْ إِلَی الْإِسْلَامِ، وَمَا كَتَبَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لِنَاسٍ مِنَ الْعَرَبِ وَغَيْرِهِمْ[3] [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بادشاہوں کے نام دعوتِ اسلام کے لیے خطوط ارسال کرنے کا ذکر اور [اس کا ذکر] جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب اور دیگر لوگوں کو لکھا[امام ابن سعد نے اس عنوان کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب گرامی کا

---

[1] صحیح مسلم ۳/۱۳۹۷۔ [2] ملاحظہ ہو: فتح الباری ۸/۱۲۸؛ وسیرۃ ابن ہشام ۴/۱۸۸؛ وکتاب الأموال لأبی عبید القاسم بن سلام ص ۲۵۔۲۸؛ وتاریخ الطبری ۲/۶۴۴۔۶۴۵؛ وتاریخ الإسلام (المغازی) للذهبی ۵۰۱۔۵۱۲؛ والفصول فی سیرۃ الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم ص ۲۶۱۔۲۶۲؛ والسیرۃ النبویۃ لابن خلدون ص ۱۵۳۔۱۵۸؛ والسیرۃ النبویۃ الصحیحۃ للدکتور العمری ص ۴۵۴۔۴۶۰؛ والسیرۃ النبویۃ فی ضوء المصادر الأصلیۃ ص ۵۱۳۔۵۲۴۔ [3] الطبقات الکبری ۱/۲۵۸۔

ذکر کیا ہے اور ان میں سے بیس سے زیادہ ایسے ہیں، جو بادشاہوں اور دوسرے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے ارسال کئے گئے تھے۔[1]

۹ (اقرباء کو دعوتِ دین)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ دین دیتے ہوئے اپنے قرابت داروں کو نظر انداز نہ کیا، بلکہ ان کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ اس بارے میں سات مثالیں ذیل میں ملاحظہ فرمایئے: **ا: قریش کو دعوتِ دین**

: امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ { وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ[2] } دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قُرَيْشًا فَاجْتَمَعُوا، فَعَمَّ وَخَصَّ۔]" جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ: اور اپنے قریبی رشتہ

داروں کو ڈرایئے)، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو بلایا اور وہ جمع ہوگئے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (دعوت) عامہ [3] اور (دعوتِ) خاصہ [4] دی۔

---

[1] ملاحظہ ہو: الطبقات الکبری ۱/۲۵۸۔۲۹۱؛ نیز ملاحظہ ہو: مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للدکتور محمد حمید اللہ؛ وسفراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم للواء الرکن محمود شیت خطاب۔ [2] سورۃ الشعراء/ الآیۃ ۲۱۴۔ [3] سب جمع ہونے والے لوگوں کو خطاب فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [4] مخصوص لوگوں کو نام لے کر خطاب فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یَابَنِیْ کَعْبِ بْنِ لُؤَیٍّ! اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ۔ یَابَنِیْ مُرَّۃَ بْنِ کَعْبٍ! اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ۔ یَابَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ! اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ۔ یَابَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ! اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ۔ یَابَنِیْ ھَاشِمٍ! اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ۔ یَابَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ۔ یَافَاطِمَۃُ! اَنْقِذِیْ نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ، فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا، غَیْرَ اَنَّ لَکُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّھَا بِبِلَالِھَا۔" [1] "اے بنی کعب بن لوی! اپنی جانوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔ اے بنی مرۃ بن کعب! اپنی جانوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔ اے بنی عبد شمس! اپنی جانوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔ اے بنی عبد مناف! اپنی جانوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔ اے بنی ہاشم! اپنی جانوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔ اے بنی عبد المطلب! اپنی جانوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! اپنی جان کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ کیونکہ بے شک میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارے لیے کچھ بھی کرنے کی قدرت نہیں رکھتا، ہاں تمہارے ساتھ قرابت ہے اور میں صلہ رحمی کرتا رہوں گا۔"

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، جزء من رقم الحدیث ۳۴۸۔ (۲۰۴)، ۱/۱۹۲۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے": یَاعَبَّاسُ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! لَا اُغْنِیْ عَنْکَ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا۔ یَاصَفِیَّۃُ عَمَّۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم! لَا اُغْنِیْ عَنْکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا۔ یَافَاطِمَۃُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ علیہ وسلم! سَلِیْنِیْ مَاشِئْتِ مِنْ مَالِیْ، لَا اُغْنِیْ عَنْکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا۔ [1]"

"اے عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ! میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں آپ کے کچھ بھی کام نہ آسکوں گا۔ اے صفیہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی! میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں آپ کے کچھ بھی کام نہ آسکوں گا۔ اے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے مال میں سے جو چاہو، مجھ سے مانگ لو (لیکن) اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے کسی بھی کام نہ آسکوں گا۔" امام بخاری نے اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے]: بَابُ (وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ [2]

)]اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیے) کے متعلق باب[امام نووی نے صحیح مسلم کی روایت پر درج ذیل عنوان لکھاہے]:بَابٌ فِی قولہ تعالیٰ: {وانذر عشیرتک الاقربین[3]

]اللہ تعالیٰ کے ارشاد (ترجمہ: اور اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیے(

[1] متفق علیہ: صحیح البخاری: کتاب التفسیر، جزء من رقم الحدیث ۴۷۷۱، ۸/۵۰۱؛ وصحیح مسلم، کتاب الایمان، جزء من رقم الحدیث ۳۵۱۔ (۲۰۶)، ۱/۱۹۳۔ [2] صحیح البخاری ۸/۵۰۱۔ [3] صحیح مسلم ۱/۱۹۲۔

کے متعلق باب[امام ابن حبان نے اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے]: بَابُ تَبْلِیْغِهِ الرِّسَالَةَ وَمَا لَقِیَ مِنْ قَوْمِهِ][1] آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو پہنچانے اور اپنی قوم سے جو اذیت پہنچی اس کے متعلق باب[مذکورہ بالا روایتوں میں یہ بات واضح ہے، کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی مختلف شاخوں کو دعوت عام دی اور پھر خصوصی طور پر اپنے چچا حضرت عباس، پھوپھی حضرت صفیہ اور صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کو دعوت دی ۔

ب: بنو عبد المطلب کو دعوتِ دین دینے کی خاطر جمع کرنا:

امام احمد اور امام ضیاء مقدسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:" جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم أَوْ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَفِیْهِمْ رَهْطٌ كُلُّهُمْ یَأْكُلُ الْجَذَعَةَ وَیَشْرَبُ الْفَرَقَ۔"" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد المطلب کو جمع کیا یا انہیں بلایا اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے تھے، کہ ان میں ہر ایک (پورا) جذعہ [2] کھالیتا اور

[1] الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، ۱۴/۴۸۵۔ [2] (جذعۃ): پانچویں سال میں داخل ہونے والے اونٹ، دوسرے سال میں داخل ہونے والی گائے اور بکری اور ایک سال کی بھیڑ کو [جذعۃ] کہتے ہیں اور یہاں جذعہ سے مراد دوسرے سال میں داخل ہونے والی بکری یا ایک سالہ بھیڑ ہے۔ (ملاحظہ ہو: بلوغ الأمانی ۲۰/۲۲۳)۔

فرق([1] پانی) پی لیتا تھا۔"انہوں نے بیان کیا: "آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایک مد [2] کھانا تیار کروایا۔ انہوں نے سیر ہو کر کھایا۔"انہوں نے بیان کیا: "پھر بھی کھانا اسی قدر رہا، جتنا پہلے تھا۔ (ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ) گویا کہ اس کو چھوا ہی نہیں گیا۔ پھر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا پیالہ (پانی) کا منگوایا۔ انہوں نے سیر ہو کر پیا۔ پھر بھی پانی اس قدر باقی رہا، کہ گویا کہ اس کو چھوا ہی نہیں گیا یا انہوں نے پیا ہی نہیں۔ پھر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا": یَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! إِنِّیْ بُعِثْتُ إِلَیْكُمْ خَاصَّةً، وَإِلَی النَّاسِ عَامَّةً، وَقَدْ رَأَیْتُمْ مِنْ هٰذِهِ الْآیَةِ مَا رَأَیْتُمْ، فَأَیُّكُمْ یُبَایِعُنِیْ عَلٰی أَنْ یَكُوْنَ أَخِیْ وَصَاحِبِیْ؟"

"اے بنو عبد المطلب! بے شک مجھے خصوصی طور پر تمہاری طرف اور عمومی طور پر سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اور اس بارے میں تم نشانی دیکھ چکے ہو۔ پس تم میں سے کون میرا بھائی اور ساتھی بننے کے لیے میری بیعت کرتا ہے؟"انہوں نے بیان کیا: "آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کوئی ایک بھی نہ اٹھا۔"انہوں نے بیان کیا: "میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب

اٹھا، اور میں (وہاں موجود) لوگوں میں سے سب سے چھوٹا تھا۔" انہوں نے بیان کیا: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیٹھ جاؤ۔"

) [1]الفرق): اہل حجاز کا ایک پیمانہ جو کہ بارہ مد یا تین صاع کے برابر ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ھامش المسند للشیخ احمد شاکر ۲/۳۵۲) اور صاع کم و بیش اڑھائی کلو کے برابر ہوتا ہے۔ اس طرح الفرق کم و بیش ساڑھے سات کلو ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [2]

(مد): صاع کا ایک چوتھائی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ (اپنی بات) دہرائی۔ میں ہر دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اٹھ کر جاتا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: "بیٹھ جاؤ۔" جب میں تیسری مرتبہ اٹھا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست (مبارک) میرے ہاتھ پر مارا۔[1]"

حدیث سے معلوم ہونے والی تین باتیں:

۱: دعوتِ دین دینے کے لیے لوگوں کو کھانے پر جمع کرنا۔

۲: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے خاندان بنو عبد المطلب کو دعوت دین دینے کا اہتمام فرمانا۔

۳: واضح نشانیاں دیکھنے کے باوجود ضروری نہیں، کہ لوگ دعوتِ حق قبول کرلیں۔

ج: چچا ابوطالب کو دعوتِ دین:

امام بخاری اور امام مسلم نے سعید بن المسیب کے حوالے سے ان کے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے انہیں بتلایا: "جب ابوطالب کی وفات کا وقت آیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے کہا:

[1]المسند، رقم الحدیث ۱۳۷۱، ۲/۳۵۲-۳۵۳۔ (ط: دار المعارف مصر)؛ والأحادیث المختارة، مسند علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث ۴۴۸، ۲/۱۷-۷۲۔ حافظ ہیثمی لکھتے ہیں، کہ اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راویاں [ثقہ] ہیں؛ شیخ احمد شاکر اور شیخ عبد الملک دھیش نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ۸/۳۰۲؛ وھامش المسند ۲/۳۵۲؛ وھامش الأحادیث المختارة ۲/۷۱)۔ نیز ملاحظہ ہو: المسند، رقم الحدیث ۸۸۳، ۲/۱۶۵۔ (ط: دار المعارف بمصر)۔

"یَا عَمِّ! قُلْ لَاإِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ کَلِمَةً أَشْھَدُ لَکَ بِھَا عِنْدَ اللّٰہِ۔" "اے چچا (جان)! آپ ایک کلمہ [لَاإِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ] [اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں] کہیے، تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس (کلمہ) کی وجہ سے آپ کے حق میں گواہی دے سکوں۔" (اس پر) ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا: "أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟" [کیا آپ عبد المطلب کے دین سے پھر جائیں گے؟] "فَلَمْ یَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَعْرِضُھَا عَلَیْہِ، وَیَعُوْدَانِ بِتِلْکَ الْمَقَالَةِ حَتّٰی قَالَ أَبُوْطَالِبٍ آخِرَ مَا کَلَّمَھُمْ: "ھُوَ عَلٰی مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔" وَأَبٰی أَنْ یَقُوْلَ: "لَاإِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ۔" "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ان پر اس (یعنی کلمہ اسلام) کو پیش کرتے رہے، اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے، یہاں تک کہ ابوطالب کے آخری الفاظ یہ تھے: "وہ عبد المطلب کے دین پر ہیں۔" اور انہوں نے [لَاإِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ] کہنے سے انکار کردیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَمَا وَاللّٰہِ! لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَکَ مَا لَمْ أُنْہَ عَنْکَ"۔ "جب تک مجھے آپ کے بارے میں روکا نہیں جاتا،

میں اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ کے لیے ضرور استغفار کرتا رہوں گا۔" اس پر اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں (وحی) نازل فرمائی{ :مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ
۔الآیۃ[2] }[1] اس حدیث شریف میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کو دعوتِ اسلام دی۔ اور ان کے قبول نہ کرنے کی بنا پر بار بار یہی دعوت دہراتے رہے، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں ہے" : فَلَمْ یَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یُعْرِضُھَا عَلَیْہِ "علامہ قرطبیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار (اللہ تعالیٰ کی توحید کی) گواہی دینے کی دعوت دیتے رہے۔[3] ایک اور روایت میں ہے": فَقَالَ لَہٗ مِرَارًا۔"[4] "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یہ بات متعدد دفعہ دہرائی۔"

حدیث سے معلوم ہونے والی دو باتیں:

۱ :دعوت دین مخاطب شخص کی وفات تک جاری رہتی ہے.

۲ :ہدایت دینا، مخلوق میں سے کسی کے بھی ہاتھ میں نہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود شدید تڑپ اور محنت کے اپنے چچا کو ہدایت نہ دے سکے۔اللہ کریم نے فرمایا{ :اِنَّکَ لَاتَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ[5]

---

[1] سورۃ التوبۃ/ الآیۃ ۱۱۳۔ آیت شریفہ کا مفہوم یہ ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے لیے مشرکوں کے لیے استغفار کرنا مناسب نہیں۔ [2] متفق علیہ: صحیح البخاری: کتاب الجنائز، باب إذا قال المشرک عند الموت: "لاإلہ إلا اللہ"، رقم الحدیث ۱۳۶۰، ۳/۲۲۲؛ وصحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی صحۃ إسلام من حضرہ الموت مالم یشرع فی النزع،... رقم الحدیث ۳۹ (۲۴)، ۱/۵۴۔ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔ [3] ملاحظہ ہو: المفہم ۱/۱۹۳۔ [4] منقول از: فتح الباری ۸/۵۰۷۔

[5] سورۃ القصص/ جزء من الآیۃ ۵۶۔

}بے شک آپ جس کو پسند کریں ہدایت نہیں دیتے، بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں) ۔

د: چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نماز تسبیح کی ترغیب:

حضرات ائمہ ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا" :یَا عَبَّاسُ! یَا عَمَّاہُ! اَلَا أُعْطِیْکَ؟ اَلَا أَمْنَحُکَ؟ اَلَا أَحْبُوْکَ؟ اَلَا أَفْعَلُ بِکَ عَشْرَ خِصَالٍ؟ إِذَا أَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِکَ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ ذَنْبَکَ أَوَّلَہٗ وَآخِرَہٗ، قَدِیْمَہٗ وَحَدِیْثَہٗ، خَطَأَہٗ وَعَمْدَہٗ، صَغِیْرَہٗ وَکَبِیْرَہٗ، سِرَّہٗ وَعَلَانِیَتَہٗ، عَشْرَ خِصَالٍ: أَنْ تُصَلِّیَ أَرْبَعَ رَکَعَاتٍ، تَقْرَأُ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ وَسُوْرَۃً۔ فَإِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَائَۃِ فِیْ أَوَّلِ رَکْعَۃٍ، وَأَنْتَ قَائِمٌ، قُلْتَ" :سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ أَکْبَرُ۔" خَمْسَ عَشْرَۃَ مَرَّۃً، ثُمَّ تَرْکَعُ فَتَقُوْلُھَا، وَأَنْتَ رَاکِعٌ عَشْرًا (عَشْرَ مَرَّاتٍ)، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَکَ مِنَ الرُّکُوْعِ فَتَقُوْلُھَا عَشْرًا، ثُمَّ تَھْوِیْ سَاجِدًا، فَتَقُوْلُھَا، وَأَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا۔ ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَکَ مِنَ السُّجُوْدِ، فَتَقُوْلُھَا عَشْرًا، ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُھَا عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ

رَاسَکَ فَتَقُوْلُہَا عَشْرًا، فَذٰلِکَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ، تَفْعَلُ ذٰلِکَ فِیْ اَرْبَعِ رَکَعَاتٍ۔ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّیَہَا فِیْ کُلِّ یَوْمٍ مَّرَّۃً فَافْعَلْ، فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ مَرَّۃً، فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِیْ کُلِّ شَہْرٍ مَرَّۃً۔ فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِیْ کُلِّ سَنَۃٍ مَرَّۃً، فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِیْ عُمُرِکَ مَرَّۃً۔'[1]"

'اے عباس رضی اللہ عنہ ! اے میرے چچا! کیا میں آپ کو نہ دوں؟ کیا میں آپ کو عطا نہ کروں؟ کیا میں آپ کو ہدیہ نہ دوں؟ کیا میں آپ کو نہ بتلاؤں؟ کیا میں آپ کو دس خصلتوں [یعنی دس فوائد] والا کام نہ دوں؟ جب آپ اس کو کریں، تو اللہ تعالیٰ آپ کے پہلے پچھلے، پرانے نئے، بھول کر کئے ہوئے، جان بوجھ کر کئے ہوئے، چھوٹے بڑے، پوشیدہ علانیہ دس قسم کے گناہوں کو معاف فرمادیں۔ آپ چار رکعت نماز ادا کیجیے۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور (ایک دوسری) سورت پڑھیے۔ ان کے پڑھنے سے فارغ ہو کر حالت قیام ہی میں پندرہ

[1] سنن أبي داود، کتاب الصلاۃ، تفریع أبواب التطوّع، باب صلاۃ التسبیح، رقم الحدیث ۱۲۹۳، ۴/۱۲۴-۱۲۶؛ وسنن ابن ماجہ، أبواب إقامۃ الصلاۃ، باب فی صلاۃ التسبیح، رقم الحدیث ۱۳۸۳، ۱/۲۵۳؛ والمستدرک علی الصحیحین، کتاب صلاۃ التطوّع، ۱/۳۱۸؛ والسنن الکبری، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی صلاۃ التطوع، رقم الحدیث ۴۹۱۶، ۳/۷۳-۔ حافظ صلاح الدین العلائی نے اس کو [حسن صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: النقد الصحیح لما اعترض علیہ من أحادیث المصابیح ص ۳۰)؛ حافظ ابن حجر اس کے بارے میں اپنی تحقیق کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: حق یہ ہے کہ، کثرت طرق کی بنا پر یہ حدیث [حسن] درجہ کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: أجوبۃ الحافظ ابن حجر العسقلانی عن أحادیث المصابیح (المطبوع مع شرح الطیبی ۱/۳۴۶-۳۴۹)۔ علامہ ابوالطیب عظیم آبادی لکھتے ہیں، کہ اس حدیث کو صحیح اور حسن کہنے والوں میں ابن مندہ، الآجری، الخطیب، ابوسعد السمعانی، ابوموسیٰ المدینی ابوالحسن بن المفضل، منذری، ابن الصلاح، نووی اور دوسرے (اہل علم) ہیں۔ (ملاحظہ ہو: عون المعبود ۴/۱۲۴)۔ شیخ البانی نے بھی اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبي داود ۱/۲۴۱؛ و صحیح سنن ابن ماجہ ۱/۳۲۳؛ و صحیح الترغیب والترھیب ۱/۳۵۴)؛ نیز ملاحظہ ہو: إنجاز الحاجۃ شرح سنن ابن ماجہ للشیخ محمد علی جانباز ۵/۱۹۲-۱۹۳۔

مرتبہ [سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ] پڑھیے۔ پھر رکوع کیجیے اور حالت رکوع میں انہی [کلمات] کو دس مرتبہ کہیے۔ پھر رکوع سے سر اٹھایے اور انہیں دس دفعہ کہیے۔ پھر سجدہ کیجیے اور انہیں حالت سجدہ میں دس مرتبہ پڑھیے۔ پھر سجدہ سے سر اٹھائیے اور انہیں دس دفعہ پڑھیے۔ پھر سجدہ کیجیے اور انہیں دس مرتبہ پڑھیے۔ پھر سجدہ سے سر اٹھائیے اور انہیں دس مرتبہ پڑھیے۔ یہ اس طرح ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ ہوں گے۔ اسی طرح چاروں رکعتوں میں کیجئے۔ اگر استطاعت ہو، تو ہر روز (ایسی) نماز پڑھیے، اگر ایسا نہ کرو تو ہر جمعہ [1] میں ایک مرتبہ، اور اگر ایسا نہ کرو، تو ہر ماہ میں ایک دفعہ، اور اگر ایسا نہ کرو، تو ہر سال میں ایک دفعہ، اور اگر ایسا نہ کرو، تو زندگی میں ایک دفعہ۔" اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نماز تسبیح پڑھنے کی پر زور ترغیب دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصل عمل بتلانے سے پہلے [یا عباس] [یا عماہ] رضی اللہ عنہ کے ساتھ ندا دے کر ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی پھر [اَلَا اُعْطِیْکَ؟ اَلَا اَمْنَحُکَ؟ اَلَا اَحْبُوْکَ؟ اَلَا اَفْعَلُ بِکَ عَشْرَ خِصَالٍ؟] کے الفاظ فرما کر بتلائے جانے والے عمل کے سننے، سمجھنے اور کرنے کے لیے ان کے شوق کو ابھارا۔

ہ: عم زاد کو نظر کے پیچھے نظر لگانے سے روکنا.

امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی

[1] یعنی ہر ہفتہ میں۔

ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یَا عَلِیُّ! لَا تُتْبِعِ النَّظْرَۃَ النَّظْرَۃَ، فَإِنَّ لَکَ الْأُولٰی، وَلَیْسَتْ لَکَ الْآخِرَۃَ"[1] "اے علی! نظر کے پیچھے نظر نہ لگانا، کیونکہ پہلی تو تیرے لیے ہے، لیکن دوسری تیرے لیے نہیں۔" اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد بھائی علی رضی اللہ عنہ کو غیر محرم عورت کو پہلی مرتبہ بلا قصد دیکھنے کے بعد دوسری دفعہ قصد کر کے دیکھنے سے منع فرمایا، کیونکہ بغیر ارادے کے نظر پڑ جانے کی معافی ہے، لیکن قصداً دیکھنے کا معاملہ اس سے مختلف ہوتا ہے۔[2]

و: ازواج مطہرات کو تہجد کی ترغیب:

امام بخاری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: "ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف زدہ حالت میں بیدار ہو کر فرمایا: سُبْحَانَ اللّٰہِ! مَاذَا أُنْزِلَ اللّٰہُ مِنَ الْخَزَائِنِ! وَمَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ! مَنْ یُوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ۔ یُرِیْدُ أَزْوَاجَہُ۔ لِکَیْ یُصَلِّیْنَ؟

[1] سنن أبي داود، کتاب النکاح، باب فی مایؤمر من غض البصر، رقم الحدیث ۲۱۴۹، ۶/۱۳۱؛ وجامع الترمذی، أبواب الاستیذان والآداب، باب ماجاء فی نظرۃ الفجاءۃ، رقم الحدیث ۲۹۲۶، ۸/۵۰۔ امام ترمذی اور شیخ البانی نے اس حدیث کو [حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۸/۵۰؛ وصحیح سنن أبی داود ۲/۱۴۰۳؛ وصحیح سنن الترمذی ۲/۳۶۱)۔ [2] ملاحظہ ہو: عون المعبود ۶/۱۳۱؛ وتحفۃ الأحوذی ۸/۵۰۔

رُبَّ کَاسِیَۃٍ فِی الدُّنْیَا عَارِیَۃٌ فِی الْآخِرَۃِ۔[1]"

"اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہیں! اللہ تعالیٰ نے کیا کیا خزانے نازل فرمائے ہیں! اور کیا کیا فتنے نازل کئے گئے ہیں! حجرے والیوں...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد آپ کی بیویاں تھیں... کو کون بیدار کرے، تاکہ وہ نماز (تہجد) پڑھیں؟ بہت سی دنیا میں کپڑے پہننے والی آخرت میں برہنہ ہوں گی۔" صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے: "أَیْقِظُوا صَوَاحِبَاتِ الْحُجَرِ۔"[2] "حجرے والیوں کو بیدار کرو۔" اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو نماز تہجد کے لیے جگانے کی ترغیب دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی طور پر ان کے بیدار کروانے کا ذکر... بقول حافظ ابن حجر... اس لیے کیا، کہ وہ اس وقت وہاں موجود تھیں یا مشہور قاعدے کے مطابق [آغاز اپنی ذات اور پھر اپنے اہل وعیال سے کرو]۔[3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو نماز تہجد کے لیے جگانے کی حکمت بیان کرنے کی غرض سے فرمایا: [دنیا میں کتنی ہی کپڑے پہننے والی آخرت میں برہنہ ہوں گی]۔ اس بارے میں علامہ طیبی لکھتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان [دنیا میں کتنی ہی لباس پہننے والی عورتیں] گویا کہ ازواج مطہرات کو جگانے کا سبب بیان کرنے کی خاطر ہے

[1] صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب لا یأتی زمان إلا الذی بعدہ شر منہ، رقم الحدیث ۷۰۶۹، ۱۳/۲۰۔ [2] المرجع السابق، کتاب العلم، باب العلم والعظۃ باللیل، جزء من رقم الحدیث ۱۱۵، ۱/۲۱۰۔ [3] ملاحظہ ہو: فتح الباری ۱/۲۱۰۔

اور مقصود یہ ہے، کہ ان کے لیے عبادت سے غفلت کرنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق پر تکیہ کرنا درست نہیں، کیونکہ اگر اس نسبت کے ساتھ عمل نہ ہوا، تو کل قیامت کے دن یہ نسبت انہیں کچھ نفع نہ پہنچائے گی اور نہ ہی عذاب الٰہی سے نجات دلوا سکے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ[1]}

[پس جب صور میں پھونک دیا جائے گا، تو اس دن ان کے درمیان کوئی رشتہ داری نہ رہے گی]۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ[2]}

[اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے]۔ [3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو تہجد کے لیے جگانے کی تڑپ کس قدر شدید تھی اور اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف کس قدر صریح اور واضح تھا! اس کے برعکس دین کے لیے کام کرنے والے بعض حضرات اس طرزِ عمل سے کس قدر دور ہیں! وہ خود تو اپنے گمان میں رات دن دعوتِ دین میں مگن رہتے ہیں، لیکن ان کے اہل و عیال فرائض کے ترک کرنے اور حدود اللہ کو پامال کرنے والے ہیں۔ ان کا عذر لنگ یہ ہے، کہ خدمت اسلام میں مشغولیت کی بنا پر ان کے پاس اہل و عیال کے لیے وقت نہیں۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْ هٰؤُلَاءِ الْأَشْقِيَاءِ وَاجْعَلْنَا بِرَحْمَتِكَ

---

[1] سورۃ المؤمنون / الآیۃ ۱۰۱۔ [2] سورۃ الشعراء / الآیۃ ۲۱۴۔ [3] ملاحظہ ہو: شرح الطیبی ۱۲۰۳/۴۔ ۱۲۰۴۔

عَلٰى صِرَاطِ نَبِيِّكَ الْمُسْتَقِيْمِ[1]۔ آمین یا حی یا قیوم۔

حدیث میں ایک اور فائدہ:

اس حدیث شریف سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے، کہ دعوتِ دین کے لیے کوئی مخصوص وقت نہیں، بلکہ جب بھی ضرورت ہو اور موقع مناسب ہو، تو دعوتِ دین دی جائے گی۔

ز: نواسے کو دعائے قنوت سکھلانا:

حضرت ائمہ احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی اور ابن حبان نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: "عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَلِمَاتٍ أَقُوْلُهُنَّ فِي الْوِتْرِ: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ۔ وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ، وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ۔[2]"

[1]اے اللہ! ہمیں ان بدنصیب لوگوں کی راہ پر نہ چلانا، اور ہمیں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطافرمانا۔ آمین یاحی یاقیوم۔[2] المسند، جزء من رقم الحدیث ۱۷۲۷، ۳/۲۵۲؛ وسنن أبی داود، کتاب الصلاۃ، تفریع أبواب الوتر، باب القنوت فی الوتر، جزء من رقم الحدیث ۱۴۲۲، ۴/۲۱۱۔ ۲۱۲؛ وجامع الترمذی، أبواب الوتر، باب ماجاء فی القنوت فی الوتر، رقم الحدیث ۴۶۳، ۲/۴۶۰؛ وسنن النسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النہار، باب الدعاء فی الوتر، ۳/۲۱۸؛ وسنن ابن ماجہ، أبواب إقامۃ الصلاۃ، باب ماجاء فی القنوت فی الوتر، رقم الحدیث ۱۱۶۷، ۱/۲۱۳؛ وسنن الدارمی، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء فی القنوت، رقم الحدیث ۱۶۰۱، ۱/۳۱۲؛ والإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الرقاق، باب الأدعیۃ، ذکر الأمر بسؤال ربہ جل وعلا الھدایۃ والعافیۃ والولایۃ فیمن رُزق إیاھا، جزء من رقم الحدیث ۹۴۵، ۳/۲۲۵۔ امام ترمذی لکھتے ہیں: یہ حدیث [حسن] ہے اور ہم قنوت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سے کسی اچھی چیز کو نہیں جانتے؛ شیخ البانی نے اس کو [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۲/۴۶۱، و صحیح سنن أبی داود ۱/۲۶۷؛ و صحیح سنن الترمذی ۱/۳۸۰؛ و صحیح سنن ابن ماجہ ۱/۱۹۴)؛ نیز ملاحظہ ہو: إنجاز الحاجۃ ۴/۵۱۷۔ ۵۱۸۔ الفاظِ حدیث سنن أبی داود کے ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کلمات سکھلائے، کہ میں انہیں (نماز) وتر میں پڑھا کروں": اے اللہ! مجھے ہدایت دیجیئے، ان لوگوں میں سے، جنہیں آپ نے ہدایت دی اور مجھے عافیت دیجیئے ان لوگوں میں سے، جنہیں آپ نے عافیت فرمائی اور میری نگہبانی فرمایئے، ان لوگوں میں سے، جن کی آپ نے نگہبانی فرمائی اور جو کچھ آپ نے عنایت فرمایا ہے، اس میں برکت فرمایئے۔ اور آپ نے جو فیصلہ فرمایا ہے، اس کے شر سے مجھے بچالیجیے۔ بے شک آپ فیصلہ کرتے ہیں، آپ پر فیصلہ نہیں کیا جاتا۔ بلاشبہ وہ ذلیل نہیں ہوتا، جس کی آپ سرپرستی فرمائیں اور وہ عزت نہیں پاتا، جس سے آپ دشمنی کریں۔ اے ہمارے رب! آپ بابرکت اور بلند و بالا ہیں۔" اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے کو دعائے قنوت سکھلائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کی تعلیم صرف ایک مرتبہ نہیں، بلکہ متعدد دفعہ دی۔ بعض روایات میں ہے": وَکَانَ یُعَلِّمُنَا ھٰذَا الدُّعَاءَ۔"[1]"اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا ہمیں سکھلایا کرتے تھے۔["

[1]ملاحظہ ہو: المسند، جزء من رقم الحدیث ۱۷۲۷، ۳/۲۵۳؛ والإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ۳/۲۲۵۔ شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے المسند کی [سند] کو اور شیخ ارناؤوط نے صحیح ابن حبان کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ھامش المسند ۳/۲۵۲؛ وھامش الإحسان ۳/۲۲۵)۔

دکھ کی بات یہ ہے، کہ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد، بلکہ بعض اہل علم بھی نواسوں اور نواسیوں سے اپنے تعلق کو ان سے لاڈ پیار کرنے، ان کی ضیافت کرنے اور انہیں تحائف دینے میں محدود سمجھتے ہیں، ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنا دور دور تک ان کی زندگیوں میں نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نواسوں اور نواسیوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطافرمائیں۔ [1]إنہ سمیع مجیب۔)

۱۰ عورتوں کو دعوتِ دین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو بھی دعوتِ دین دینے کا خصوصی اہتمام فرمایا۔ ذیل میں اس کے بارے میں تین مثالیں ملاحظہ فرمایئے

ا: پڑوسن کو ہدیہ دینے کی ترغیب:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: "یَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ! لَا تَحْقِرَنَّ جَارَۃٌ لِجَارَتِہَا، وَلَوْ فِرْسِنَ شَاۃٍ۔"[2] "اے مسلمان عورتو! کوئی ہمسائی اپنی پڑوسن کے لیے (کسی بھی چیز کے بطور ہدیہ دینے کو) حقیر نہ سمجھے، خواہ وہ بکری کا پایہ ہی کیوں نہ ہو۔"

[1] اس بارے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: راقم السطور کی کتاب" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت والد" [2] متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب لا تحقرنّ جارۃ لجارتہا، رقم الحدیث ۶۰۱۷، ۱۰/۴۴۵؛ و صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بالقلیل، ولا تمتنع من القلیل لاحتقارہ، رقم الحدیث ۹۰ (۱۰۳۰)، ۲/۷۱۴۔ الفاظِ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

حدیث شریف سے مراد یہ ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ خاتون اپنی ہمسائی کو کسی بھی چیز کا بطور ہدیہ دینا حقیر نہ سمجھے، اگرچہ وہ چیز ایسی ہو، کہ اس کا عموماً کوئی فائدہ نہ ہو۔[1] حافظ ابن حجر نے مزید لکھا ہے: اس بات کا بھی احتمال ہے، کہ حدیث میں ایک بات سے منع کر کے اس کے برعکس کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تو گویا کہ اس میں تلقین کی گئی ہے، کہ ہمسائی اپنی پڑوسن سے ہدیہ کے ذریعے محبت کرے، اگرچہ یہ ہدیہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو۔ اس طرح اس کام کے کرنے میں امیر و غریب سب برابر ہو جائیں گے۔[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عورتوں کو خصوصی طور پر اس بات سے منع کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: خواتین کو خصوصی طور پر اس سے روکنے میں حکمت یہ ہے، کیونکہ وہ ہی باہمی محبت اور دشمنی کا منبع ہوتی ہیں، اور وہ ہی دونوں صورتوں میں جلد جذبات کا شکار ہوتی ہیں۔[3]

ب: خواتین کو مردوں سے پہلے سر اٹھانے سے روکنا:

امام احمد نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ! مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلَا تَرْفَعْ رَأْسَہَا حَتّٰی یَرْفَعَ الرِّجَالُ رُؤُوْسَہُمْ۔" "اے عورتو! تم میں سے جو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت کے ساتھ ایمان

[1] ملاحظہ ہو: فتح الباری ۱۰/۴۴۵۔ [2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۰/۴۴۵۔ [3] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۰/۴۴۵۔

رکھتی ہے، وہ اس وقت تک اپنے سر کو (سجدے سے) نہ اٹھائے، یہاں تک کہ مرد اپنے سروں کو اٹھالیں۔" انہوں (یعنی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا) نے بیان کیا: "اور یہ (حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) اس لیے (دیا)، کیونکہ ان [یعنی مردوں] کی چادریں چھوٹی ہونے کی بنا پر یہ خدشہ تھا، کہ سجدہ کی حالت میں ان کی شرمگاہیں بے پردہ ہو گئی ہوں۔[1]" اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مستورات کو مردوں سے پہلے سجدے سے اپنے سروں کے اٹھانے سے منع فرمایا۔

ج: عید کے دن مستورات کو وعظ فرمانا:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان فرمایا: "قَامَ النَّبِيُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یَوْمَ الْفِطْرِ، فَصَلّٰی، فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ خَطَبَ، فَلَمَّا فَرَغَ، نَزَلَ، فَأَتَی النِّسَاءَ، فَذَكَّرَهُنَّ ...الحدیث[2]

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کی نماز پڑھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداً نماز سے فرمائی، پھر خطبہ ارشاد فرمایا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبہ سے) فارغ ہوئے، تو عورتوں کے ہاں تشریف لائے اور انہیں وعظ فرمایا۔"... الحدیث امام بخاری نے اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[1] المسند، رقم الحدیث ۲۶۹۵۱، ۴۴/۵۱۴۔ ۴۴۔ شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے اس کو [صحیح لغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ھامش المسند ۴۴/۵۱۴)۔ [2] متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب العیدین، جزء من رقم الحدیث ۹۷۸، ۲/۴۶۶؛ و صحیح مسلم، کتاب صلاۃ العیدین، جزء من رقم الحدیث ۳۔ (۸۵۵)، ۲/۶۰۳۔

[بَابُ مَوْعِظَةِ الْإِمَامِ النِّسَاءَ يَوْمَ الْعِيدِ[1]

[عید کے دن امام کا عورتوں کو وعظ کرنے کے متعلق باب]امام بخاری نے اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کر کے اس پر درج ذیل عنوان لکھا ہے: [بَابُ عِظَةِ الْإِمَامِ النِّسَاءَ وَتَعْلِيمِهِنَّ[2] [

]امام کے عورتوں کو وعظ کرنے اور انہیں تعلیم دینے کے متعلق باب[گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو دعوت دینے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔[3]

۱۱ (جوانوں کو دعوتِ دین دینا)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نوجوانوں کو دعوت دین دینے کا بھی خصوصی طور پر خیال رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں اجتماعی اور انفرادی دونوں صورتوں میں دعوت دینا ثابت ہے۔ اس سلسلے میں ذیل میں تین مثالیں توفیق الٰہی سے پیش کی جارہی ہیں:

ا: نوجوانوں کو شادی کی ترغیب دینا:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا: "يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ

[1] صحیح البخاری، کتاب العیدین، ۲/۴۶۶۔ [2] المرجع السابق، کتاب العلم، ۱/۱۹۲۔ [3] اس بارے میں مزید مثالیں [نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم] صفحات ۷۸۔۸۱ میں دیکھئے۔

أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ۔ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔"[1]"اے نوجوانو! تم میں سے جو کوئی شادی کرنے کی استطاعت رکھتا ہو، اس کو نکاح کر لینا چاہیے، کیونکہ وہ نگاہ کو جھکانے والا اور شرم گاہ کو محفوظ کرنے والا ہے اور جو طاقت نہ رکھتا ہو، تو اس کو روزہ رکھنا چاہیے، کیونکہ وہ بے شک اس کے لیے شہوت کو توڑنے والا ہے["اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے شادی کی استطاعت رکھنے والے نوجوانوں کو نکاح کرنے کی ترغیب دی اور دوسروں کو روزہ رکھنے کی تلقین فرمائی۔

ب: قریشی نوجوانوں کو زنا سے منع فرمانا:

امام ابن عاصم اور امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یَا شَبَابَ قُرَیْشٍ! لَا تَزْنُوا۔ اَلَا مَنْ حَفِظَ فَرْجَهُ فَلَهُ الْجَنَّةُ۔[2]''

[1] متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ''من استطاع منکم الباءۃ...، جزء من رقم الحدیث ۵۰۶۵، ۹/۱۰۶؛ و صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ إلیہ ووجد مؤونۃ، جزء من رقم الحدیث ۱۔(۱۴۰۰)، ۲/۱۰۱۸۔ الفاظِ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔ [2] کتاب السنۃ، باب ذکر قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ''خیر نسائٍ رکبن الإبل نساء قریش، رقم الحدیث ۱۵۳۵، ص ۶۲۶؛ والمستدرک علی الصحیحین، کتاب الحدود، ۴/۳۵۸۔ الفاظِ حدیث المستدرک کے ہیں۔ امام حاکم نے اس کو [مسلم کی شرط پر صحیح] قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۴/۳۵۸؛ والتلخیص ۴/۳۵۸)۔ نیز ملاحظہ ہو: صحیح الترغیب والترھیب ۲/۶۱۸؛ وھامش المسند أبی یعلی ۳/۱۹۔

''اے قریش کے نوجوانو! زنا نہ کرو۔ سنو! جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی، اس کے لیے ہی جنت ہے۔''اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا سے بچنے کا عظیم صلہ بیان فرما کر قریشی نوجوانوں کو زنا سے منع فرمایا۔

ج: ایک نوجوان کے لیے زنا کی قباحت کو واضح کرنا:

امام احمد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ایک نوجوان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! ائْذَنْ لِیْ فِی الزِّنَا''''اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے زنا کی اجازت دیجیئے۔''لوگ اس پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے اس کو ڈانٹا اور کہا: ''مَہْ مَہْ''''چپ ہو جاؤ، چپ ہو جاؤ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ادْنُہْ۔''''قریب آجاؤ''تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو گیا۔ انہوں [راوی] نے بیان کیا: ''وہ بیٹھ گیا۔''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''أَتُحِبُّہُ لِأُمِّکَ؟''''کیا تم اس کو اپنی ماں کے لیے پسند کرتے ہو؟''

اس نے عرض کیا: ''لَا، وَاللّٰہِ! جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَائَکَ۔''''نہیں، واللہ! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کر دیں۔''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَہُ لِأُمَّھَاتِھِمْ۔''''اور لوگ (بھی) اس کو اپنی ماؤں کے لیے پسند نہیں کرتے۔''(پھر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: ''أَفَتُحِبُّہُ لِابْنَتِکَ؟''''تو کیا تم اس کو اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتے ہو؟''اس نے عرض کیا: ''لَا، وَاللّٰہِ! یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَائَکَ۔''''نہیں، واللہ! اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اللہ تعالیٰ آپ پر فدا کر دیں۔''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَہُ لِبَنَاتِھِمْ۔''''اور لوگ (بھی) اس کو اپنی بیٹیوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔''(پھر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''أَفَتُحِبُّہُ لِأُخْتِکَ؟''''تو کیا تم اس کو اپنی ہمشیرہ کے لیے پسند کرتے ہو؟''اس نے عرض کیا: ''لَا، وَاللّٰہِ! جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَائَکَ۔''

''نہیں، واللہ! مجھے اللہ تعالیٰ آپ پر نثار کر دیں۔''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَہُ لِأَخَوَاتِھِمْ۔''''اور لوگ (بھی) اس کو اپنی بہنوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔''(پھر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''أَفَتُحِبُّہُ لِعَمَّتِکَ؟''''تو کیا تم اس کو اپنی پھوپھی کے لیے پسند کرتے ہو؟''اس نے عرض کیا: ''لَا، وَاللّٰہِ! جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَائَکَ۔''''نہیں، واللہ! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر

فدا کردیں۔[''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'': وَلَا النَّاسُ يُحِبُّوْنَهٗ لِعَمَّاتِهِمْ۔''] ''اور لوگ (بھی) اس کو اپنی پھوپھیوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔['' پھر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: أَفَتُحِبُّهٗ لِخَالَتِكَ؟''] ''تو کیا پس تم اس کو اپنی خالہ کے لیے پسند کرتے ہو؟[''اس نے عرض کیا'': لَا، وَاللّٰهِ! جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاءَكَ۔''] ''نہیں، واللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کردیں۔[''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'': وَلَا النَّاسُ يُحِبُّوْنَهٗ لِخَالَاتِهِمْ۔''

(''اور لوگ [بھی] اس کو اپنی خالاؤں کے لیے پسند نہیں کرتے۔[''انہوں [یعنی راوی] نے بیان کیا: پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور دعا کی'': اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهٗ، وَطَهِّرْ قَلْبَهٗ، وَحَصِّنْ فَرْجَهٗ۔''] ''اے اللہ! اس کے گناہ کو معاف فرمادیجیے، اس کے دل کو پاک فرمادیجیے اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرمادیجیے۔[''انہوں [یعنی راوی] نے بیان کیا'': فَلَمْ يَكُنْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْفَتٰى يَلْتَفِتُ إِلٰى شَيْءٍ۔][1] ''اس کے بعد وہ نوجوان کسی چیز کی طرف دیکھتا بھی نہ تھا'' اس حدیث شریف میں ہم دیکھتے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زنا کی اجازت طلب کرنے والے نوجوان کو ڈانٹنے سے حضرات صحابہ کو روکتے ہیں۔ اس کو اپنے قریب بٹھاتے ہیں، زنا کی قباحت اور برائی کو سوال و جواب کی صورت میں اس کے لیے اجاگر کرتے ہیں، پھر اپنا دست مبارک اس پر رکھ کر اللہ تعالیٰ سے اس کے گناہ کی معافی، دل کی پاکیزگی اور شرم گاہ کی حفاظت کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اللہ اکبر! ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر حلیم، مہربان اور نرم خو تھے! صلوات ربی وسلامہ علیہ۔ لطف و عنایت سے لبریز گفتگو، شفقت و رحمت سے رکھے ہوئے دست مبارک اور دلوں کے پھیرنے والے رب ذوالجلال سے التجائے نبوی نے کیا اثر دکھایا؟

[1] المسند، رقم الحدیث ۲۲۲۱۱، ۳۶/۵۴۵۔ حافظ عراقی اس کے متعلق لکھتے ہیں، کہ اس کی [سند جید] ہے اور [راویان صحیح کے روایت کرنے والے] ہیں۔ (ملاحظہ ہو: ھامش إحیاء علوم الدین ۲/۳۳۴)؛ شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے اس کی [سند کو صحیح] اور [راویان کو ثقہ اور صحیح کے روایت کرنے والے] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ھامش المسند ۳۵۶/۴۵۴)۔

حدیث کے راوی ہی نے بیان کیا]: اس کے بعد وہ نوجوان کسی چیز کی طرف دیکھتا (بھی) نہ تھا[1]]

۱۲ (بچوں کو دعوتِ دین)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ دین دیتے ہوئے بچوں کو نظر انداز نہیں فرمایا، بلکہ انہیں بھی اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ اس سلسلے میں تین مثالیں ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

ا: یہودی بچے کو دعوتِ اسلام:

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا'': ایک یہودی لڑکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اس سے فرمایا'': أَسْلِمْ۔'''' مسلمان ہو جاؤ''۔ اس نے اپنے پاس موجود اپنے باپ کی طرف دیکھا، تو اس نے بچے سے کہا'': أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ۔'''' ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لو۔'' چنانچہ وہ (بچہ) مسلمان ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (وہاں سے) یہ کہتے ہوئے

[1]اس سلسلے میں مزید دومثالیں مولف کی کتاب [نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم] صفحات ۷۵۔۷۷ میں دیکھیے۔

باہر تشریف لائے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہُ مِنَ النَّارِ۔[1]"

"تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے، جنہوں نے اس کو (دوزخ کی) آگ سے بچالیا ہے۔" صحیح ابن حبان کی روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: قُلْ: "لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ" أَشْفَعُ لَکَ بِہَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔"لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ، [2] کہو، میں روزِ قیامت اس کی وجہ سے تمہارے لیے شفاعت کروں گا۔"لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھنا شروع کیا، تو اس کے باپ نے کہا: اُنْظُرْ مَا یَقُوْلُ لَکَ أَبُو الْقَاسِمِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔""ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں جو کہہ رہے ہیں اس پر غور کرو۔"اس پر لڑکے نے کہا: أَشْہَدُ أَنْ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔[3]"

"]میں گواہی دیتا ہوں، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔["اس حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی بچے کو دعوتِ اسلام دی۔

[1] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، رقم الحدیث ۱۳۵۶، ۳/۲۱۹۔[2] یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔[3] الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، باب المریض وما یتعلّق بہ، ذکر جواز عیادۃ المرء أھل الذمۃ إذا طمع فی إسلامھم، جزء من رقم الحدیث ۲۹۶۰، ۷/۲۲۷۔ شیخ ارناؤوط نے اس کی [سند کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ھامش الإحسان ۷/۲۲۷)۔

امام بخاری نے اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:[بَابٌ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِیُّ فَمَاتَ ھَلْ یُصَلّٰی عَلَیْہِ ؟ وَھَلْ یُعْرَضُ عَلَی الصَّبِیِّ الْإِسْلَامُ ؟[1]]

)]اس بارے میں) باب کہ جب بچہ مسلمان ہو کر فوت ہو جائے، تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور کیا بچے پر اسلام پیش کیا جائے گا؟[ایک اور مقام پر امام بخاری نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:[بَابٌ کَیْفَ یُعْرَضُ الْإِسْلَامُ عَلَی الصَّبِیِّ ؟[2]]

)]اس بارے میں) باب کہ بچے پر اسلام کس طرح پیش کیا جائے گا؟[امام بخاری کے دونوں عنوانات کے متعلق حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: [کیا بچے پر اسلام پیش کیا جائے گا؟] اس مقام پر انہوں [یعنی امام بخاری] نے سوالیہ انداز میں عنوان ذکر کیا ہے اور کتاب الجہاد میں ایسے انداز میں ذکر کیا ہے، جو کہ (اسلام پیش کرنے کے جواز پر) قطعی طور پر دلالت کرتا ہے۔انہوں نے فرمایا: [بچے پر اسلام کس طرح پیش کیا جائے گا؟] گویا کہ جب وہ پہلے ہی سے اس کے اسلام کے صحیح ہونے کے متعلق دلائل پیش کر چکے ہیں، لہٰذا اب اس کو ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی اور انہوں نے اس مقام پر ایک نئی بات بتلائی، کہ اس پر اسلام کیسے پیش کیا جائے؟[3]

علاوہ ازیں حافظ ابن حجر نے فوائد حدیث ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: حدیث میں بچے پر اسلام پیش کرنا [ثابت ہوتا] ہے۔اگر ایسا کرنا درست نہ ہوتا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر پیش ہی نہ فرماتے۔[4]

[1] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، ۳/۲۱۸۔[2] المرجع السابق، کتاب الجہاد، ۶/۱۷۱۔[3] ملاحظہ ہو: فتح الباری ۳/۲۱۹۔[4] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۳/۲۲۱۔

ب: بچوں کو طلوع آفتاب سے پہلے رمی سے روکنا:

امام ابوداود اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی رات [1] ہمیں یعنی بنو عبدالمطلب کے بچوں کو گدھوں پر [سوار کرواکر] پہلے بھیج دیا اور پیار سے ہماری رانوں پر تھپکیاں دیتے ہوئے فرمایا: "اُبَیْنِیَّ! لَا تَرْمُوْا الْجَمْرَۃَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔"[2] "اے میرے چھوٹے بیٹو! طلوع آفتاب ہونے تک جمرۃ (الکبری) کو کنکریاں نہ مارنا۔" اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے، کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبدالمطلب کے بچوں کو فجر سے پہلے مزدلفہ سے منی کے لیے روانہ ہونے کی اجازت دی، تو انہیں طلوع آفتاب سے پہلے کنکریاں مارنے سے روک دیا۔

ج: یتیم بچے کو کھانے کے آداب سکھلانا:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

[1] مناسک حج میں سے یہ ہے، کہ حج کرنے والے نو اور دس ذوالحجہ کی درمیانی رات مزدلفہ میں بسر کرکے دن کے روشن ہونے پر وہاں سے منیٰ کے لیے روانہ ہوں اور طلوع آفتاب کے بعد جمرۃ الکبری کو سات کنکریاں ماریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزور لوگوں، عورتوں اور بچوں کو مزدلفہ سے نصف شب کے بعد روانہ ہونے کی اجازت دی، البتہ... جیساکہ مذکورہ بالا حدیث میں ہے... یہ حکم بھی دیا، کہ وہ طلوع آفتاب سے پہلے کنکریاں نہ ماریں۔ [2] سنن ابی داود، کتاب المناسک، باب التعجیل من جمع، رقم الحدیث ۱۹۳۸، ۵/۲۸۹؛ وسنن ابن ماجہ، أبواب المناسک، باب من تقدّم من جمع لرمی الجمار، رقم الحدیث ۳۰۶۰، ۲/ ۱۸۲۔ الفاظِ حدیث سنن ابی داود کے ہیں۔ شیخ البانی نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبی داود ۱/۳۶۶؛ و صحیح سنن ابن ماجہ ۲/۱۷۶)۔

"میں بچپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھا اور میرا ہاتھ (کھاتے وقت) برتن میں گھومتا تھا۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: "یَا غُلَامُ! سَمِّ اللّٰہَ، وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ، وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ۔" "اے لڑکے! بسم اللہ پڑھ لیا کرو، دائیں [ہاتھ] سے کھایا کرو اور اس [جگہ] سے کھاؤ، جو تمہارے قریب ہو۔" "فَمَا زَالَتْ طِعْمَتِیْ بَعْدُ۔[1]"

"اس کے بعد میرے کھانے کا طریقہ یہی رہا۔" اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ عنہما کو ان کے لڑکپن میں کھانے کے آداب کی تعلیم دی۔ انہوں نے خود بیان کیا: "کُنْتُ غُلَامًا" [میں بچہ تھا]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: یعنی بالغ ہونے سے پہلے، پیدائش سے لے کر بالغ ہونے تک بچے کو [غلام] کہتے ہیں۔[2]

امام قرطبّی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس میں بچوں کو ان کے متعلقہ دین کی ضروری باتیں اور آداب سکھلانے کا ثبوت ملتا ہے۔[3]

۱۳ (مریضوں کو دعوتِ دین دینا)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کی عیادت کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے اور

[1] متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الأطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام والأکل بالیمین، رقم الحدیث ۵۳۷۶، ۹/۵۲۱؛ وصحیح مسلم، کتاب الأشربۃ، باب آداب الطعام والشراب وأحکامہما، رقم الحدیث ۱۰۸ (۲۰۲۲)، ۳/۱۵۵۹۔ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

[2] ملاحظہ ہو: فتح الباری ۹/۵۲۱۔ نوٹ: اس بارے میں مزید مثالیں راقم السطور کی کتاب [بچوں کا احتساب] اور [نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم] صفحات ۷۷۔۸۷ میں ملاحظہ فرمائیے۔ [3] ملاحظہ ہو: المفہم ۵/۲۹۷۔۲۹۸۔

ساتھ ہی انہیں دعوتِ دین بھی دیتے۔ اسی طرح جب مریض لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دین کی باتیں بتلاتے۔ ذیل میں توفیق الٰہی سے اس بارے میں تین مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

ا: بنو نجار کے شخص کو دعوتِ توحید:

حضرات ائمہ احمد، ابویعلی اور ضیاء مقدسی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنو نجار کے ایک شخص کی عیادت کی غرض سے اس کے ہاں تشریف لے گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: "یَا خَالُ! قُلْ: لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ۔[1]"

"اے ماموں! آپ [لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ] پڑھ لیجیے۔" اس (شخص) نے کہا: "أَوَخَالٌ أَنَا أَوْعَمٌّ؟" "کیا میں ماموں ہوں یا چچا؟" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَا، بَلْ خَالٌ۔" "نہیں، بلکہ (آپ) ماموں ہیں۔" پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا: "قُلْ: لَا إِلٰہَ إِلَّا ھُوَ۔" "کہیے: لَا إِلٰہَ إِلَّا ھُوَ۔ [2]"

اس نے کہا:

[1] یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ [2] یعنی ان کے سوا کوئی معبود نہیں۔

"خَیْرٌ لِّیْ؟" "[کیا یہ کہنا) میرے لیے بہتر ہے؟[1]"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں۔" **حدیث سے معلوم ہونے والی چار باتیں:**

۱: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیادت کے دوران حاصل ہونے والے موقع کو دعوت دین کے لیے استعمال فرمایا۔

۲: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ توحید دی، کہ دعوتِ دین کی اساس، بنیاد اور نقطہ آغاز یہی دعوت ہے۔

۳: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مریض شخص کو [یَا خَال] [اے ماموں] کے الفاظ کے ساتھ مخاطب کر کے ان کے جذبات کو ابھارا۔

۴: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی موقع پر ایک سے زائد مرتبہ دعوت دی۔ فصلوات ربی وسلامہ علیہ ۔

ب: بیمار عورت کو صبر کی ترغیب:

امام بخاری اور امام مسلم نے عطاء بن ابی رباح سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے کہا: "مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "کیا میں تمہیں ایک جنتی عورت نہ دکھلاؤں؟" میں نے عرض کیا: "کیوں نہیں۔ (ضرور دکھلائیے)۔"

[1] المسند، رقم الحدیث ۳۳ ۲۵۴ ،۱۲ ،۱۸/۲۰؛ ومسند أبی یعلی الموصلی، رقم الحدیث ۷۵۷ ۔ (۳۵۱۲)، ۷/۲۲ ،۶؛ والأحادیث المختارة، رقم الحدیث ۱۶۴۱ ، ۵/۳۵ ۔۳۶۔ الفاظِ حدیث المسند کے ہیں۔ حافظ ہیثمی نے لکھا ہے: ''اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راویان صحیح کے روایت کرنے والے ہیں۔'' مسند ابی یعلی اور الأحادیث المختارة کے محققین نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ۵/۳۰۵؛ وھامش مسند أبی یعلی ۷ ۶/۲۲؛ وھامش المختارة ۵/۳۵)۔

انہوں نے کہا: ''اس کالی عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: إِنِّيْ أُصْرَعُ، وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللّٰهَ لِيْ۔'' بے شک مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور بے شک میری بے پردگی ہوتی ہے، پس میرے لیے دعا کیجیے (کہ مجھے اللہ تعالیٰ اس مرض سے شفا دے دیں)۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُعَافِيَكِ۔'' اگر تم چاہو تو صبر کرو، تو تمہارے لیے جنت ہے اور اگر تم چاہو، تو میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں، کہ وہ تمہیں عافیت عطا فرما دیں۔'' اس [خاتون] نے عرض کیا: إِنِّيْ أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ لَا أَتَكَشَّفَ۔[1]''

''بے شک (مرگی کے وقت) میری بے پردگی ہو جاتی ہے، پس آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے، کہ میری بے پردگی نہ ہو۔'' چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کا عظیم ثواب بیان فرما کر بیمار عورت کو صبر کی ترغیب دی۔

[1] متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب فضل من یصرع من الریح، رقم الحدیث ۵۶۵۲، ۱۰/۱۱۴؛ وصحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب ثواب المؤمن مما یصیبه من مرض أو حزن أو نحو ذلک،...، رقم الحدیث ۵۴۔ (۲۵۷۶)، ۴/۱۹۹۴۔ الفاظِ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

ج: بیمار عورت کو بخار کو برا بھلا کہنے سے روکنا:

امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ ''بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام السائب یا ام المسیب کے ہاں تشریف لائے، اور فرمایا: مَالَكِ يَا أُمَّ السَّائِبِ أَوْ أُمَّ الْمُسَيَّبِ! تُزَفْزِفِيْنَ؟'' ''اے ام السائب یا ام المسیب! تمہیں کیا ہوا ہے؟ کپکپا رہی ہو؟'' انہوں نے عرض کیا: اَلْحُمّٰى، لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا۔'' ''بخار (کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ اس میں برکت نہ فرمائیں۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَسُبِّي الْحُمّٰي، فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِيْ آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔''[1]'' بخار کو برا بھلا نہ کہو، کیونکہ یہ تو انسانوں کی خطاؤں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے، جس طرح کہ بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔''

حدیث سے معلوم ہونے والی تین باتیں:

۱: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان ہونے کے باوجود خاتون کو غلط بات سے منع فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہونا غلط بات پر ٹوکنے کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکا۔

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ من مرض أو حزن أو نحو ذلک،...، رقم الحدیث ۵۳۔ (۲۵۷۵)، ۴/۱۹۹۳۔

۲: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علت احتساب[1]
بھی بیان فرمادی، کہ بخار گناہوں کو ختم کرنے کی بنا پر برا بھلا کہنے کا مستحق نہیں۔
۳: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار کے گناہوں کو ختم کرنے کو مثال سے واضح فرمایا۔

۱۴ (مصیبت زدہ لوگوں کو تلقین صبر)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دکھی اور رنجیدہ لوگوں کو حوصلہ دیتے اور انہیں صبر کی تلقین فرماتے۔ توفیق الٰہی سے اس سلسلے میں ذیل میں دو واقعات پیش کئے جارہے ہیں:

ا: ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو شوہر کی وفات پر تلقین صبر:

امام مسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: "جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، تو میں نے کہا: "غَرِيبٌ، وَفِي أَرْضِ غُرْبَةٍ، لَأَبْكِيَنَّهُ بُكَاءً يُتَحَدَّثُ عَنْهُ۔[2]"
"پردیسی، پردیس ہی میں (چل بسے)، میں ضرور ان پر ایسا رووٴں گی، کہ اس کو بیان کیا جائے گا۔

[1] یعنی ام السائب یا ام المسیب کو اپنے ٹوکنے کی وجہ اور سبب۔ نوٹ: اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام العلاء رضی اللہ عنہا کی عیادت کے وقت مسلمان کی بیماری کی فضیلت کو بیان فرمایا۔ (ملاحظہ ہو: سنن أبی داود، کتاب الجنائز، باب عیادۃ النساء، رقم الحدیث ۳۰۹۰، ۸/۲۴۶)؛ اور شیخ البانی نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبی داود ۲/۵۹۷)۔ [2] ان کا مقصود یہ تھا، کہ وہ ان پر شدید نوحہ کریں گی۔ (ملاحظہ ہو: المفہم ۲/۵۷۴)۔

تو میں ان پر رونے کے لیے تیار ہوچکی تھی، کہ مدینہ کے مضافات سے ایک عورت آئی اور وہ (رونے میں) میری مدد کرنا چاہتی تھی۔ (راستے میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ملے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَتُرِيدِينَ أَنْ تُدْخِلِي الشَّيْطَانَ بَيْتًا أَخْرَجَهُ اللّٰهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ؟" "کیا تو شیطان کو اس گھر میں داخل کرنا چاہتی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وہاں سے دو مرتبہ[1]
نکالا ہے؟" ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: "فَكَفَفْتُ عَنِ الْبُكَاءِ فَلَمْ أَبْكِ۔[2]"
"پس میں رونے سے رک گئی اور میں نہ روئی۔"

حدیث سے معلوم ہونے والی دو باتیں:

۱: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصیبت پر نوحہ کرنے سے روکا۔
۲: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روکنے کا سبب بھی بیان فرمایا، کہ نوحہ کی بنا پر شیطان گھر میں داخل ہوتا ہے۔

ب: خاتون کو بیٹے کی وفات پر صبر کا حکم:

امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ "بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے، جو کہ اپنے بچے (کی وفات) پر رو رہی تھی۔[3] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا:

[1] دو دفعہ نکالنے سے مراد شاید یہ ہے، کہ ایک دفعہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے خالص اسلام سے اور دوسری دفعہ ان کی بہترین ہجرت سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ملاحظہ ہو: المفہم ۲/۵۷۴۔۵۷۵)۔ [2] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت، رقم الحدیث ا۔ (۹۲۲)، ۲/۶۳۵۔ [3] عورت کے رونے سے مراد ایسا رونا ہے، جس کے ساتھ آواز کو بلند کرنا یا اس کے علاوہ بین وغیرہ کرنا شامل تھا، کیوں کہ مصیبت پر صرف رونے کی تو ممانعت نہیں۔ (ملاحظہ ہو: المفہم ۲/۵۷۹)۔

"اِتَّقِی اللّٰہَ وَاصْبِرِیْ۔" "اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صبر کرو۔" وہ کہنے لگی: "وَمَا تُبَالِيْ بِمُصِیْبَتِيْ۔" "تمہیں تو میری مصیبت کی پروا نہیں۔" جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (وہاں سے) تشریف لے گئے، تو اس سے کہا گیا: "إِنَّهُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم۔" "یقیناً وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" تو یہ (خبر) اس پر موت کی مانند آئی[1] پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آئی اور وہاں دربان نہ دیکھے اور اس نے عرض کیا: "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَمْ أَعْرِفْكَ۔" "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ أَوَّلِ الصَّدْمَةِ۔"[2] "یقیناً صبر تو وہی ہے، جو صدمہ کے شروع میں ہو۔"

حدیث سے معلوم ہونے والی تین باتیں:

۱: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصیبت زدہ عورت کو بین وغیرہ کرنے سے منع فرمایا۔ امام نووی حدیث شریف کے فوائد ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: "اس

[1] یعنی اس کو معلوم کر کے اس قدر صدمہ ہوا، جس قدر موت کی وجہ سے صدمہ پہنچتا ہے۔ [2] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی الصبر علی المصیبۃ عند الصدمۃ الأولی، رقم الحدیث ۱۵۔ (۹۲۶)، ۲/۶۳۷۔۶۳۸۔

میں ہر ایک کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے۔[1]"

۲: بسا اوقات نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے کو ناگوار صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے موقع پر دعوت دینے والے کو تحمل اور نرمی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

۳: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بردباری اور تواضع، کہ خاتون کا ناگوار جواب سننے کے باوجود، اس کو کچھ نہ کہا۔)

۱۵ (تاجروں کو دعوتِ دین)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تاجروں کو دعوتِ دین دینے کا بھی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ اس بارے میں ذیل میں چار مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔۔

ا: تاجروں کو جھوٹ سے بچنے کا حکم:

امام طبرانی نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: "کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَخْرُجُ إِلَیْنَا وَکُنَّا تُجَّارًا، وَکَانَ یَقُوْلُ: "یَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ! إِیَّاکُمْ وَالْکَذِبَ۔" "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور ہم تجارت کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: "اے تاجرو!، جھوٹ سے بچو۔"

شرح النووی ۶/۲۲۴۔ نوٹ: اس بارے میں ایک اور مثال: [آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی صاحبزادی کو حالت نزع میں موجود نواسے کے فوت ہونے پر صبر کی تلقین کرنا] ملاحظہ ہو: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت والد" ص ۱۵۰۔ [1]

ا: حدیث شریف سے معلوم ہونے والی تین باتیں

۱: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بازار میں دعوت دین کے لیے نکلنا۔

۲: دعوتِ دین میں مخاطب لوگوں سے متعلقہ موضوع کے بارے میں گفتگو کرنا۳

۳: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح بازار تشریف لے جانا ایک آدھ مرتبہ کی بات نہ تھی، بلکہ الفاظ حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غرض سے کثرت سے وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

ب: تاجروں کو تقویٰ، نیکی اور سچ گوئی کی تلقین:

حضرات ائمہ ترمذی، ابن حبان، بیہقی اور حاکم نے اسماعیل بن عبید بن رفاعہ بن رافع الزرقی سے روایت نقل کی ہے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ (طیبہ) کی عید گاہ کی جانب روانہ ہوئے، تو وہاں لوگوں کو خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ" "اے تاجرو" وہ (لوگ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہمہ تن گوش ہوئے اور انہوں نے اپنی نگاہوں اور گردنوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف موڑ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّ التُّجَّارَ یُبْعَثُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فُجَّارًا إِلَّا مَنِ اتَّقٰی وَبَرَّ وَصَدَقَ۔[1]"

جامع الترمذی، أبواب البیوع، باب ماجاء فی التجار وتسمیة النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم إیاھم، رقم الحدیث ۱۲۲۸، ۴/۳۳۵۔۳۳۶؛ والإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب البیوع، ذکر إثبات الفجور للتجار الذین لایتقون اللّٰہ فی بیعھم وشرائھم، رقم الحدیث ۴۹۱۰، [1] ۱۱/۲۷۶۔۲۷۷؛ والسنن الکبری، کتاب البیوع، باب کراھیة الیمین فی البیع، رقم الحدیث ۱۰۴۱۴، ۵/۴۳۶؛ والمستدرک علی الصحیحین، کتاب البیوع، ۲/۶۔ الفاظ حدیث السنن الکبری اور المستدرک کے ہیں۔ امام ترمذی نے اس کو [حسن صحیح] کہا ہے۔ امام حاکم نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی نے ان سے موافقت کی ہے۔ شیخ البانی نے اس کو [صحیح لغیرہ] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۴/۳۳۶، والمستدرک ۲/۶؛ والتلخیص ۲/۶؛ و صحیح الترغیب والترھیب ۲/۳۴۲)۔

"[بے شک قیامت کے دن تاجر لوگ نافرمانوں کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے مگر جس نے تقویٰ اختیار کیا، نیکی اور سچ بولا۔]"

حدیث شریف سے معلوم ہونے والی چار باتیں:

۱: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں تاجروں کو دعوتِ دین دی۔

۲ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کا آغاز کرنے سے پیشتر [یا معشرَ التُّجَّار] فرما کر ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی۔

۳ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطب لوگوں کی صورتِ حال کی مناسبت سے گفتگو فرمائی۔

۴ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیغام انتہائی مختصر اور جامع الفاظ میں پہنچا دیا۔ فصلوات ربی وسلامہ علیہ۔

ج: تاجروں کو سچ گوئی کی تلقین:

حضرات ائمہ احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: "كُنَّا قَوْمًا نُسَمَّى السَمَاسِرَةَ، وَكُنَّا نَبِيْعُ بِالْبَقِيْعِ، فَأَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَسَمَّانَا بِأَحْسَنَ مِنَ اسْمِنَا، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ التُّجَارَ! إِنَّ هٰذَا الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ الْكَذِبُ وَالْيَمِيْنُ، فَشُوْبُوْهُ بِالصَّدَقَةِ۔"[1] "ہم لوگوں کو "دلال" کا نام دیا جاتا تھا اور ہم بقیع کے مقام پر کاروبار کرتے تھے۔ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمیں ہمارے [سابقہ] نام سے بہتر نام عطا فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے تاجرو! بے شک اس کاروبار میں جھوٹ اور قسم شامل ہو جاتی ہے، لہٰذا تم اس کے ساتھ صدقہ ملا لیا کرو (یعنی صدقہ خیرات کر لیا کرو)۔

حدیث سے معلوم ہونے والی پانچ باتیں:

۱ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بازار میں دعوتِ دین دینا۔

۲ : مخاطب لوگوں کو اچھے لقب سے پکارنا، کہ اس سے ان کے توجہ اور دھیان سے بات کو سننے اور اس کو قبول کرنے کے امکانات میں اضافہ کی توقع ہوتی ہے۔

۳ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطب لوگوں کے مناسب حال موضوع کے متعلق گفتگو فرمائی۔

---

[1] المسند، رقم الحدیث ۱۶۱۳۴، ۲۶/۵۶؛ وسنن أبی داود، کتاب البیوع، باب فی التجارۃ یخالطھا الحلف واللغو، رقم الحدیث ۳۳۲۴، ۷/۱۲۴؛ وسنن النسائی، کتاب الأیمان والنذور، فی الحلف والیمین لمن یعتقد الیمین بقلبہ، ۷/۱۴؛ وسنن ابن ماجہ، أبواب التجارات، التوقی فی التجارۃ، رقم الحدیث ۲۱۶۱، ۲/۱۶؛ والمستدرک علی الصحیحین، کتاب البیوع ۲/۱۵۔ الفاظِ حدیث المستدرک کے ہیں۔ امام حاکم نے اس کی [سند کو صحیح] کہا ہے؛ حافظ ذہبی نے ان سے موافقت کی ہے اور شیخ البانی نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المستدرک ۲/۱۵؛ والتلخیص ۲/۱۵؛ وصحیح الجامع الصغیر وزیادتہ، رقم الحدیث ۷۸۵۱۔ ۶/۳۰۵، ۳۵۳۹؛ وصحیح سنن أبی داود ۲/۶۴۰؛ وصحیح سنن النسائی ۳/۹۳۰؛ وصحیح سنن ابن ماجہ ۲/۶)۔

۴ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کی ترغیب دینے سے پیشتر اس ترغیب کا سبب بھی بیان فرما دیا۔ اس طرح ترغیب کی قبولیت کی توقع میں توفیق الٰہی سے اضافہ ہوتا ہے۔ صدقہ کی ترغیب اور بیان کردہ سبب میں شاید تعلق یہ ہے، کہ کاروبار میں جھوٹ اور جھوٹی یا زیادہ قسموں کی بنا پر طبیعت میں تکدر پیدا ہوتا ہے اور صدقہ دینے سے اس کی دوری کی اللہ تعالیٰ سے توقع ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دوسرے ارشاد گرامی: "أَتْبِعِ السَيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا"[1]

برائی کے پیچھے نیکی لگا دو، وہ (نیکی) اس (برائی) کو مٹادے گی۔'' سے اس بات کی تائید ہوتی ہے۔اسی بارے میں علامہ طیّبی لکھتے ہیں: ''بسا اوقات گھٹیا گفتگو اور زیادہ قسمیں کھانے سے نفس میں تکدر پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کے ازالہ اور نفس کی صفائی کی ضرورت ہوتی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی تکدر کے ازالہ اور نفس کی صفائی کی خاطر صدقہ کرنے کا حکم دیا۔[2]''

۵: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع و محل کو پیش نظر رکھتے ہوئے انتہائی مختصر اور جامع بات فرمائی۔ فصلوات ربی وسلامہ علیہ۔

د: تاجروں کو بازار سے واپس آنے پر تلاوت کی ترغیب:

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'': **يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ! أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ إِذَا رَجَعَ مِنْ سُوْقِهِ أَنْ يَقْرَأَ**

[1] ملاحظہ ہو: المسند، جزء من رقم الحدیث ۲۱۳۵۴، ۳۵/۲۸۴۔ شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے اس کو [حسن لغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ھامش المسند ۳۵/۲۸۴)۔ [2] شرح الطیبی ۷/۲۱۱۹۔

عَشْرَ آيَاتٍ فَيَكْتُبَ اللّٰهُ لَهُ بِكُلِّ آيَةٍ حَسَنَةً۔[1]''

''اے تاجرو! کیا تم میں سے کوئی ایک اس بات کی طاقت نہیں رکھتا، کہ جب وہ بازار سے لوٹے، تو دس آیات پڑھ لے اور اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر آیت کے بدلہ میں نیکی لکھ دیں۔'' اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاجروں کو بازاروں سے واپس آکر دس آیات پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ شاید اس ترغیب کی حکمت یہ ہو، کہ بازار میں ہونے والے گناہوں کی وجہ سے طبیعتوں میں پیدا ہونے والا تکدر تلاوت قرآن پاک سے دور ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۶ (فقراء کو دعوتِ دین)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غریب لوگوں کو بھی دعوت دین دینے کا اہتمام فرماتے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ بیٹھتے اور انہیں دین کی باتوں کی تعلیم دیتے۔ ذیل میں توفیق الٰہی سے اس بارے میں تین مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

ا: قرآن کریم پڑھنے کی ترغیب:

امام مسلم نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم صفہ میں تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] منقول از: مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب مایقول إذا دخل السوق وإذا رجع منہ، ۱۰/۱۲۹۔ حافظ ہیثمی نے لکھا ہے: ''اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ ربیع بن ثعلب اور ابی اسماعیل المؤدب کے علاوہ باقی راوی صحیح کے روایت کرنے والے ہیں اور وہ دونوں (بھی) ثقہ ہیں۔'' (المرجع السابق ۱۰/۱۲۹)۔

"أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ يَغْدُوَ كُلَّ يَوْمٍ إِلَى بُطْحَانَ أَوِ الْعَقِيقِ فَيَأْتِيَ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ فِي غَيْرِ إِثْمٍ وَلَا قَطْعِ رَحِمٍ؟" "تم میں سے کون یہ پسند کرتا ہے، کہ وہ ہر روز (وادی) بطحان یا (وادی) عقیق میں جائے اور وہاں سے دو اونچی کوہان والی اونٹنیاں گناہ اور قطع رحمی کے بغیر لے آئے۔" ہم نے عرض کیا: "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! نُحِبُّ ذٰلِكَ۔" "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس کو پسند کرتے ہیں۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَفَلَا يَغْدُوْ أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَيُعَلِّمُ أَوْ يَقْرَأُ آيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ خَيْرٌ لَهُ مِنْ نَاقَتَيْنِ، وَثَلَاثٌ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثٍ، وَأَرْبَعٌ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَرْبَعٍ، وَمِنْ أَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْإِبِلِ ۔ [1]"

"تم میں سے ایک مسجد کی طرف جا کر اللہ عزوجل کی کتاب کی دو آیتیں سکھاتا یا پڑھتا کیوں نہیں؟ (یہ) اس کے لیے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے اور تین (آیات) کا (سکھلانا یا پڑھنا) تین سے بہتر ہے اور چار کا چار سے بہتر ہے اور اتنی ہی تعداد میں اونٹوں سے بہتر ہے۔" حدیث شریف کے الفاظ (اور اتنی ہی تعداد میں اونٹوں سے بہتر ہے) کے محدثین کرام نے دو معانی بیان کئے ہیں۔ ایک معنی یہ ہے، کہ مسجد میں جا کر جس قدر آیات سکھلائی یا پڑھی جائیں گی، وہ اتنی ہی تعداد میں اونٹوں کے حاصل کرنے

[1] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل قراءۃ القرآن فی الصلاۃ وتعلّمہ، رقم الحدیث ۲۵۱۔ (۸۰۳)، ۱/۵۵۲۔

سے بہتر ہوگا۔ دوسرا معنی یہ ہے، کہ دو آیتوں کا سکھلانا یا پڑھنا، دو اونٹنیوں اور اتنی ہی تعداد میں اونٹوں سے بہتر ہے، یعنی دو اونٹنیوں اور دو اونٹوں سے بہتر ہے، تین آیات کا سکھلانا یا پڑھنا تین اونٹنیوں اور تین اونٹوں سے بہتر ہے، چار آیات کا سکھلانا یا پڑھنا چار اونٹنیوں اور چار اونٹوں سے بہتر ہے۔ اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں آکر قرآنِ کریم پڑھنے پڑھانے کی فضیلت بیان فرما کر اصحاب صفہ کو اس کی ترغیب دی۔

حدیث سے معلوم ہونے والی دیگر تین باتیں:

۱: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں آکر قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کی فضیلت بیان کرنے کے لیے اسلوب استفہام اختیار فرمایا، تاکہ سامعین بتلائی جانے والی بات کی طرف خوب متوجہ ہو جائیں۔[1]

۲: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کے ثواب کو ایک مثال سے بیان فرمایا اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے، کہ انسانی نفوس مثالوں سے نسبتاً زیادہ مانوس ہوتے ہیں اور بیان کردہ بات کو زیادہ قبول کرتے ہیں۔[2]

۳: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال کے انتخاب میں مخاطب لوگوں کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسی مثال بیان فرمائی، کہ اس کے عناصر ان کے ماحول میں موجود تھے اور وہ اس سے خوب آشنا تھے۔[3]

ب: فقراء کے لیے بشارت:

امام ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے،

[1]اس بارے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: کتاب "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم" صفحات ۲۱۴-۲۲۱۔[2] اس بارے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: "إعلام الموقعین" ۱/۲۳۹-۲۴۰؛اور "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم" صفحات ۱۸۶-۱۸۷۔[3] اس بارے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المرجع السابق صفحات ۳۷۵-۳۹۳۔

کہ انہوں نے بیان کیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یَا مَعْشَرَ الْفُقَرَاءِ! أَلَا أُبَشِّرُکُمْ أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِیَائِهِمْ بِنِصْفِ یَوْمٍ، خَمْسِمِائَةَ عَامٍ۔[1]"

"اے گروہ فقراء! کیا میں تمہیں بشارت نہ دوں، کہ اہل ایمان کے فقراء ان کے مالداروں سے نصف دن (یعنی) پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے؟" اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیر اہل ایمان کو ایک عظیم الشان بشارت سے نوازا ہے۔ علامہ طیبیؒ اس کا سبب بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: "مال داروں کو حساب کے لیے روکا جائے گا، کہ انہوں نے مال کو کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، لیکن فقیروں کے پاس تو دنیا میں مال نہ تھا، تو ان سے اس بارے میں کیا حساب ہو گا؟[2]"

علامہ رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبر کرنے والے نیک فقراء اور مال کے حقوق ادا کرنے والے شکر گزار اغنیاء (دونوں) کی طرف خصوصی توجہ دیتے تھے۔[3]"

ج: مہاجر فقراء کو سابقین کے درجات پالینے والی بات کی تعلیم:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ

[1] سنن ابن ماجہ، أبواب الزهد، منزلة الفقراء، جزء من رقم الحدیث ۴۱۷۶، ۲/۴۱۲؛ شیخ البانی نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح الجامع الصغیر وزیادته، رقم الحدیث ۷۸۵۳-۳۵۴۱، ۶/۳۰۵-۳۰۶)۔[2] شرح الطیبی ۵/۱۶۸۶۔[3] المرجع السابق ۵/۱۶۸۶۔

بے شک غریب مہاجرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: "ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ۔" "مال دار لوگ بلند درجوں پر پہنچ گئے اور ابدی نعمتوں کو (بھی) لوٹ لیا۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وَمَاذَاکَ؟" "وہ کیوں؟" انہوں نے عرض کیا: "یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّیْ، وَیَصُوْمُوْنَ کَمَا نَصُوْمُ، وَیَتَصَدَّقُوْنَ، وَلَا نَتَصَدَّقُ، وَیُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ۔" "وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں، اور روزے رکھتے ہیں جیسے ہم روزے رکھتے ہیں، وہ صدقہ دیتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں دیتے، وہ (غلام) آزاد کرتے ہیں اور ہم آزاد نہیں کرتے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَفَلَا أُعَلِّمُکُمْ شَیْئًا تُدْرِکُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَکُمْ، وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَکُمْ، وَلَا یَکُوْنُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْکُمْ إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟" "کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ سکھلا دوں، کہ تم اس کے ساتھ ان کو جا ملو، جو تم پر سبقت لے چکے ہیں اور ان سے (ہمیشہ) آگے رہو، جو تم سے پیچھے ہیں اور کوئی تم سے

افضل نہ ہو، مگر وہ، جو وہی کام کرے، جو تم کرتے ہو؟انہوں نے عرض کیا:"بلی یارسول اللہ""! ضرور (بتلایئے) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تُسَبِّحُوْنَ، وَتُكَبِّرُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ مَرَّةً۔۔۔''الحدیث''[1] تم

ہر (فرض) نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ کہو...الحدیث[اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیر مہاجرین کو وہ چیز سکھلائی، کہ جس کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے مال دار صحابہ کا مقام و مرتبہ پاسکتے تھے اور دوسرے لوگوں پر سبقت لے سکتے تھے۔

[1] متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، جزء من رقم الحدیث ۸۴۳، ۲/۳۲۵؛ وصحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، وبیان صفتہ، جزء من رقم الحدیث ۱۴۳۔ (۵۹۵)، ۱/۴۱۶-۴۱۷۔ الفاظِ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

۔ قبولِ اسلام کے فوراًبعد ابوذر رضی اللہ عنہ کے لیے حکم تبلیغ:

تلاشِ حق کی خاطر ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سنی اور مسلمان ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی قوم غفار کی طرف پلٹنے اور انہیں پیغام اسلام پہنچانے کا حکم دیا، اس واقعہ کو امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے تفصیل سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے بیان کیا کہ: جب ابوذر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے میں خبر ملی، تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا:"اس وادی [یعنی مکہ] کی طرف سوار ہو کر جاؤ اور میرے لیے اس آدمی کے متعلق معلومات جمع کر کے لاؤ، جنہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے، کہ وہ نبی ہیں اور ان کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے۔ ان کی بات کو [توجہ سے] سننا، پھر میرے پاس آنا۔"[ان کے] بھائی روانہ ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچے، آپ کی گفتگو کو [توجہ سے] سنا اور پھر ابوذر کے پاس آکر بیان کیا:"میں نے انہیں دیکھا ہے، کہ وہ اچھے اخلاق کا حکم دیتے، اور وہ ایسی گفتگو کرتے ہیں، کہ وہ شعر نہیں۔"انہوں [ابوذر] نے [جواباً] کہا: "میں جو چاہتا تھا، تم اس کے متعلق میری تشفی نہیں کراسکے۔"انہوں نے [خود] توشہ باندھا اور پانی کا بھرا ہوا ایک مشکیزہ ہمراہ لیا اور مکہ [مکرمہ] پہنچ گئے۔ مسجد [الحرام] میں حاضر ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے نہیں تھے، [لیکن] انہوں نے کسی سے آپ کے بارے میں پوچھنا بھی مناسب نہ سمجھا۔[اسی طرح] کچھ رات گزر گئی، تو وہ لیٹ گئے۔ [اسی حالت میں] علی رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا، تو وہ سمجھ گئے، کہ کوئی پردیسی ہے۔ جب ابوذر نے انہیں دیکھا، تو وہ ان کے پیچھے پیچھے چل نکلے، لیکن ان دونوں نے ایک دوسرے سے کسی بھی بارے میں کچھ نہ پوچھا۔ جب صبح ہوئی، تو ابوذر اپنا مشکیزہ اور زادِ راہ اُٹھائے مسجد [الحرام] میں آگئے۔ یہ دن بھی [یونہی] گزر گیا، نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے [بھی] انہیں نہ دیکھا۔ شام ہوئی، تو وہ لیٹ گئے۔ علی رضی اللہ عنہ کا [پھر] وہاں سے گزر ہوا، توان سے پوچھا: "کیاآدمی کے لیے اپنے مقصود کے پانے کا وقت نہیں آیا؟" وہ [علی رضی اللہ عنہ] انہیں وہاں سے [پھر] اپنے ہمراہ لے گئے۔ آج بھی ان دونوں نے آپس میں کوئی بات چیت نہ کی۔ جب تیسرا دن ہوااور علی رضی اللہ عنہ انہیں حسب سابق اپنے ہمراہ لے گئے، توانھوں نے ان سے پوچھا: "أَلَا تُحَدِّثُنِي مَا الَّذِي أَقْدَمَكَ؟" کیاآپ مجھے اپنی آمد کا مقصد نہیں بتلائیں گے؟ انھوں نے کہا: "إِنْ أَعْطَيْتَنِي عَهْدًا وَ مِيْثَاقًا لَتُرْشِدَنَّنِي، فَعَلْتُ۔" اگرآپ میری راہ نمائی کرنے کا پختہ عہد کریں، تو میں بتادوں گا۔ ان [علی رضی اللہ عنہ] کے وعدہ کرنے پر انھوں نے اپنا ماجراان کے روبرو بیان کر دیا۔ انھوں [علی رضی اللہ عنہ] نے کہا: "فَإِنَّهُ حَقٌّ، وَهُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلي الله عليه وسلم فَإِذَا أَصْبَحْتَ فَاتَّبِعْنِي، فَإِنِّيْ إِنْ رَأَيْتُ شَيْئًا أَخَافُ عَلَيْكَ قُمْتُ كَأَنِّيْ أُرِيْقُ الْمَاءَ، فَإِنْ مَضَيْتُ فَاتَّبِعْنِيْ حَتّٰى تَدْخُلَ مَدْخَلِيْ۔" بلاشبہ وہ حق پر ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جب صبح ہو، توآپ میرے پیچھے پیچھے آنا۔ اگر میں نے [راستے میں] کوئی ایسی بات دیکھی، جس سے مجھے آپ کے بارے میں کوئی خطرہ ہوا، تو میں پیشاب کرنے کے بہانے رُک جاؤں گااور اگر میں چلتا رہا، تو آپ بھی میرے پیچھے پیچھے آتے رہنا۔ پھر جہاں میں داخل ہوں گا، آپ بھی داخل ہو جانا۔ انھوں نے ایسے ہی کیااور پیچھے پیچھے چلے، تاآنکہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سنی اور وہیں مسلمان ہوگئے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "اِرْجِعْ إِلٰى قَوْمِكَ فَأَخْبِرْهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَكَ أَمْرِيْ۔[1] "

اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ۔ انہیں [میرے بارے میں] بتلاؤ، یہاں تک کہ تمہیں میرے غلبہ کا علم ہو جائے [تو پھر میرے پاس آجانا]۔ اس واقعہ میں یہ بات واضح ہے، کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے فوراً بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی قوم کے پاس جاکر ان تک پیغامِ اسلام پہنچانے کا حکم دیا۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "فَهَلْ اَنْتَ مُبَلِّغٌ عَنِّي قَوْمَكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَنْفَعَهُمْ بِكَ وَيَأْجُرَكَ فِيهِمْ۔[2] " توکیاآپ اپنی قوم کو میری طرف سے پیغام پہنچائیں گے؟ شاید کہ آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کا فائدہ کر دیں اور آپ کو اس کے عوض اجر و ثواب عطافرمائیں۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی۔ اپنے گھر والوں اور قوم کو اسلام کا پیغام پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعوت میں برکت عطافرمائی۔ اس برکت کی تفصیل خود حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں سنتے ہیں: صحیح مسلم میں ہے، کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

[1] صحیح البخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب إسلام أبی ذر الغفاری رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث ۳۸۶۱، ۷؍ ۱۷۳۔ [2] صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل أبی ذر رضی اللہ عنہ، جزء من رقم الحدیث ۱۳۲ (۲۴۷۳)، ۴؍ ۱۹۲۲۔

"فَأَتَيْتُ أُنَيْسًا ، فَقَالَ: ''مَا صَنَعْتَ؟''قُلْتُ: '' صَنَعْتُ أَنِّي قَدْ اَسْلَمْتُ وَصَدَّقْتُ۔''قَالَ: مَا بِي رَغْبَةٌ عَنْ دِينِكَ ، فَإِنِّي قَدْ اَسْلَمْتُ وَصَدَّقْتُ۔''فَأَتَيْنَا أُمَّنَا ، فَقَالَتْ: ''مَا بِي رَغْبَةٌ عَنْ دِينِكُمَا ، فَإِنِّي قَدْ اَسْلَمْتُ وَصَدَّقْتُ۔''فَاحْتَمَلْنَا ، حَتّٰى اَتَيْنَا قَوْمَنَا غِفَارًا ، فَأَسْلَمَ نِصْفُهُمْ ، وَقَالَ نِصْفُهُمْ : ''إِذَا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صلي الله عليه وسلم الْمَدِينَةَ اَسْلَمْنَا۔''فَقَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صلي الله عليه وسلم الْمَدِينَةَ ، فَأَسْلَمَ نِصْفُهُمُ الْبَاقِي۔وَجَآءَتْ اَسْلَمُ ، فَقَالُوا: ''يَا رَسُولَ اللّٰهِ!إِخْوَتُنَا ، نُسْلِمُ عَلَى الَّذِي اَسْلَمُوا عَلَيْهِ۔''فَأَسْلَمُوا۔فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلي الله عليه وسلم :غِفَارُ غَفَرَاللّٰهُ لَهَا ، وَأَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ۔[1] "

میں [اپنے بھائی] انیس کے پاس پہنچا، تو اس نے دریافت کیا: آپ نے کیا کیا ہے؟" میں نے کہا:" بلاشبہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور میں نے [نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی] تصدیق کی ہے۔"انہوں نے کہا: "مجھے بھی آپ کا دین ناپسند نہیں، یقیناً میں بھی مسلمان ہوتا ہوں اور تصدیق کرتا ہوں۔"

[1] صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل أبی ذر رضی اللہ عنہ، جزء من رقم الحدیث ۱۳۲ (۲۴۷۳)، ۴؍ ۱۹۲۲۔

پھر ہم دونوں اپنی والدہ کے پاس آئے، تو انہوں نے کہا: "مجھے بھی تم دونوں کا دین ناگوار نہیں، بلاشبہ میں بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوتی ہوں اور تصدیق کرتی ہوں۔" پھر ہم اپنا ساز و سامان سواریوں پر ڈال کر روانہ ہوئے، یہاں تک کہ ہم اپنی قوم غفار کے پاس پہنچے، تو ان میں سے آدھے لوگ مسلمان ہو گئے اور باقی لوگوں نے کہا: "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائیں گے، تو ہم [بھی] اسلام قبول کر لیں گے۔" قبیلہ اسلم کے لوگوں نے [آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر] عرض کیا: "اے اللہ تعالیٰ کے رسول! [قبیلہ غفار والے] ہمارے بھائی ہیں، ہم بھی ان کی طرح مسلمان ہوتے ہیں۔" پھر وہ مسلمان ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ [قبیلہ] غفار کے لوگوں کے گناہوں کو معاف فرما دیں اور قبیلہ اسلم کو سلامت رکھیں۔" اللہ اکبر! حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد پلٹتے ہی دعوتِ اسلام شروع کی اور اللہ کریم نے ان کی دعوت میں کس قدر برکت عطا فرمائی۔ اے مولائے کریم! ہم ناکاروں کو بھی دعوتِ دین کے لیے جذبہ صادقہ اور اس کے لیے جد و جہد کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین یا رب العالمین۔

وفدِ بنی لیث کو لوگوں کو تعلیم دینے کا حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کے قبیلہ بنی لیث کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کم و بیش بیس دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں واپس جا کر اپنے علاقہ کے لوگوں کو سیکھی ہوئی باتوں کی تعلیم دینے کا حکم دیا۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم سب نوجوان تھے۔ تقریباً بیس دن ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت مہربان تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى بِلَادِكُمْ وَعَلَّمْتُمُوهُمْ۔ مُرُوهُمْ فَلْيُصَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا ، وَصَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا۔ وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ ۔[1]" اگر تم اپنے علاقے کی طرف چلے جاؤ اور وہاں کے لوگوں کو تعلیم دو۔ انہیں نماز کا حکم دینا، کہ فلاں نماز فلاں وقت اور فلاں نماز فلاں وقت میں ادا کریں۔ جب نماز کا وقت ہو جائے، تو کوئی ایک اذان دے، اور جو عمر میں بڑا ہو، وہ امامت کرائے۔ ایک دوسری روایت میں ہے:

[1] متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب إذا استووا فی القراءۃ فلیؤمھم أکبرھم، رقم الحدیث ۶۸۵، ۲/۱۷۰؛ و صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب من أحق بالإمامۃ، رقم الحدیث ۲۹۲ (۶۷۴)، ۱/۴۶۵-۴۶۶۔ الفاظ حدیث صحیح بخاری کے ہیں

"وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ۔[1]"

(انہیں تعلیم دو اور انہیں حکم دو۔) علامہ عینی شرح حدیث میں تحریر کرتے ہیں، کہ انہیں احکامِ شریعت کی تعلیم دو اور واجبات کی ادائیگی اور محرمات سے دُور رہنے کا حکم دو۔[2] اور یہ بات تو محتاجِ بیان نہیں، کہ بیس دنوں میں کوئی شخص عالم و فاضل نہیں بن جاتا، اگرچہ عربی اس کی مادری زبان ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن پھر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں احکامِ شریعت کی تعلیم دینے اور فرائض کے بجالانے اور ممنوعات سے دُور رہنے کا حکم دینے کی تلقین فرمائی۔ خلاصۂ گفتگو یہ ہے، کہ ہر مسلمان اس بات کا پابند ہے، کہ وہ دین کی بات، اپنے علم کے بقدر دوسروں تک پہنچائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب أخبار الآحاد، باب ما جاء فی إجازۃ خبر الواحد الصدوق فی الأذان... ، جزء من رقم الحدیث ۷۲۴۶، ۱۳/۲۳۱؛ و صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب من أحق بالإمامۃ، جزء من رقم الحدیث ۲۹۲ (۶۷۴)

قبول اسلام کے ساتھ ہی دعوتِ دین کا آغاز

سلف صالحین کی مقدس سیرتوں میں اس بات کے شواہد کثرت سے پائے جاتے ہیں، کہ وہ قبولِ اسلام کے فوراً بعد ہی دعوتِ دین کا آغاز کر دیتے تھے۔ اس کے متعلق ذیل میں توفیقِ الٰہی سے نو واقعات پیش کیے جا رہے ہیں:

۱۔ قبول اسلام کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوتی سرگرمیاں:

اللہ کریم نے مردوں میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی۔ انہوں نے اسی پر اکتفا نہ کیا، بلکہ اسلام لاتے ہی دوسرے لوگوں کو قبولِ اسلام کی دعوت دینی شروع کر دی۔ امام

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے: جب ابو بکر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے، تو انہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا اور اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں محبوب تھے۔ انساب قریش کے سب سے زیادہ جاننے والے اور تجارت پیشہ تھے۔ ان کی قوم کے لوگ ان کے علم، ان کے ساتھ تجارت اور ان کے عمدہ معاملہ کی بنا پر ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ وہ اپنے ہاں آنے والے قابل اعتماد اشخاص کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کی طرف دعوت دیتے رہے۔[1] اللہ کریم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت کو بار آور فرمایا۔ اسی بارے میں امام ابن اسحاق لکھتے ہیں: میری معلومات کے مطابق ان کی دعوت کی وجہ سے عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے۔[1]

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ۱/۲۳۱۔۲۳۲۔ باختصار۔

۲۔ قبولِ اسلام کے بعد طلیب رضی اللہ عنہ کا ماں کو دعوتِ دین دینا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت طلیب بن عمیر دارالارقم میں مسلمان ہوئے۔ اس کے فوراً بعد وہ اپنی والدہ محترمہ کو دعوتِ اسلام دینے کی غرض سے نکل پڑے۔ امام ابن سعد نے محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی کے حوالے سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ الارقم بن الارقم مخزومی کے گھر مسلمان ہوئے، پھر وہ [یعنی مسلمان ہوتے ہی] اپنی والدہ اروی بنت عبدالمطلب کی طرف چل دیے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: "تَبِعْتُ مُحَمَّدًا صلي الله عليه وسلم وَأَسْلَمْتُ لِلّٰهِ۔" "میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع بن چکا ہوں اور میں نے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کو اختیار کر لیا ہے۔" ان کی والدہ نے کہا: "إِنَّ أَحَقَّ مَنْ وَازَرْتَ وَعَضَدْتَّ خَالُکَ وَاللّٰهِ! لَوْ كُنَّا نَقْدِرُ عَلَى مَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ الرِّجَالُ لَتَبِعْنَاهُ، وَذَبَبْنَاهُ۔" "تمہاری تائید اور تعاون کا سب سے زیادہ حق دار تمہارا اماموں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر ہم مردوں ایسی استطاعت رکھتیں، تو ضرور ان کی پیروی اور ان کا دفاع کرتیں۔" طلیب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "فَمَا يَمْنَعُکَ يَا أُمِّيْ! مِنْ أَنْ تُسْلِمِيْ وَتَتَّبِعِيْهِ، فَقَدْ أَسْلَمَ أَخُوْکَ حَمْزَةُ رضی الله عنه؟" "اے اماں [جی]! آپ کے بھائی حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کے بعد آپ کے قبولِ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری اختیار کرنے میں کون سی رکاوٹ حائل ہے؟" انہوں نے کہا: "أَنْظُرُ مَا يَصْنَعُ أَخَوَاتِي، ثُمَّ أَكُوْنُ إِحْدَاهُنَّ۔" "میں دیکھوں گی، کہ میری

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ۱/۲۳۲ باختصار۔ نیز ملاحظہ ہو: السیرۃ النبویۃ وأخبار الخلفاء ص ۶۸؛ وجوامع السیرۃ ص ۴۶؛ وتاریخ الإسلام (السیرۃ النبویۃ) للحافظ الذہبی ص ۱۳۸؛ وزاد المعاد ۳/۱۹؛ والفصول فی السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ص ۹۸؛ والبدایۃ والنہایۃ ۴/۷۳؛ والسیرۃ النبویۃ لابن خلدون ص ۸۸؛ وصحیح السیرۃ النبویۃ للشیخ الألبانی ص ۱۱۹؛ والسیرۃ النبویۃ فی ضوء المصادر الأصلیۃ ص ۱۵۸؛ اور دعوتِ اسلام تالیف پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ، مترجم ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، ص ۱۷۔

بہنیں کیا طرزِ عمل اختیار کرتی ہیں، پھر میں بھی وہی کروں گی۔[طلیب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا": فَإِنِّي أَسْأَلُكِ بِاللّٰهِ إِلاَّ أَتَيْتِهِ فَسَلَّمْتِ عَلَيْهِ، وَصَدَّقْتِهِ، وَشَهِدْتِّ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا صلي الله عليه وسلم رَسُوْلُ اللّٰهُ۔[1]"

]میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر آپ سے سوال کرتا ہوں، کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جایئے، انہیں سلام عرض کیجیے، ان کی تصدیق کیجیے اور اس بات کی گواہی دیجیے، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ نہیں اور بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔[حافظ ابن عبدالبر نے تحریر کیا ہے، کہ ان کی والدہ محترمہ نے کہا:

[1] الطبقات الکبریٰ ۸؍۴۲۔

فَإِنِّيْ أَشْهَدُ أَنْ لاَّ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا صلي الله عليه وسلم رَسُوْلُ اللّٰهِ۔[1]

سو یقینا میں گواہی دیتی ہوں، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں، کہ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔[امام ابن سعد کی نقل کردہ روایت میں ہے": ثُمَّ كَانَتْ تَعْضُدُ النَّبِيَّ صلي الله عليه وسلم بِلِسَانِهَا، وَتَحُضُّ ابْنَهَا عَلَى نُصْرَتِهِ، وَالْقِيَامِ بِأَمْرِهِ۔[2]"

پھر وہ اپنی زبان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کرتیں اور اپنے بیٹے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور آپ کے مشن کے لیے کام کرنے کی تلقین کرتیں۔[اس قصہ میں یہ بات واضح ہے، کہ قبولِ اسلام کے فوراً بعد حضرت طلیب رضی اللہ عنہ اپنی والدہ محترمہ کو دعوتِ اسلام دینے کی خاطر نکل پڑے اور ان کے اسلام قبول کرنے تک ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ رب کریم نے ان کی دعوت میں برکت عطا فرمائی۔ اماں محترمہ نہ صرف خود مسلمان ہوئیں، بلکہ اس کے بعد اپنے بیٹے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت واعانت اور دعوتِ اسلام کی خاطر کام کرنے کی تلقین کرتی رہتیں۔ فرضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا وعن ابنھا وأرضاھما۔

[1] الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب ۴؍۱۷۷۹۔ [2] الطبقات الکبریٰ ۸؍۴۲؛ نیز ملاحظہ ہو: الاستیعاب ۴؍۱۷۷۹؛ والإصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۸؍۵۔

۳۔ اسلام لاتے ہی جنّات کا داعی بن کر پلٹنا:

اللہ کریم نے جنوں کے ایک گروہ کا رُخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف موڑا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت سنتے ہی آپ پر ایمان لے آئے اور اپنی قوم کی جانب دین اسلام کے داعی بن کر پلٹے۔ اللہ عزوجل نے اسی بارے میں فرمایا: (وَإِذْ صَرَفْنَآ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْا أَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۔ قَالُوْا يَاقَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْ إِلَى الْحَقِّ وَإِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ يَاقَوْمَنَآ أَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ ۔ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ أَوْلِيَآءُ أُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ۔)[1] اور جب ہم نے آپ کی طرف جنوں کی ایک جماعت کو قرآن سننے کے لیے پھیر دیا تھا۔ پس جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، تو انہوں نے کہا: ''تم توجہ سے سنو۔'' جب [تلاوت] ختم ہو گئی، تو وہ اپنی قوم کو ڈرانے والے بن کر پلٹے۔ انہوں نے کہا: ''اے ہماری قوم! ہم نے موسیٰ۔ علیہ السلام۔ کے بعد نازل شدہ کتاب سنی ہے، وہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے وہ حق اور سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کے بلانے والے کی دعوت کو قبول کرو اور ان کے ساتھ ایمان لاؤ، وہ [اللہ تعالیٰ] تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے اور دردناک عذاب سے تمہیں پناہ دیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے

[1] سورۃ الأحقاف، الآیات ۲۹۔۳۲۔

لانے والے کی دعوت قبول نہ کرے گا، تو وہ زمین میں [کہیں بھاگ کر] اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتا اور ان کے سوا کوئی اور اس کے مددگار نہ ہوں گے۔ وہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔'' ان آیاتِ شریفہ سے یہ بات واضح ہے، کہ جنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت سننے پر ایمان لانے کے فوراً ہی بعد اپنی قوم کو ڈرانے والے اور دعوتِ ایمان دینے والے بن کر پلٹے۔

علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: ''فَلَمَّا تَلَا عَلَيْهِمُ الْقُرآنَ وَفَرَغَ ، انْصَرَفُوْا بِأَمْرِهٖ قَاصِدِيْنَ مَنْ وَرَاءَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ مِنَ الْجِنِّ ، مُنَفِّرِيْنَ لَهُمْ مُخَالَفَةَ الْقُرآنِ ، وَمُحَذِّرِيْنَ إِيَّاهُمْ بَأْسَ اللّٰهِ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوْا۔[1]''

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے روبرو تلاوت قرآن کریم سے فارغ ہوئے، تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو لے کر اپنی قوم جنات کی طرف لوٹے، تاکہ انہیں قرآن کی مخالفت سے روکیں اور ایمان نہ لانے کی صورت میں عذابِ الٰہی سے ڈرائیں۔' علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے (دَاعِيَ اللّٰهِ) کی تفسیر میں لکھا ہے، کہ اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔[2]

حافظ ابن کثیر {وَمَنْ لاَّ یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰہِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ لَہٗ مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآئُ اُوْلٰٓئِکَ فِیْ ضَلاَلٍ مُّبِیْنٍ[3] }
کی تفسیر میں تحریر کرتے

[1] تفسیر القرطبیؒ ۱۵؍۲۱۶؛ نیز ملاحظہ ہو: زاد المسیر ۷؍۳۹۰۔ [2] ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبیؒ ۱۵؍۲۱۶؛ نیز دیکھیے: تفسیر القاسمی ۱۵؍۲۱۶؟ [3] [ترجمہ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے بلانے والے کی دعوت کو قبول نہ کرے گا، تو وہ زمین میں [کہیں بھاگ کر] اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتا اور ان کے سوا کوئی اور اس کے مددگار نہ ہوں گے۔ وہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔]

ہیں: ''اس مقام پر وعید سنائی گئی ہے اور ڈرایا گیا ہے۔ اس طرح انہوں نے اپنی قوم کو ترغیب وترہیب سے دعوت دی ۔[1]'' سیّد قطب ارشادِ باری تعالیٰ { فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوا اِلٰی قَوْمِھِمْ مُّنْذِرِیْنَ [2] } کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں: اس میں اس اثر کی تصویر کشی کی گئی ہے، جو کہ توجہ سے قرآن حکیم سننے کی وجہ سے ان کے دلوں پر نقش ہو گیا تھا۔ انہوں نے مجلس کے اختتام تک خوب توجہ سے قرآن کریم کو سنا۔ تلاوت کے ختم ہوتے ہی وہ بھاگم بھاگ اپنی قوم کی طرف روانہ ہوئے، تب ان کے دل و دماغ میں جو چیز جاگزیں ہو چکی تھی، وہ نہ تو اس کو چھپا سکتے تھے اور نہ ہی اس کے اظہار و ابلاغ میں کسی قسم کی کوتاہی کر سکتے تھے۔ ان کے شعور و احساس میں ایک ایسی مؤثر، قوی اور غالب قوت سما چکی تھی، جو انہیں اس بات پر مجبور کر رہی تھی، کہ وہ حرکت میں آ جائیں اور کوشش اور اہتمام سے اس کو دوسروں تک منتقل کریں۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کے پاس پہنچتے ہی پکار اُٹھے {: قَالُوْا یَاقَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا کِتَابًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ یَھْدِیْ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔ [3] }

[انہوں نے کہا: ''اے ہماری قوم! ہم نے موسیٰ ۔علیہ السلام۔ کے بعد نازل شدہ کتاب سنی ہے، جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے، وہ حق اور صراطِ مستقیم کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔] گفتگو کا ماحاصل یہ ہے، کہ قرآن کریم سننے اور اس پر ایمان لانے کے فوراً بعد

[1] تفسیر ابن کثیر ۴؍۱۸۰؛ نیز ملاحظہ ہو: التفسیر الکبیر ۲۸؍۱۳۳۔ [2] [ترجمہ: جب [تلاوت] ختم ہو گئی، تو وہ اپنی قوم کو ڈرانے والے بن کر پلٹے۔] [3] ملاحظہ ہو: فی ظلال القرآن ۶؍۳۲۷۳۔ ۳۲۷۴۔

ہی جنات اپنی قوم کے لیے دعوت دینے والے بن کر لوٹے۔ انہوں نے اپنی قوم کو قبولِ اسلام کے فوائد اور اس سے منہ پھیرنے کے بُرے نتائج سے آگاہ کرتے ہوئے دعوت دی۔ اسی بارے میں شیخ ابو بکر الجزائری نے تحریر کیا ہے'': ان آیات سے حاصل ہونے والی ہدایت میں سے یہ ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات [بھی] پہنچے، اس کو آگے پہنچایا جائے۔ حدیث شریف میں ہے'' :بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آیَۃً۔] [1]'' تمہارے پاس میری طرف سے ایک آیت بھی پہنچے، تو اس کو آگے پہنچاؤ۔[2]

[1] تخریج حدیث کے لیے اس کتاب کا صفحہ ۲۵ ملاحظہ فرمایئے۔ [2] ملاحظہ ہو: أیسر التفاسیر ۵،۶۶۔

خاتمہ

ان گنت اور لاتعداد حمد و ثنا مولائے رحمٰن و رحیم کے لیے، کہ اس نے مجھ ایسے ناتواں اور ناکارے بندے کو اس عظیم موضوع کے متعلق کچھ گزارشات تحریری صورت میں پیش کرنے کی توفیق سے نوازا اور اب اس ہی سے انتہائی عاجزانہ التجا ہے، کہ اس حقیر اور معمولی کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اس کو میرے لیے، اسلام اور اہل اسلام کے لیے بابرکت اور مفید بنائے اور اس کی تیاری میں جو سہو، نسیان اور خطا ہوئی ہے اسے معاف فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔ **خلاصہ کتاب:** دعوت الی اللہ تعالیٰ کا مقام و مرتبہ اور قدر و منزلت متعدد پہلوؤں سے نمایاں اور اجاگر ہوتی ہے۔ انہی گوشوں میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

۱: دعوت الی اللہ تعالیٰ انبیاء اور رسولوں کا مشن ہے، انہوں نے اسی فریضہ کے سرانجام دینے کا حکم اپنے پیروکاروں کو بھی دیا۔ اسی کی خاطر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سعی اور کوشش فرماتے رہے اور اسی مقصد کے لیے جدوجہد کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکاروں کا امتیازی وصف ہے۔

۲: دینِ حق کی دعوت دینے والوں کی شان و عظمت بہت بلند و بالا ہے، وہ قابلِ رشک لوگ ہیں، بلکہ قابلِ رشک لوگوں میں سے بھی چوٹی پر ہیں۔ رحمٰن کے بندوں کی دعاؤں میں سے ایک یہ ہے، کہ وہ انہیں لوگوں کے لیے [قدوہ] بنادے، تاکہ لوگ ان کی راہ پر چلیں اور وہ راہنمائی کا ثواب حاصل کرسکیں۔

۳: اللہ مالک الملک نے امت پر دعوت کو فرض کیا، اسے امت کے خیر الامم [بہترین امت] بننے کے اسباب میں سے ٹھہرایا، کامیابی کے حصول کی شرائط میں سے ایک شرط قرار دیا اور امت کی نصرت اور مدد کا موجب بنایا۔

۴: لوگوں کو تعلیمِ خیر دینے والے پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، آسمانوں اور زمین کی مخلوق درود بھیجتی ہے۔ علاوہ ازیں رحمتِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی تروتازگی کے لیے دعا کی ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو سن کر دوسروں تک پہنچادے۔

۵: دعوت الی اللہ تعالیٰ ایک صدقہ ہے، جو دعوت دینے والے دوسرے لوگوں پر کرتے ہیں۔ تعلیمِ خیر کے لیے مسجد جانے والے کے لیے مکمل حج کرنے والے کے برابر ثواب ہے، اسی طرح عمل کرنے والے کو جس قدر ثواب ملتا ہے، اتنا ہی داعی کو ملتا ہے، لیکن اس سے عمل کرنے والے کے ثواب میں کچھ کمی واقع نہیں ہوتی۔

٦: دعوت الی اللہ تعالیٰ جہاد بھی ہے اور بعض صورتوں اور حالات میں جہاد بالسیف سے بھی اعلیٰ وافضل ہے۔

اپیل: اس موقع پر راقم السطور مسلمانانِ عالَم کی خدمت میں درج ذیل گزارشات پیش کرنے کی جسارت کرتا ہے:

١ : ہم میں سے ہر ایک اپنے علم اور استطاعت کے بقدر دعوت الی اللہ تعالیٰ کا فریضہ سر انجام دے، شاید کہ ہم اس اجر وثواب کو حاصل کر سکیں، جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم عمل ادا کرنے والوں کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔ ٢

: حضرات علماء اور مفکرین کرام مسلمانوں کو دعوت الی اللہ تعالیٰ کی اہمیت، شان وعظمت اور اجر وثواب سے آگاہ کریں، شاید کہ رب قدیر ان کی اس کوشش سے امت میں دعوتِ حق کا دور دورہ فرمادے، بے خبر لوگ آگاہ ہو جائیں، غافل ساتھی متنبہ ہو جائیں، سستی کرنے والے چست ہو جائیں، کوتاہی کرنے والے آمادۂ حرکت ہو جائیں اور دعوتِ حق میں مشغول حضرات و خواتین کو تقویت وتائید مل جائے اور اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کچھ مشکل نہیں۔ وماذلک علی اللّٰہ بعزیز۔

٣ : عالَم اسلامی کے جامعات، مدارس اور دیگر تعلیمی اداروں میں [دعوت الی اللہ تعالیٰ] کے مضامین پڑھائے جائیں۔ علومِ دعوت کی تدریس کے لیے خصوصی کلیات اور شعبے قائم کیے جائیں، اس سلسلے میں سعودی عرب کی جامعات کے تجربات سے استفادہ کیا جائے، کہ وہاں اس مقصد کی خاطر کلیات اور شعبے قائم کیے گئے ہیں اور دعوت کے مضامین مختلف کالجوں میں پڑھائے جاتے ہیں۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَىٰ نَبِيِّنَا وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ. وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

المراجع والمصادر

١۔ ''الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان'' للأمير علاء الدين الفارسي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ، بتحقيق الشيخ شعيب الأرناؤط۔ ٢۔ ''أحكام القرآن'' للإمام أبي بكر الجصاص، ط: دار الفكر بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبعة۔ ٣۔ ''إحياء علوم الدين'' للعلّامة أبي حامد الغزالي، ط: دار المعرفة بيروت، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٢هـ۔ ٤۔ ''الاستيعاب في معرفة الأصحاب'' للحافظ ابن عبدالبر، بتحقيق الأستاذ علي محمد البجاوي، ط: مكتبة نهضة مصر ومطبعتها الفجالة مصر، بدون الطبعة وسنة الطبع۔ ٥۔ ''الإصابة في تمييز الصحابة'' للحافظ ابن

حجر ، ط : دار الكتب العلمية بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع-٦- ''أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن'' للعلّامة محمد الأمين الشنقيطي ، ط : على نفقة سمو الأمير أحمد بن عبدالعزيز آل سعود، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٣هـ-٧- ''إكمال إكمال المعلم'' (شرح صحيح مسلم) للعلّامة محمد بن خليفة الوشتاني الأبي ، بتصحيح الأستاذ محمد سالم هاشم ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ-٨- ''أيسر التفاسير لكلام العلي العظيم'' للشيخ أبي بكر جابر الجزائري ، بدون اسم الناشر ، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ-٩- ''البداية والنهاية'' للحافظ ابن كثير ، ط : مكتبة المعارف بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩٤ه [أو : ط : دار هجر جيزه ، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ-[١٠- ''بهجة النفوس وتحلّيها بمعرفة مالها وما عليه'' (شرح مختصر صحيح البخاري) المسمّى بـ جمع النهاية في بدء الخير والنهاية) للإمام ابن أبي جمرة الأندلسي ، ط : دار الجبل بيروت، الطبعة الثالثة ١٩٧٩م-١١- ''تاريخ الإسلام'' (السيرة النبوية) و (المغازي) و (عهد الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم) للحافظ الذهبي ، بتحقيق د- عمر عبدالسلام تدمري ، ط : دار الكتاب العربي بيروت الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ-١٢- ''تحفةالأحوذي'' شرح جامع الترمذي للشيخ محمد عبدالرحمن المباركفوري ، ط : دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ-١٣- ''تعليقات الشيخ الألباني على فقه السيرة للشيخ الغزالي'' ط : دار إحياء التراث العربي ، الطبعة السادسة ١٩٨٦م ، (المطبوع بذيل فقه السيرة للشيخ محمد الغزالي)-١٤- ''تفسير البغوي'' المسمَّى بـ ''معالم التنزيل'' للإمام أبي محمد البغوي ، بإعداد وتحقيق الأستاذين خالد بن عبدالرحمن العك ومروان سوار ، ط : دار المعرفة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٦هـ-١٥- ''تفسير التحرير والتنوير'' للشيخ محمد الطاہر ابن عاشور، ط : الدار التونسية اللنشر تونس ، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٣٩٩هـ-١٦- ''تفسير السعدي'' المسمَّى بــ ''تيسير القرآن الكريم في تفسير كلام المنان'' للشيخ عبدالرحمن بن ناصر السعدي ، بتحقيق الشيخ عبدالرحمن بن معلاّ للويحق ، ط : مؤسسة الرسالة بيروت، الطبة الأولى ١٤٢١هـ-١٧- ''تفسير أبي السعود'' المسمَّى بـ ''إرشاد العقل السليم إلى مزايا القران الكريم'' للقاضي أبي السعود،ط :دار

إحياء التراث العربي ، بدون الطبعة وسنة الطبعة-١٨- ''تفسير الطبري'' المسمّى بـ ''جامع البيان من تأويل أي القرآن'' للإمام أبي جعفر الطبري ، بتحقيق الشيخ محمود محمد شاكر و أحمد محمد شاكر ، ط: دار المعارف بمصر ، بدون الطبعة وسنة الطبع- [أو ط: دار المعرفة بيروت. الطبعة الثالثة ١٣٩٨هـ-١٩- ''تفسير غرائب القرآن ورغائب الفرقان'' (المطبوع هامش تفسير الطبري) للعلامة النيسابوري ، دار المعرفة بيروت. الطبعة الثالثة ١٣٩٨هـ-٢٠- ''تفسير القاسمي'' المسمّى بـ ''محاسن التأويل'' للعلّامة محمد جمال الدين القاسمي ، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبدالباقي ، ط: دار الفكر بيروت. الطبعة الثالثة ١٣٩٨هـ-٢١- ''تفسير القرآن'' للإمام عبدالرزاق بن همام الصنعاني ، بتحقيق د- مصطفى مسلم محمد ، ط: مكتبة الرشد الرياض ، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ-٢٢- ''تفسير القرطبي'' المسمّى بـ ''الجامع لأحكام القرآن'' للإمام أبي عبدالله القرطبي ، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت بدون الطبعة و سنة الطبعة-٢٣- ''التفسير القيم'' للإمام ابن القيم ، جمعه الشيخ محمد أويس الندوي ، وحققه الشيخ محمد حامد الفقي ، ط: دار الفكر بيروت. بدون الطبعة ، وسنة الطبع ١٤٠٨هـ-٢٤- ''التفسير الكبرى'' المسمّى بـ ''مفاتيح الغيب'' للعلّامة فخر الدين الرازي ، ط: دار الكتب العلمية طهران ، الطبعة الثالثة ، بدون سنة الطبع-٢٥- ''تفسير ابن كثير'' المسمّى بـ ''تفسير القرآن العظيم'' للحافظ ابن كثير ، بتقديم الشيخ عبدالقادر الأرناؤوط ، ط: دار الفيحاء دمشق و دار السلام الرياض ، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ-٢٦- ''تفسير الكشاف'' المسمّى بـ ''الكشاف عن حقائق التنزيل وعيون الأقاويل من وجوه التنزيل'' للعلّامة أبي القاسم المخشري ، ط: دار المعرفة بيروت. بدون الطبعة وسنة الطبع-٢٧- ''تفسير المنار'' للسيّد محمد رشيد رضا. ط: دار المعرفة بيروت. الطبعة الثانية ، بدون سنة الطبع-٢٨- ''جامع الترمذي'' (المطبوع مع شرح تحفة الأحوذي) ، للإمام أبي عيسى الترمذي ، ط: دار الكتاب العربي بيروت. بدون الطبعة وسنة الطبع-٢٩- ''جوامع السيرة'' للإمام ابن حزم ، بتحقيق د- إحسان عباس ود- ناصر الدين الأسد ، ومراجعة الأستاذ أحمد شاكر ،ط: حديث أكادمي فيصل آباد باكستان ، بدون الطبعة ، وسنة الطبع ١٤٠١هـ-٣٠-

''الحسبة في الإسلام'' لشيخ الإسلام ابن تيمية، بتحقيق الشيخ محمد زهري النجار، ط: المؤسسة السعيدية الرياض، بدون الطبعة، وسنة الطبع ١٩٨٠م-٣١- ''الحسبة: تعريفها ومشروعيتها ووجوبها'' ر فضل إلهي، ط: إدارة ترجمان الإسلام ججرانواله باكستان، الطبعة السابعة ١٤٢٠هـ-٣٢- ''الدرر الغالية في آداب الدعوة والداعية'' للشيخ عبدالحميد بن باديس، بتعليق الشيخ علي بن حسن الحلبي الأثري، ط: دار المنار الخرج المملكة العربية السعودية، بدون الطبعة وسنة الطبع-٣٣- ''زاد المسير في علم التفسير'' للحافظ ابن الجوزي، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الأولى ١٩٨٤م-٣٤- ''زاد المعاد في هدي خير العباد'' للإمام ابن قيم الجوزية، بتحقيق وتخريج الشيخين شعيب الأرناؤوط وعبدالقادر الأرناؤوط، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٣٩٩هـ-٣٥- ''سنن الدارمي'' للإمام أبي محمد الدارمي، ط: حديث اكادمي فيصل آباد باكستان، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٤هـ-٣٦- ''سنن أبي داود،'' (المطبوع مع عون المعبود) للإمام سليمان بن الأشعث السجستاني، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ-٣٧- ''سنن ابن ماجه'' للإمام ابن ماجه، بتحقيق د- محمد مصطفى الأعظمي، ط: شركة الطباعة العربية السعودية، الطبعة الثانية ١٤٠٤هـ-٣٨- ''السيرة النبوية'' للعلّامة ابن خلدون، بتصحيح وتخريج الأستاذ أحمد ط: مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ-٣٩- ''السيرة النبوية الصحيحة'' للدكتور أكرم ضياء العمري، ط: مكتبة العلوم والحكم المدينة الطيبة، بدون الطبعة، وسنة الطبع ١٤١٢هـ-

٤٠- ''السيرة النبوية في الصحيحين وعند ابن إسحاق'' للدكتور سليمان بن حمد العودة، دار طيبة الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ-٤١- ''السيرة النبوية في ضوء القرآن والسنة'' للدكتور محمد بن محمد أبي شهبة، ط: دار القلم دمشق، الطبعة الثالثة ١٤١٧هـ-٤٢- ''السيرة النبوية في ضوء المصادر الأصلية'' للدكتور مهدي رزق الله، ط: مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ-٤٣- ''السيرة النبوية كما جاء في الأحاديث الصحيحة'' للأستاذ محمد الصوياني ط: مؤسسة الريان بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ-٤٤- ''السيرة النبوية وأخبار الخلفاء'' للإمام ابن حبان، بتصحيح وتعليق السيد عزيز بک وجماعة من العلماء، ط: مؤسسة الكتب الثقافية بيروت،

الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ-٤٥- ''السيرة النبوية لابن ہشام'' بتحقيق وضبط وشرح للأساتذہ مصطفى السقا وإبراهيم الأبياري وعبدالحفيظ شلبي، ط: مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر ، الطبعة الثانية ١٣٧٥هـ-٤٦- ''شرح الطيبي على مشكاة المصابيح'' للإمام شرف الدين الطيبي ، بتحقيق د- عبدالحميد هنداوي ، ط: مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة ، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ- ٤٧- ''شرح النووي على صحيح مسلم'' للإمام النووي ، ط: دار الفكر بيروت، بدون الطبعة ،سنة الطبع ١٤٠١هـ-٤٨- ''صحيح البخاري'' (المطبوع مع فتح الباري) للإمام محمد بن إسماعيل البخاري ، ط: المكتبة السلفية ، بدون الطبعة وسنة الطبع-٤٩- ''صحيح جامع بيان العلم وفضله'' تأليف الحافظ ابن عبدالبر ، اختصره وهذّبه الشيخ أبو الأشبال الزهيري ، توزيع: جمعية إحياء التراث الإسلامي الكويت، الطبعة الثانية ١٤٢٢هـ-٥٠- ''صحيح سنن الترمذي'' اختيار الشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، نشر : مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ ، بإشراف الشيخ زهير الشاويش-٥١- ''صحيح سنن النسائي'' صحّح أحاديثه الشيخ الألباني ط: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ ، بإشراف الشيخ زهير الشاويش-٥٢- ''صحيح السيرة النبوية'' للأستاذإبراهيم العلي ، ط: دار النفائس عمان الأردن ، الطبعة الثانية ١٤١٦هـ-٥٣- ''صحيح السيرة النبوية'' (ما صحّ من سيرة الرسول صلى الله عليه وسلم للحافظ ابن كثير) بقلم العلّامة الألباني ، ط: المكتبة الإسلامية عمّان الأردن، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ-٥٤- ''صحيح مسلم'' للإمام مسلم بن الحجاج القشيري، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبدالباقي ،نشر والتوزيع : رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية ، بدون الطبعة ، سنة الطبع ١٤٠٠هـ-٥٥- ''صحيح موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان'' للشيخ الألباني ط: دار الصميعي الرياض ، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ-٥٦- ''الطبقات الكبرىٰ'' للإمام ابن سعد، ط: دار بيروت، ودار صادر بيروت، بدون الطبعة ، وسنة الطبع ١٣٧٧هـ-٥٧- ''عمدة القاري'' للعلّامة بدر الدين العيني ، ط: دار الفكر بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع-٥٨- ''عون المعبود شرح سنن أبي داود'' للعلّامة محمد شمس الحق العظيم آبادي ، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ-٥٩- ''فتح الباري''

للحافظ ابن حجر، ط: المكتبة السلفية، بدون الطبعة وسنة الطبع-٦٠- ''فتح القدير الجامع بين فنّي الرواية والدراية من علم التفسير'' للإمام محمد بن علي الشوكاني، بتعليق الأستاذ سعيد محمد اللحام، المكتبة التجارية مكة المكرمة، بدون الطبعة وسنة الطبع-٦١- ''الفصول في سيرة الرسول صلي الله عليه وسلم'' للحافظ ابن كثير، بتحقيق و تعليق الأستاذين محمد العيد الخطراوي و محيي الدين مستو، ط: دار ابن كثير دمشق، بيروت و دار الكلم الطيب دمشق، بيروت، الطبعة السابعة ١٤١٦هـ-

٦٢- ''فقه الدعوة إلى الله تعالىٰ'' للدكتور علي عبدالحليم محمد ط: دار الوفاء المنصورة بمصر، الطبعة الثانية ١٤١١هـ-٦٣- ''فقه الدعوة الفردية'' للدكتور علي عبدالحليم محمود، ط: دار الوفاء المنصورة، الطبعة الثانية ١٤١٣هـ-٦٤- ''فيض القدير شرح الجامع الصغير'' للعلّامة عبدالرؤف المناوي، ط: دار المعرفة بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩١هـ-٦٥- ''في ظلال القرآن'' للأستاذ سيّد قطب، ط: دار الشروق بيروت، الطبعة الرابعة ١٣٩٧هـ-٦٦- ''كتاب التسهيل لعلوم التنزيل'' للحافظ أبي القاسم الكلبي الغرناطي، بتحقيق الأستاذين محمد عبدالمنعم اليونسي وإبراهيم عطوه عوض، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١١هـ-٦٧- ''كتاب الكبائر'' للإمام الذهبي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع-٦٨- ''كيف ندعو الناس؟'' للأستاذ عبدالبديع صقر، ط: المكتب الإسلامي، الطبعة السادسة ١٣٩٧هـ-٦٩- ''مجمع الزوائد و منبع الفوائد'' للحافظ نور الدين الهيثمي، ط: دار الكتاب العربي بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٢هـ-٧٠- ''مجموعة الوثائق السياسية'' للدكتور محمد حميد الله، ط: دار النفائس بيروت، الطبعة السادسة ١٤٠٧هـ-٧١- ''مجموع فتاوى ومقالات متنوعة'' لسماحة الشيخ عبدالعزيز بن عبدالله بن باز، جمع و إشراف د- محمد بن سعد الشويعر، توزيع: رئاسة إدارت البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية، الطبعة الثالثة ١٤١٦هـ-٧٢- ''المحرّر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز'' للقاضي ابن عطية الأندلسي، بتحقيق المجلس العلمي بمكناس، بدون اسم الناشر، وبدون الطبعة، وسنة الطبع

١٤١٣هـ-٧٣- ''مدارج السالكين بين منازل إياک نعبد و إياک نستعين'' للإمام ابن القيم،
بتحقيق الشيخ محمد حامد الفقي، دار الفكر بيروت. الطبعة الأخيرة ١٤٠٨هـ-٧٤- ''مرقاة المفاتيح
شرح مشكاة المصابيح'' للعلّامة الملّا علي القاري، بتحقيق الأستاذ صدقي محمد جميل عطار- ط:
المكتبة التجارية مكة المكرمة. بدون الطبعة وسنة الطبع-٧٥- ''المستدرک على الصحيحين''
للإمام أبي عبدالله الحاكم، ط: دار الكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع-٧٦- ''المسند''
للإمام أحمد بن حنبل، ط: المكتب الإسلامي، بدون الطبعة وسنة الطبع- [أو: ط: دار المعارف مصر
، الطبعة الثالثة ١٣٦٨هـ] [أو: ط: مؤسسة الرسالة- بيروت الطبعة الأولى ١٤١٦هـ-٧٧- ''مسند أبي يعلى
الموصلي'' للإمام أحمد بن علي بن المثني التميمي، بتحقيق الأستاذ حسين سليم أسد، ط: دار
المأمون للتراث دمشق، الطبعة الأولى ١٤٠٤هـ-٧٨- ''معاني القرآن'' للإمام أبي زكريا الفراء، ط: عالم
الكتب بيروت. الطبعة الثالثة ١٤٠٣هـ-٧٩- ''المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم'' للحافظ أبي
العباس أحمد القرطبي، بتحقيق الشيخ محي الدين ديب مستو ورفقائه، ط: دار ابن كثير ودار
الكلم الطيب دمشق بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ-٨٠- ''مكمل إكمال الإكمال'' للإمام محمد بن
محمد السنوسي الحسيني، بتصحيح الأستاذ محمد سالم هاشم، ط: دار الكتب العلمية بيروت،
الطبعة الأولى ١٤١٥هـ-٨١- ''منهج ابن القيم في الدعوة إلى الله تعالىٰ'' للدكتور أحمد بن عبدالعزيز
الخلف، ط: أضواء السلف الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ-٨٢- ''نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر''
للحافظ ابن حجر، ط: قرآن محل كراتشي، بدون الطبعة وسنة الطبع-٨٣- ''هامش الإحسان في
تقريب صحيح ابن حبان'' للشيخ شعيب الأرناؤوط، ط: مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ-٨٤-
''هامش سنن الدارمي'' للشيخ محمد أبي الليث الخير آبادي، توزيع على نفقة أمير دولة قطر، بدون
الطبعة، وسنة الطبع ١٤٠٦هـ-٨٥- ''هامش المسند'' للشيخ أحمد محمد شاكر، ط: دار المعارف

مصر، الطبعة الثالثة ١٣٦٨هـ-٨٦- ''هامش المسند'' للشيخ شعيب الأرناؤوط ورفقائه، ط: مؤسسة
الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٦هـ-٨٧- ''هامش مسند أبي يعلى الموصلي'' للأستاذ حسين سليم

أسد، ط: دار المأمون للتراث دمشق، الطبعة الأولی ۱۴۰۴ھ۔**اُردو کتب**:۱۔ ''جھوٹ کی سنگینی اور اس کی اقسام'' تالیف: پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی، مکتبہ قدوسیہ لاہور، جنوری ۲۰۰۷م۔۲۔ ''دعوتِ اسلام'' تالیف: پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ، مترجم: ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، محکمہ اوقاف پنجاب لاہور، ۱۹۷۲م۔۳۔ ''فضائل دعوت'' تالیف: پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی، مکتبہ قدوسیہ لاہور۔۴۔ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم'' تالیف: پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی، مکتبہ قدوسیہ لاہور۔۵۔ ''مصباح اللغات'' تالیف: مولانا عبدالحفیظ بلیاوی، خزینہ علم وادب لاہور۔

فہرس الکتاب

1	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...پیش لفظ	1
2	**ارکانِ ایمانایمان کے چھ ارکان ہیں**	2
3	**دلائلِ ارکانِ ایمان**	
4	**پہلا رسالہ تین اہم اصولِ دین تمہید...پہلا مسئلہ۔ حصولِ علم ومعرفت**	3
5	**دوسرا مسئلہ۔ عمل تیسرا مسئلہ۔ دعوت چوتھا مسئلہ۔ صبر واستقامت**	3
6	**پہلا مسئلہ۔اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم.... تیسرا مسئلہ۔ مشرکین سے لاتعلقی**	4
7	**یَعبُدُونَ کا معنیٰ ومفہوم یہ ہے کہ..............اصولِ دین**	5
8	**اصولِ دین...**	6

9	**دعوت کے منہج کو چھوڑنے کے نقصانات .1دعوت کے منہج کو چھوڑنا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا موجب ہے:**	7
10	**دعوت کے منہج کو چھوڑنا پورے معاشرے کی تباہی کا موجب ہے:**	7
11	**دعوت کے منہج کو چھوڑنا اللہ تعالیٰ کی لعنت کا موجب ہے:**	8

12	دعوت کے منہج کو چھوڑنا موت سے قبل عذاب کا باعث ہے:	8
13	دعوت کے منہج کو چھوڑنا عبرت کا نشان بننے کا باعث ہے:	8
14	دعوت کے منہج کو چھوڑنا عبرت کا نشان بننے کا باعث ہے	9
15	دعوت کے منہج کو چھوڑنا دِل کو محبت الٰہی اور غیرت سے خالی کر دیتا ہے:	9
16	گھریلو افراد کی تربیت و دعوت کا میدان	9

17	نورِ توحید پہلا مطلب.... توحید کا مفہوم:	10
18	دوسرا مطلب.... توحید کے اثبات میں روشن دلائل:	11
19	نافرمانی کے چند اسباب	14
20	گناہوں کی اقسام.... ربوبیت کی صفات..... شیطانی صفات....: حیوانی صفات: س	15
21	درندگی کی صفات:	16
22	انسان کے نفس پر گناہوں کے اثرات	16
23	ا۔جرم کا ارتکاب.....: ۲۔ خواہش نفس کا غلبہ	18
24	بندے اور رب کے درمیان پردہ.....: دل میں خوف اور بے چینی:	19

25	معاشی پریشانیاں....: دل کی سختی اور اندھیرا....: گناہ کا زنگ:	19
26	دلوں کا پردہ ....: چہرے کی سیاہی:	20
27	دنیا میں سخت پکڑ اور آزمائش سے دوچار ہونا....: آخرت میں عذاب:	21
28	گناہ سے نعمتیں ختم اور آزمائشیں شروع ہو جاتی ہیں: قبول حق کی توفیق کا سلب ہونا:	21
29	نفسیاتی اور جسمانی امراض....: نعمتوں کا زوال:	22
30	مخلوق کے دل میں نفرت و بغض اور جہنم کے عذاب کا استحقاق.. مخلوق کے دل میں نفرت و بغض اور جہنم کے عذاب کا استحقاق::	22
31	گناہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں انسان کی ذلت کا باعث بنتا ہے...: گناہ سے ذلت انسان کا مقدر بن جاتی ہے:	23
32	ملائکہ اور مرسلین کی دعاؤں سے محرومی کا اصل سبب گناہ ہیں...گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان کو بھلا دیتے ہیں	24
33	گناہ کی وجہ سے انسان کا حقیر ہو جانا....: اعضا کی خیانت اور ان کی مدد سے محرومی	24
34	دنیا میں رزق میں تنگی اور بے اطمینانی و بے چینی اور آخرت میں برا انجام یعنی اندھا کر کے اٹھایا جانا	24
35	اعمال صالحہ پر مقرر فرشتوں کی صحبت سے محرومی... علم سے محرومی...وحشت اور خوف کا طاری رہنا:	24
36	کاموں میں رکاوٹ۔۔۔۔۔ بصیرت سے محرومی۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور پکڑ کا شکار ہونا:	25
37	گناہ آپس میں جڑے ہوتے ہیں۔۔۔۔گناہ سے بدن اور دل کمزور ہو جاتے ہیں:	25

25	روئے زمین پر گناہ کے اثرات۔	38
26	امن اور پر کشائش زندگی کا خاتمہ، خوف اور بھوک کا مسلط ہونا:	39
26	زمین اور سمندر میں تباہی اور امن وسکون کا خاتمہ	40

26	اللہ تعالیٰ کا غضب اور اجتماعی ہلاکتیں۔۔آبادیوں کی تباہی وبربادی۔۔عام عذاب:	41
27	میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟	42
28	میرا اسلام سے عہد وفا کیسے استوار ہوا	43

30	میں نے اسلام کا اقرار کیوں کیا؟	43
31	میں اسلام تک کیسے پہنچا؟	44
33	میرا قبول اسلام	45
34	میں مسلمان کیوں ہوا؟	46
35	میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟	47
37	نماز کی کشش نے مجھے حلقہ بگوش اسلام کر دیا	48
	خواتین اسلام کی دہلیز پر۔۔۔۔۔ میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟	49
42	میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟	50
	میرا انتخاب: اسلام	51
43		
		52

53	میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟	44
54	میں مسلمان کیوں ہوئی؟	46
55	میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟"عیسائیت سے اسلام تک کا سفر	47
56	دعوت اور تبلیغ۔۔۔۔پر امید مستقبل۔۔۔میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟	52
57	میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟	53
58	میں قافلۂ اسلام میں کیسے شامل ہوئی؟۔۔۔ایمان سراسر مسرت۔	55
59	فرائضِ منصبی پر اسلام کا اثر:	56
60	اسلام میری پسند کیوں؟ قبولِ اسلام کی خوشیاں اور دکھ	57

61	قبولِ اسلام کی خوشیاں اور دکھ	59
62	حکمت والے معلِم کا قابل رشک ہونا۔۔۔عبادالرحمٰن کی متقی لوگوں کا امام بنائے جانے کی دُعا	60
63	دعوت الی اللہ تعالیٰ کی فرضیت۔۔۔۔۔فرضیتِ دعوت کے دلائل	62
64	بہترین امت ہونے کا ایک سبب دعوتِ دین	63
65	ہدایت کا سبب بننے والے کا عظیم ثواب	66
66	۔تعلیمِ خیر کی خاطر مسجد جانے پر مکمل حج کا ثواب	67

67	داعی کے لیے عمل کرنے والے کے برابر اجر	68
68	وفات کے بعد داعی کا ثواب جاری رہنا	70

69	قرآن کریم کا سب جہانوں کے لیے نصیحت ہونا	74
70	مولانا ابوالکلام آزاد کا بیان۔۔۔۔قرآن کریم کا سب لوگوں کو مخاطب کرنا قرآن	76
71	قرآن کریم کا اہل کتاب کو دعوتِ اسلام دینا قرآن	77
72	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام اقسام کے لوگوں کو دعوتِ دین دینا تمہید	79
73	مشرکوں کو دعوت دینا۔۔۔۔۔سوق ذوالمجاز میں دعوت دینا	79
74	حدیث سے معلوم ہونے والی دیگر چار باتیں۔۔۔مشرکوں کو دعوت اسلام دینے سے ابتدا کرنے کا امراء کو حکم	80
75	حدیث سے معلوم ہونے والی دیگر تین باتیں۔۔۔یہودیوں کو دعوت دینا	81
76	دعوتِ اسلام دینے کی خاطر یہودیوں کو بلانا	81

77	یہودیوں کے سردار کے گھر جا کر دعوتِ اسلام دینا	82
78	حدیث سے معلوم ہونے والی دیگر دو باتیں... خیبر کے یہودیوں کو لڑائی سے پہلے دعوتِ اسلام ....حدیث سے معلوم ہونے والی دیگر پانچ باتیں	83

79	تیماء کے یہودی عالم کے نام دعوتِ اسلام کی خاطر گرامی نامہ....:۔ نصاریٰ کو دعوتِ اسلام عدی بن حاتم کو دعوتِ اسلام	84
80	واقعہ سے معلوم ہونے والی دیگر چار باتیں... ہرقل کو دعوتِ اسلام	86
81	واقعہ سے معلوم ہونے والی دیگر چار باتیں	87
82	ج: اکیدر دومہ کو دعوتِ اسلام.... یہود و نصاریٰ کو دعوتِ اسلام....	88
83	حدیث سے معلوم ہونے والی دیگر تین باتیں.. منافقوں کو دعوتِ دین	89
84	حدیث سے معلوم ہونے والی دیگر تین باتیں	90

85

86	ب: منافقوں کو اہل اسلام کو اذیت دینے سے منع کرنا	91
87	اہل اسلام، مشرکوں، یہودیوں اور منافقوں کو دعوت	91
88	حدیث سے معلوم ہونے والی دیگر دو باتیں... مجوسیوں کو دعوتِ دین	92
89	حدیث سے معلوم ہونے والی تین باتیں... ہر جابر کو دعوتِ اسلام	92
90	اقرباء کو دعوتِ دین....قریش کو دعوتِ دین....	93
91	بنو عبد المطلب کو دعوتِ دین دینے کی خاطر جمع کرنا	94
92	حدیث سے معلوم ہونے والی تین باتیں... چچا ابوطالب کو دعوتِ دین	95
93	حدیث سے معلوم ہونے والی دو باتیں... چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نماز تسبیح کی ترغیب	96

94	چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نماز تسبیح کی ترغیب..ازواج مطہرات کو تہجد کی ترغیب	97
95	نواسے کو دعائے قنوت سکھلانا	99
96	عورتوں کو دعوتِ دین....پڑوسن کو ہدیہ دینے کی ترغیب	100
97	خواتین کو مردوں سے پہلے سر اٹھانے سے روکنا	100
98	عید کے دن مستورات کو وعظ فرمانا..جوانوں کو دعوتِ دین دینا	101
99	نوجوانوں کو شادی کی ترغیب دینا..قریشی نوجوانوں کو زنا سے منع فرمانا	101
100	جوانوں کو دعوتِ دین دینا..نوجوانوں کو شادی کی ترغیب دینا	101
101	ایک نوجوان کے لیے زنا کی قباحت کو واضح کرنا	102

102	بچوں کو دعوتِ دین....یہودی بچے کو دعوتِ اسلام	103
103	بچوں کو طلوعِ آفتاب سے پہلے رمی سے روکنا	104
104	یتیم بچے کو کھانے کے آداب سکھلانا..یتیم بچے کو کھانے کے آداب سکھلانا	104
105	مریضوں کو دعوتِ دین دینا....بنو نجار کے شخص کو دعوتِ توحید	105
106	بیمار عورت کو صبر کی ترغیب..بیمار عورت کو بخار کو برا بھلا کہنے سے روکنا	106
107	حدیث سے معلوم ہونے والی تین باتیں..مصیبت زدہ لوگوں کو تلقین صبر	107

108	ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو شوہر کی وفات پر تلقین صبر	
109	حدیث سے معلوم ہونے والی دو باتیں۔ خاتون کو بیٹے کی وفات پر صبر کا حکم	107

110	حدیث سے معلوم ہونے والی تین باتیں۔ تاجروں کو دعوتِ دین	108
111	جھوٹ سے بچنے کا حکم..... تاجروں کو تقویٰ، نیکی اور سچ گوئی کی تلقین	108
112	تاجروں کو سچ گوئی کی تلقین	109
113	تاجروں کو بازار سے واپس آنے پر تلاوت کی ترغیب	110
114	فقراء کو دعوتِ دین..... قرآن کریم پڑھنے کی ترغیب۔ فقراء کے لیے بشارت	111
115	مہاجر فقراء کو سابقین کے درجات پالینے والی بات کی تعلیم	111
116	قبولِ اسلام کے فوراً بعد ابوذر رضی اللہ عنہ کے لیے حکم تبلیغ	112
117	وفدِ بنی لیث کو لوگوں کو تعلیم دینے کا حکمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	115

118	قبولِ اسلام کے ساتھ ہی دعوتِ دین کا آغاز..	115
119	قبولِ اسلام کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوتی سرگرمیاں	115
120	قبولِ اسلام کے بعد طلیب رضی اللہ عنہ کا ماں کو دعوتِ دین دینا	116

117	**اسلام لاتے ہی جنّات کا داعی بن کر پلٹنا**	121
132	خاتمہ	122
133	اپیل	123
134	**المراجع والمصادر**	124

یو گلاس اوبہ لس بادام قاش قاش۔ سینہ قہوہ دری پیالۍ اوبہ یو چمچ دال چینۍ تورہ لاچۍ

گوڑہ دابہ دومرہ اوجو شوۍ دپینزہ مینٹونہ ترلسو مینٹو پوری سجدہ لگوۍ

پودینہ انار دانہ ادرک پودینہ بلڈ پریشر۔ ملحوزی

یو گلاس دغواپۍ دال شنی کور کمان کاگہ النی دوہ دانی لونگ اودوہ لاچی